بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں خواتین کے حقوق پر جدید زاویہ نظر

پیش لفظ کے بہانہ :

اسلام کی نظر میں عورت کی سماجی اور انفرادی شخصیت تنگ نظر گذشتہ تفریطی جاهلیت اور موجودہ افراطی جاهلیت کے درمیان ایک نقطہ نظر عورت کے حدود سے کهیں زیادہ هے کہ نہ یہ اور نہ هی وہ بلکہ اسلام نے مرد و عورت دونوں هی کے لئے حقوق معین کئے هیں کہ ان سب کو عدالت سے برابر سے فیضیاب کرتا هے. (وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوف) (سورہ بقرہ، آیت/۲۲۸)عورتوں کے لئے بهی وهی هے جو ان کے لئے هے. جس طرح عرف (انسانی اور اسلامی) میں معروف هے. اس کے بعد (وَ لِلرِّجالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ)صرف شائستہ رجوعی درجہ کو شامل هے جو طلاق رجعی میں هوتا هے اور بس، بنابریں مرد اور عورت دونوں کے حقوق سو فیصد عادلانہ هیں نہ یہ کہ ان کے حقوق میں تشابہ مکلق پایا جاتا هو بلکہ بعض ان میں سے هر ایک اپنا ایک مخصوص حقوق رکهتے هیں. بهرحال اسلامی کی شریعت حقہ میں ان میں سے هر ایک کمی و زیادتی کے بغیر شائستہ حقوق کے مالک هیں.

قرآن کریم میں دقیق اور منصفانہ تحقیق اور بررسی کر کے هم کو یہ اندازہ هوتا هے کہ اصولی طور پر عورت اور مرد میں سے هر ایک ، ایک دوسرے کا جزو اور انسانیت میں دونوں هی برابر هیں. (بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْض) (سورہ نساء، آیت/۲۵) عورتوں کے سلسلہ میں قرآن کریم کا نظریہ نہ ماضی کی جاهلیت کی طرح هے کہ انسان کو نهیں پهچانتی تهی اور نہ مودہ جاهلیت کی طرح هے کہ اُسے مرد سے برتر تصور کرتی هے . بلکہ دونوں هی ایک پیکر اور جسم کے اعضاء و ٹکڑے هیں کہ آغاز خلقت میں ایک گوهر سے تعلق رکهتے هیں (يا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ واحِدَةٍ وَ خَلَقَ مِنْها زَوْجَها) (سورہ نساء، آیت/۱) کہ عورت اپنی ابتدائی تخلیق میں مرد کا بعض حصہ رهی هے اور اس کے جسم سے پیدا هوئی هے. آخری سالوں میں ایک روحانی نے مختلف نشریات کو انٹر ویو دیتے هوئے اس بات کا اظهار کیا هے کہ (خَلَقَ مِنْها زَوْجَها) حرف (من)جنس کے معنی میں هے اور آیت میں (من) بنصیفیہ کے معنی کو قبول نهیں کرتے اور حضرت حو ا ؑ کے حضرت آدم ؑ کے جسم سے پیدا هونے کو (اسلامی روایات میں بهی اس کی تصریح هوتی هے) قبول نهیں کرتے اور «بشارت» نشریہ، شمارہ ۲۶، ص۷، پر کهتے هیں: یہ باتیں قرآن اور وحی کے خلاف هیں لهذا ان کو مردود جاننا چاهیے. آیات قرآنی اور آئمہ معصومینؑ کی روایات کے مطابق اور همارے معیاروں کے مطابق ایک شکستہ کوزے کے سوا کچھ نهیں هے!!، اس کے بعد مرحوم مطهری کی باتوں سے استناد کرتے هوئے کهتے هیں: یہ باتیں تحریف شدہ توریت میں ذکر هوئی هے اور جهوٹ هے!!، یاد رهے کہ اسی شخص نے دوسری جگہ پر اعلان کیا هے کہ (مرد اور عورت کا رتبہ برابر هے!!) هم یهاں پر اس کا جواب دیتے هیں کہ اولا ً کو عربي اور قرآنی ادب کے مطابق آیہ مبارکہ میں (من) کے اصل نفی جنس کے هیں کہ آیت بصورت (خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ) (واحدہ) کے بغیر نازل هوئی یعنی (نفس) نکرہ هوتا تو مرد اور عورت دونوں کو شامل هوتا یعنی سارے نفسوں کو شامل هوتا جبکہ صفت (واحدہ) سے موصوف هے. بنابر این آیہ کریمہ اس بات پر نص هے کہ (نفس) وحدت رکهتا هے اور جنس کے معنی میں نهیں هے.

ثانیاً «نفس» پر (ال) الف لام بهی نهیں آیا هے تاکہ نفس کے جنس هونے کا موجب هو سکے؛ثالثاً عورت کی جنسیت میں کہ انسان هے، کوئی شک نهیں هے اور یہ بات مکمل واضح اور معلوم هے . اور قران مجید نے بهی اُس کی یاد آوری نهیں کی هے، تاکہ بالفرض (من) مذکورہ بالا آیت میں جنس هو! رابعاً معمولی غورو حوض کرنے سے آیات قرآن کریم میں هم اس واقعیت کو جان لیں گے کہ (نفس واحدہ)سورہ نساء کی پهلی آیت میں حضرت آدم ؑ هیں. چناچہ قرآن کریم کی ۵، آیات انسان کے آغاز تخلیق کو خاک جانتی هیں اس کے بعد سورہ آل عمران کی ۵۹، آیت میں ارشاد هوتا هے (إِنَّ مَثَلَ عيسى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُراب) قرآن مجید میں نازل شدہ ۸، آیات قطعی اور حتمی طور ثابت کر رهی هیں کہ (نفس واحدہ) سورہ نساء کی پهلی آیت میں حضرت آدمؑ هیں.

۲۔ بنابر این حضرت حوّاؑ کا حضرت آدمؑ کے جسم کے بعض حصوں سے خلق هونا عین وحی قرآنی اور ائمہ معصومینؑ کی روایات هیں. خواہ توریت میں آئی هوں یا نہ آئی هوں.

لیکن آیات (الحر بالحر) اور (الانثی بالانثی) اور دیگر آیات کی بنیاد پر یقیناً، مرد اور عورت کا دیہ فرق کرتا ھے اور اس کی مقدار بھی سنت قطعیه کے مطابق جدا گانه اسی طرح معین کی گئی ھے که مرد کا دیه هزار مثقال سونا اور عورت کا دیه ۵ ، توا مثقال سونا ھے، اس طرح مراجع کا فتوای ھے که (اعدلو هو اقرب للتقوی) کے مطابق عورتوں کے دیه اور اور اس کی میراث کا مردوں کے برابر هونا عدل کے مطابق اور عدم مساوات ظلم ھے. کیا نص قرآن ان دو جهتوں میں عدم مساوات میں ظلم ھے!!

بنابر این هم ان لوگوں کو جو نحو و صرف اور عربی ادب میں دقت نهیں کرتے اور اور قرآن و سنت کی عبارت کو نظر انداز کرتے هیں اور مرجعیت کے دعویدار بھی هیں اور توضیح المسائل بھی لکھ ڈالی ھے، نصیحت کرتے هیں که کبھی بھی آیات قرآن اور روایات اهلبیتؑ کے بارے میں لاپرواهی کے ساتھ نظریه نه دیں اور قرآن و سنت کی طرف جھوٹی نسبت نه دیں اور اس فاش غلطی کی وجه سے استغفار کریں.

بالآخر یه جاننا چاهیے که کتاب و سنت کے احکام میں قطعی کسی حکم کا انکار بدعت ھے یهاں تک که سوره مائده ۴۴، ۴۵ اور ۴۷ویں آیات کے مطابق جو شخص بیان حکم کے موقف میں واقع هو تو (بما انزل الله) کے مطابق وه بهت بڑا کافر، ظالم اور فاسق هوگا. اب دیکھنا یه ھے که کون شخص کتاب اور سنت کے خلاف نظریه دیتا ھے

اگرچه تاریخ بشریت میں ساری ولادتیں عورت سے هیں که اس کے بغیر مرد کے لئے تولید نسل ممکن هی نهیں ھے لیکن شوهر کے بغیر عورت کے لئے تولید نسل کا ایک بار واقعه هوا ھے که حضرت عیسیؑ مرد کے بغیر حضرت مریم سے پیدا هوئے هیں. لیکن مردوں کے لئے کبھی ایسا اتفاق نهیں هو گا اور قرآن کریم بھی مشرکوں، خیال پرداز یهودیوں اور عیسائیوں کے جواب میں جو اپنے غلط خیال کے ساتھ خدائے سبحان کو صاحب اولاد تصور کرتے هوئے فرماتے هیں: (أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَ لَمْ تَكُنْ لَهُ صاحِبَة) (سوره انعام، آیت/۱۰۱) کهاں سے اسے فرزند هو گا جبکه اس کی کوئی بیوی نهیں ھے؟اسی طرح استقرار نطفه کے بعد حمل، ولادتوں کی تکلیفیں برداشت کرنا اور اس کے بعد فرزند کی تربیت عورت سے مخصوص ھے. اسی بنیاد پر قرآن کریم کی روشنی میں ماں کا مرتبه باپ سے کئی گنا زیاده ھے که (وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسانَ بِوالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلى وَهْنٍ وَ فِصالُهُ في عامَيْن) (سوره لقمان، آیت /۱۴)اور هم نے انسان کو ماں اور باپ سے کے سلسله میں تاکید کی ھے. {بالخصوص ماں اسے اپنے شکم میں (رکھتی) اور ولادت کے بعد اپنی آغوش میں مشکلات کے ساتھ اسے حمل کیا اور آخر میں اور آخر میں شیر خوارگی کے دو سال اُس سے جدایی پذیر ھے، که خود کفا هو اگرچه ابھی بھی ماں کی ضرورت محسوس هوتی ھے.لیکن دور جاهلیت میں عورتوں پر بے شمار ناروات مظالم ڈھائے گئے هیں اور عورتوں سے مخصوص احکام بیان کرنے میں صرف اور صرف قرآن میں سوره نساء نظر آتا ھے نه سوره رجال. اگرچه مجموعی طور پر قرآن میں سوره انسان ھے جو دونوں کو شامل ھے لیکن روحانی اور معنوی لحاظ سے ان دونوں کے درمیان کوئی برتری نهیں ھے بلکه هر ایک تنها تنها اپنے برے اور اچھے کردار کی سزا اور جزا پائے گا. (وَ مَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّة) (سوره نساء، آیت/ ۱۲۴)جو بھی نیک اعمال انجام دے گا (خواه مرد هو یا عورت) وه مومن ھے اور وه لوگ جنت میں داخل هوں گے. اور (إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقاكُم) خدا کے نزدیک عزیز اور محترم (اور بس) لیکن جسمانی اور معاشرتی لحاظ سے هر ایک کے مخصوص خصوصیات هیں.

میراث:

مثلاً میراث کے باب میں ایسا لگتا ھے که مرد کی میراث عورت کی میراث کے دو گنا ھے.(ماں اور باپ کے علاوه هر ایک کے لئے اولاد کے مال کا (۱/۲) حصه ھے ا س شرط کے ساتھ که مورث کی کوئی اولاد نه هو ورنه ماں ،باپ کے دو گنا میراث لے گی اور ایک باپ یا ایک ماں سے بھائی اور بهنیں نص قرآن کے مطابق میراث میں برابر هیں.

جبکه مرد مخصوص معاشی حالات اور فرائض کی وجه سے مرد کا عورتوں کے دو برابر ھے، چناچه عورت کا باپ، شوهر اور فرزند کے گھر میں نان و نفقه ان لوگوں کی ذمه ھے، که تینوں هی حالت میں عورت نفقه لینے والی ھے. اور مردان تمام حالات میں(نفقه دینے والا ھے)نتیجه کے طور پر مرد کا دو گنا میراث کا حصه اضافات کے ساتھ خود عورتوں کے لئے مصرف هو. لیکن شرع مقدس اسلام کی روشنی میں عورت کا حصه شوهر یا دوسروں پر خرچ کرنا لازم نهیں ھے. لیکن مردوں کی ذمه داری ھے که عورتوں اور دیگر افراد کا اداره کریں اور هم

دیکھتے ھیں کہ شارع حکیم مردویں کے ذمہ مالی ذمہ داریاں حوالے کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے میراث میں ایک مالی میراث کا بھی قائل هوا ھے. کیا یہ کہا جا سکتا ھے کہ یہ ناانصافی اور ظلم ھے؟ (چناچہ بعض شریعت دان حضرات نص قرآن کے خلاف اس کے قائل ھوئے ھیں اور ان کے میراث میں برابری پر اصرار کرتے ھیں.)البتہ تعض استثنائی (ایمرجنسی) جیسے مواقعوں پر کوئی بیوی، بیٹا یا بیٹی یا دوسرے ورثاء زیادہ زیادہ احتیاج رکھتے ھوں تو مورث کو (۱/۳) مال سے اپنی وصیت کے ذریعے مال سے تلافی کی جائے اور مورث ۱/۳ مال سے زیادہ میں وصیت کرنے کا حق نہیں رکھتا یا یہ کہ اپنے مرنے سے پہلے ھی مورث کی وارث یا ورثا کے علاوہ کسی شخص کو بخش دے ایسی بخشش باطل اور لینے والا ضامن اور غاصب ھے اور اسے محتاج ورثا کو مال واپس کر دینا چاھیئے. البتہ ھم نے کتاب کے پہلےحصہ کے آخر میں اسی سلسلہ می استفتا کا جواب دیتے ھوئے اس حکم شرعی کے بارے میں ادلہ فقھی قرآنی کو بیان کریں گے.

عورت کی میراث میں جو دوسری کمی نظر آتی ھے، وہ تعداد زوجات کے سلسلہ میں ھے کہ مرد ساری بیویوں سے۱/۴ یا نصف میراث پائے گا.لیکن چار بیویاں مرد کے مال سے۱/۴ یا ۱/۸ حصہ اپنے درمیان تقسیم کریں گی. مثال کےطور پر اگر کوئی شخص چار بیویاں رکھتا ھو اور ھر ایک بیوی سے چار ملیون تومان (۴۰ لاکھ تومان) باقی بچے ھوں (جب کوئی فرزند نہ رکھتا ھو) تو ھر ایک سے دو ملیون تومان کہ مجموعاٍٍٍ ۸ملیون (۸۰ لاکھ) تومان بطور میراث پائے گا لیکن مرد کی ۴۰ لاکھ تومان میراث سے ھر بیوی(فرزند نہ ھونے کی صورت میں) ڈھائی لاکھ تومان بطور میراث یعنی ۱/۸ حصہ پائے گی. لیکن مذکورہ نادو فرض کی صورت میں بھیاس مرد کا ادا کرنا جو اتنی بیویاں رکھتا ھو عورت سے بھت زیادہ ھے. نیز صرف وھی مرد متعدد عورتوں سے شادی جس کی مالی توانائی اس کی عدالت سے بھت زیادہ ھو اور اس سنگین عیال پر خرچ کرنے کے لئے کافی ھو، لیکن فقید مرد متعدد عورتوں سے شادی نہیں کرسکتا کیونکہ مادی لحاظ سے عدالت باقی رکھنے کے لئے توانائی نہیں رکھتا ھاں اگر بعد کی بیویاں خود مالی توانائی رکھتی ھو ں اور ایسے نادار انسان کے ساتھ شادی کرنے پر راضی ھوں اور سابقہ اور سابقہ بیوی یا بیویوں پر ظلم بھی نہ ھو.

بالآخر یہ تعدد ازدواج خود ھی دولتمندوں کی دوسروں کےدرمیان دولت تقسیم کرنے کے اسباب میں سے ھے اور مرد کو محتاج تر بناتی ھے اور کچھ بے سرپرست عورتوں کو زیر سرپرستی قرار دیتا ھے. دوسری جھت سے بھی عام طور پر متعدد بیویاں چندان میراث نہیں رکھتیں، بلکہ ضرورت مند ھیں. اسی لئے ایسے ازدواج کے لئے آمادہ ھو جاتی ھیں، بنابر این ان کے مرنے پر مرد کو کوئی مناسب چیز ھاتھ نہیں لگے گی اور برعکس مرد اسی لئے، مرد کے مرنے سے ان ساری بیویوں کو فائدہ ھو گا.

یھاں پر دوسری کمی بھی ھے جس کی شرعی کوئی بنیاد نہیں ھے. عورت کے حصہٖ میراث میں بھی دو اصل کے علاوہ (اکثر فقھاء کے فتووں کی بنیاد پر) ایسا لگتا ھے کہ عورت صرف منقولات اور رھائشی مکان کی قیمت اور تمام عمارتوں کی قیمت میں حصہ دار ھے! کہ عورت کا حق بھت ھی کم نتیجتاً ناچیز ھو گا ؛ بالخصوص گذشتہ زمانوں میں زمین اور اس جیسی چیزوں کی قیمت اموال منقول کی قیمت سے بھت زیادہ تھی اور آج بھی ایسا ھی ھے.لیکن یھاں پر ھم با صراحت دیکھتے ھیں کہ نص قرآن خواتین کو اس ارث کثیر سے (اگر منقول اور غیر منقول دونوں کی قیمت ایک جیسی ھو تو (منقول اموال سے) عورتوں کی میراث (اگرچہ رھائشی مکان کی قیمت کے علاوہ) بھت ھی معمولی ھے کہ چار عورتوں کی صورت میں ان میں سے ھر ایک کی میراث ۱/٦۴/۲ مرد کے حصہ کے برابر ھو گی) لیکن ھم اسی جگہ واضح طور پر ملاحظہ کرتے ھیں کہ نص قرآن نے عورتوں کی اتنی خطیر رقم سے محرومیت کو برطرف کر دیا ھے اور ان کے لئے مرد کی پوری میرا ث سے منقول ھو یا غیر منقول سب میں میراث کا حصہ معین کیا ھے جیسا کہ میراث کی آیت میں ھم پڑھتے ھین: (وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِها أَوْ دَيْنٍ) (سورہ نساء/ آیہ۱۲) پس مرد اور عورت ساری میراث کے سلھم میں برابر ھیں. اور ان دونوں نص میں یہ استثناء بھت واضح ھے. اور مرد کے سلھم سے کوئی دوسری چیز جدا نہیں ھوئی ھے. چنانچہ مرد بھی عورت کی پوری میراث سے اپنا حصہ لے گا. قابل توجہ نکتہ یہ ھی کہ (مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصينَ بِها أَوْ دَيْنٍ)(سورہ نساء/آیہ۱۲) کا استثناء کی قرآن کریم میں چار مقامات پر تکرار ھوئی ھے. اور مقامات پر غیر منقول اموال اور عورت کی نسبت مر د کی میراث کے جدا ھونے کی طرف ھرگز کوئی اشارہ نہیں ھے. کیونکہ اگر کوئی استثناء ھوا ھوتا تو بھی قرآن کریم میں کم سے کم ایک بار

هی تکرار ضرور هوئی هوتی اور وصیت و دین کے استثناء سے که دیگر مقامات پر ذکر هوا هے، کم هو جاتی هے.

یهاں پر بهی قرآن کے خلاف کچھ روایات ملتی هیں که ان کے قرآن مخالف هونے کے علاوه خود ان روایات کے درمیان تعارض اور ٹکراؤ هے. اوران لوگوں کا استدلال بهی باطل اور قابل قبول نهیں هے؛ جیسے [1] (چونکه عورت اپنی شادی سے مرد کے اصل نسب (که اصل نسبی رابطه هے) داخل نهیں هوئی، لهذا مرد کی اصل میراث سی که زمین اور اعیان هیں، میراث نهیں پائے گی.جبکه یهی دلیل مرد کے بارے میں بهی هے که اپنی شادی سے عورت کے نسب میں داخل نهیں هوا، ان ان دونوں کی اصل میراث ان میں سے کسی ایک کے هوتے هوئے پهلے طبقے کے سارے نسبی وارثوں میں هوگی. یا یه دلیل که «ممکن هے عورت شوهر کے مرنے کے بعد شادی کر لے اوراپنےنئے شوهر کے ساتھ گهر کے سلهم الارث میں تمام ورثه کے لئے مزاحمت ایجاد کرے اس لئے مرد کی غیر منقول یعنی ثالث جایداد سے میراث لینے سے محروم هے. یه بهی مرد هے کیونکه یه بات مردوں کے سلسله میں کثرت سے مشاهده هوتی هے که شوهر بیوی کے مرنے بعد شادی کر لیتا هے جبکه عورت، شوهر کے مرنے کے بعد بهت کم شادی کرتی هے.

اس وقت ایسی صورت مین عورتیں دیگر غیر منقول اموال کی قیمت سے محروم کیوں هوں، لیکن رهائش مکان کی قیمت میں (که اس دریت کے استدلال کا موجود هے) حصه دار هوں (عورتوں کے ایسے شوهروں کے ترکه سے محرومیت کے فتوی کی ایک مصیبت یه هے که وه شیعه عورتین جن کے شوهر سنی مذهب هیں اس محرومیت سے بچنے کے لئے سنی هو جائیں گی (کیونکه اهلسنت کے فتوے میں عورتوں کے لئے ایسی محرومیت نهیں هے جیسا که لبنان میں یه اتفاق هوا اور اب بهی هو رها هے.

هم نے ۳۰ جلدی «الفرقان» ، «تبصرة الفقهاء» اور رساله «توضیح المسائل نوین» «عوض فی البحار» میں اس طرح کی روایات پر دسیوں اعتراض کئے هیں اور یه که خود بخود عقل کے بهی مخالف هین. اور دیگر روایات کے بهی (شیعه هوں یا سنی)معارض هیں اور نص قرآن کے بهی خلاف هیں.

عورت شوهر کی وفات کے بعد مرد کی بعض میراث سے محردم هونا تو دور کی بات هے بلکه قرآن کریم کی تصریح کے مطابق دوسری شادی سے پهلےموت کے بعد ایک سال تک نان و نفقه، اس کے ملکی گهر مین رهنے کی بهی حقدار هے. اس طرح سے که پهلے میراث سے اس عورت کے ایک سال کے اخراجات الگ کر دیئے جائین اس کےبعد وارثوں کے درمیان میراث تقسیم هو.

اس سلسله میں قرآن کریم کا ارشاد هوتا هے:(وَ الَّذينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُونَ أَزْواجاً وَصِيَّةً لِأَزْواجِهِمْ مَتاعاً إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْراجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلا جُناحَ عَلَيْكُمْ في ما فَعَلْنَ في أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ وَ اللَّهُ عَزيزٌ حَكيمٌ)(سوره بقره آیت ۲۴۰) تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے هیں اور اپنے بعد عورتیں چهوڑ جاتے ان عورتوں کے بارے میں الهی تاکید هے که (اصل میراث سے) ان کے نان و نفقه اور رهائش کا بندوبست کیا جائے پهر اس کے بعد (شوهر) کے گهر چلی جائیں تو تم پسماندگان کو کوئی پرواه نهیں کرنی چاهیے اگر وه لوگ نیک اعمال بجا لائیں که دوسری شادی کر لیں یا اپنی زندگی کا اداره کرنے کے مستقل هو کر جدا هو جائیں.

نیز (اولوالارحام) اور (اقربین) که ان کے سلسله میں سرفهرست یهی عورتیں هیں، ثلث مال کی وصیت کے اهم ترین مصادیق یهی هیں که استثنائی مقامات پر ثلث میراث سے وصیت کے ساتھ ان کی ضرورت پوری کی جائے چناچه یه دونوں آیتیں اس اولویت کو بیان کر رهی هیں.

لیکن افسوس که بهت سارے فقها عورت کو (اولوا الارحام)میں نهیں سمجهتے جبکه عورت خود صاحب رحم اور بچوں کی ماں هے پس یه کیسے ممکن هے که اس کی اولاد ارحام میں شمار هو، لیکن خود وه (عورت) که صاحب

---

[1] - اگر یه روایات صحیح هوں اور عورت کے میراث پانے کا معیار نسب میں شامل هونا هے تو پهر اموال منقول میں بهی نهیں ملنا چاهیے(۲) بالفرض که یه روایات درست هیں اگر دونوں (میاں اور بیوی) ایک هی خاندان کے هوں تو کیا انهیں اموال غیر منقول میں میراث ملتی هے ابداًً لهذا یه روایات تعارض کے علاوه دیگر مشکلات سے بهی دوچار هیں.

رحم اور ان کی پرورش کرنے والی ہے ارحام میں نہیں ہے؟ جبکہ آیت (أُولُوا الْأَرْحامِ بَعْضُهُمْ أَوْلى بِبَعْضٍ في كِتابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَليمٌ) (سوره انفالف آیت/۷۵) عورت ارث کے اولین درجوں کو شامل ہے اور اگر کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو خود ہی سارے مال کی وارث ہوگی.

پس ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ اسلام کے اقتصادی اور معاشی نظام کی بنیاد پر عورت کے لئے ہرگز مالی در ماندگی اور بیچارگی نہیں پائی جاتی کہ باپ، شوہر اور لڑکوں کی زندگی میں عورت کا ان پر نفقہ واجب ہے اور شوہر کے مرنے کے بعد ایک سال تک نان و نفقہ اور سکونت کا حق رکھتی ہے اور اس کے بعد بھی پدر، لڑکے اور ان کے بعد دیگر ذکور ورثاء میراث کے طبقوں کے لحاظ سے اس کی حفاظت اور اسداری کے ذمہ دار ہیں. اور آخر میں ایسی عورتوں کے لئےجن کے یہ افراد نہ ہوں تو ان کی زندگی کے اخراجات پورے کرنے کی ذمہ داری بیت المال پر عائد ہوتی ہے یعنی مسلمانوں کے بیت المال کی ذمہ داری بنتی ہے کہ کم سے کم ان کی مادی زندگی کے اسباب فراهم کرے اور اسلامی قانون کی رو سے ہرگز ان کے لئے کوئی کام کرنا واجب نہیں کیونکہ جسمانی ساخت اور ان کی عفت کے مدنظر ہر شغل اور کام ان کے لئے مناسب نہیں ہے مگر وہ کام جو ان کے لئے ضروری ہو جائے نیز ان کا کسی مردوں کے گروہ سے اختلاط لازم نہ آئے. بنابر این اگرچہ عورتوں کی میراث مردوں کی میراث کی نسبت بہت کم لگتی ہے لیکن درحقیت (انکے اخراجات کے مختلف ہونے کی بنیاد پر) بیشتر یا کم سے کم ان کے برابر ہے.

مرجعیت:

مرجعیت کے اعتبار سے فتوای اور فیصلہ بھی عورتوں پر واجب نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں عورتوں پر زبردستی لاد دیئے گئے ہیں، کیونکہ مردوں سے اس کی کفایت ہو جاتی ہے. ہاں اگر کوئی عورت مرجعیت فتوای کی لیاقت زیادہ رکھتی ہو فطرتاٍََ وہ ان مردوں پر ترجیع رکھتی ہے جو اس کے برابر نہیں ہے. مثال کے طور پر اگر اس وقت حضرت فاطمہ زہراٴ موجود ہو تیں تو کیا یہ واجب نہ ہوتا (یہاں تک مجتهدین بھی) احکام شریعہ میں ان کا اتباع کرتے؟ کیونکہ : (فَبَشِّرْ عِبادِ. الَّذينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ...) سورہ زمر، آیت۱۸) اُس نے صرف اور صرف بهترین نظریہ اور رائی کا اتباع کرنے کا حکم دیا ہِ خواہ مرد ہو یا عورت، بنابر این مرد کی شرط کی بنیاد پر (احسنہ جیسی دیگر شرائط کے مانند) اس آیت اور اس سے متشابہ آیات کی نص کے خلاف ہے. اور یہ «احسنہ» مردہ سے زندہ سے «احسنہ» کے مانند ہے کہ موت اس کے جسم کے بہترین ہونے سے خارج نہیں کرتی. (مگر اس کے بعد کیا تبر کا امکان نہیں ہے کہ مردہ احسنہ کی تقلید کی جائے) (مترجم) جس طرح زندہ ہونا فتوای میں نظر کو بهتر نہیں کر سکتا کیا پیغمبر (ص) اور ائمہ معصومین ٗرحلت کر جانے کے بعد قابل تقلید نہیں ہیں؟ (ان کے یہاں عصمت پائی جاتی ہے نیز وہ صرف اپنے زمانہ ہی کے لوگوں سے افضل و اعلی نہیں بلکہ ہر دو ر اور عصر کے لوگوں سے من جمیع الجهات افضل و برتر ہیں) (مترجم) جبکہ یہ سارے اکابر مجتهدین انہیں ہستیوں کی تقلید کرتے ہیں.

فیصلہ:

فیصلہ کرنا ایک الهی اور ربانی منصب ہے جو صرف عدالت اور قاطعیت کا طالب ہے اور عطوفت و مہربانی سے کسی قسم کا عدالت سے زیادہ سازگاری نہیں رکھتا. اگرچہ عورت کی عطوفت خود خدا کی جانب سے ایک تحفہ اور گفٹ ہے. نسل کی حفاظت کے لئے . اور مرکز خاندا کے ترمیں. لیکن قضاوت اور فیصلہ کے باب میں یہ عملی خصوصیت نفی عدالت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ عورت کا عاطفہ اور اس کا اثر قبول کرنا مرد کی نسبت زیادہ ہوتا ہے. اس اعتبار سے عموماً عورتیں حج نہیں کر سکتیں اگر مرد بھی عورتوں کی طرح نرم و نازک ہوں تو یہ بھی فیصلہ کرنے کا حق نہیں رکھتے، لیکن اگر کوئی عورت ایسی ہو جو خاص زنانہ عطفت نہ رکھتی ہو اور عادلانہ و قاطعانہ فیصلہ کرے تو وہ مسند قضا (فیصلہ) پر بیٹھ سکتی ہے اور مجموعی طور پر چونکہ فیصلہ کرنا واجب کفائی ہے اور مردوں میں یہ زیادہ کامل ہے لهذا انہیں سے مخصوص ہوگا بالخصوص فیصلہ میں ہونے والی ردوبدل جو ہوتی ہے عورتوں کے مردوں سے عدم ارتباط اور حجاب کی صورت میں منائی ہے. بالاخر جو کچھ روایات میں ملتا ہے «لیس علیهن» ہے اور بس کہ قضاوت اور اس جیسے اموران پر واجب نہیں ہیں. نہ یہ کہ جائز نہ ہو کیونکہ اُن پر زبردستی کرنے اور ان کے اثر قبول کرنے کے علاوہ کوئی اور فائدہ نہیں رکھتا.

قصاص: ہم یہاں پر مرد یا عورت کے حکم قصاص اسی طرح مردو عورت کے دیہ سے متعلق تفصیل کے ساتھ ایک مقدمہ بیان کرنے پر مجبور ھیں : مسلم طور پر خالص عقل کے مالک افراد کے لئے کافی روشن ھے کہ اسلام میں قصاص کا قانون ایک الھی اور ربانی حکم کہ شارع حکیم نے بوم سے عادلانہ روک تھام بنایا ھے اور آخری سالوں میں حقوق میں حقوق بشر کے دفاع کے بہانہ حذف قصاص کے لئے جو شور مچایا گیا اور (قصاص غیر انسانی امر ھے) جیسی تہمت لگائی گئی یقیناً عقل کی کسوٹی اورمیزان کے مطابق نہیں ھے اور ھم ان پر واضح طور پر مغربی دیوانے لیبرل افکار کا سایہ دیکھ رھے ھیں. البتہ قرآن کریم نے حکم قصاص کے آغاز نزول سے ھی (اس کے وجوب کو بیان کرنے کے بعد) اس کی علت کو بھی بیان کر دیا ھے. جیسا کہ سورہ بقرہ کی ۱۷۸ اور ۱۷۹ویں آیات ترتیب وار بیان فرمایا ھے: (یا أَیُّهَا الَّذینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصاصُ...) اے صاحبان ایمان! تم پر قصاص فرض کیا گیا ھے. (تم پر قصاص (جرم کا بدلہ لینا) واجب ھوا ھے.ھم یہاں پر ملاحظہ کرتے ھیں کہ آیت کی محوری تاکید (کلید تاکید) (الحیوۃ) ھے جو انسانی معاشرہ میں زندگی سالمیت اور حیات ایجاد کرنے اور اس کے دوام کی معنی میں ھے اور قصاص انفرادی اور اجتماعی زندگی کے دوام اور اس کی بقا کے اھم سبب کے عنوان سے اور قتل، جرم وغیرہ جیسی گھناؤنی حرکتوں سے روکنے کا ایک سبب ھے، قصاص صرف پھانسی کے معنی میں نہیں ھے، بلکہ جرم اور ظلم کی روک تھا م کرنے کے لئے مقتول کے وارثوں کا حق یا صدمہ اٹھائے شخص کا حق واپس لینے کے معنی میں پس اگر کسی معاشرہ میں قتل اور جرم سے روکنے کے لئے ایک اھم اندرونی مانع کے عنوان سے ایمانی اور اسلامی تھذیب پروان نہ چڑھے تو بلاشبہ خارجی مانع کے عنوان جرم و قتل کو روکنے کے لئے لازم ھے.

قانون قصاص کا اھم ترین حصہ قتل نفس کے قصاص کے بارے میں ھے کہ اگر مقتول کے ورثاء قاتل کے قصاص کی درخواست کریں تو قتل کے ساتھ قصاص کے عنوان سے وھی کیا جائے جو اس نے کیا ھے. مثال کے طور پر اگر قاتل نے کسی نے کسی کو چاقو مارا ھے تو قصاص چاقو ھی سے لیا جائے نہ کہ پھانسی پر لٹکا دیا جائے یا اس پر گولی چلا دی جائے یا تیر برسا دیئے جائیں کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ھوتا ھے: (فَمَنِ اعْتَدی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدی عَلَیْکُم) (سورہ بقرہ، آیت ۱۹۴) پس اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ایک کلی قانون کے عنوان سے قصاص کی رعایت کی جائے اور اعضاء کے قاص میں بھی اگر کسی مجرم نے پہلے گٹے تک ھاتھ کاٹے ھوں اس کے بعد کھنی اور اس کے بعد بازو سے کاٹ دیا ھو تو اگر صدمہ اٹھانے والا چاھے کہ مجرم کا قصاص لیا جائے تو مجرم کا یکدفع باز و نہیں کاٹا جا سکتا. بلکہ قصاص مراحل جوم کی طرح ھونا چاھئے یعنی پہلے گٹے تک اس کے بعد کھنی تک اس کے بعد بازو تک اس کا ھاتھ کاٹا جائے مگر تخفیف کی صورت میں کہ اکٹھا پورا ھاتھ کاٹ دیا جائے یا بالکل ھی معاف کر دیا جائے یا دیہ لے کر بخش دیا جائے.

یہاں پر جو شبہ (مثلہ) بھی بعض افراد کے ذریعہ کیا گیا ھے، مغالطہ سے زیادہ کچھ نہیں ھے کیونکہ (مثلہ کرنے) کی حرمت اس جگہ ھے کہ کوئی شخص مثلہ نہ کیئے ھوئے انسان کو ٹکڑے کر دے یا کسی شخص کو قتل کرنے سے پہلے اس کے اعضاء کو (مثلہ) اس کے جیسے عمل کے بغیر) کریں کہ یہ عمل شرع مقدس اسلام اور سالم عرف کے اعتبار سے ممنوع ھے لیکن ڈاکٹری آزمایش یا ایک زندہ انسان کی جان بچانے کے آپریشن اضطراری خود پر واجب ھے اورمثلہ کی جزا وھی مثلہ اور قصاص مماثل کی جزا ھے.

قصاص کی شرائط:

چار شرطوں کے ساتھ حکم قصاص کا لغو ھونا یا دیہ میں تبدیل ھو جانا واجب ھی اور پلھی شرط کے علاوہ باقی شرطیں قصاص اعضا کے بارے میں بھی ملاحظہ کی جائیں:

1 - مقتول کے ایک یا چند وارثوں کی طرف سے دیہ کی درخواست قصاص (اس حد تک درخواست سے) لغو ھو جاتا ھے لہذا باقی ورثا ء بھی اس عفو کو قبول کریں؛ کیونکہ قرآن کریم کا ارشاد ھوتا ھے: (فَمَنْ عُفِیَ لَهُ مِنْ أَخیهِ شَیْءٌ فَاتِّباعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَ أَداءٌ إِلَیْهِ بِإِحْسانٍ ذلِکَ تَخْفیفٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَ رَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدی بَعْدَ ذلِکَ فَلَهُ عَذابٌ أَلیم)
2 - اجرا کے فیزیکلی امکان نہ ھونے کی وجہ سے قصاص لغو ھو گیا ھو کہ اس موضوع سے متعلق مرد کے عورت سے قصاص لینے کی بحث میں مفصل وضاحت کی گئی ھے.
3 - اھم نقصان سے بچانے کے لئے قصاص کا اضطراری لغو ھونا یعنی اُس قصاص کو باطل اور لغو قرار دینا جس کا اجراء یقینی طور دوسروں کی جان یا ان کے مال کے لئے خطرہ ھو فرقہ وار انہ فساد اور خونریزی کا سبب ھو.
4 - قاتل کے قطعی طور پر توبہ کرنے سے خاص طور پر قصاص کو لغو کرنا، اس طرح سے عادل حاکم شرع کے لئے اس کی توبہ کسی شک و تردید کے بغیر یقین آور ھو اور قتل کے توبہ کا مطلب بھی یہ ھے

کہ وہ اپنے جرم سےاس طرح نادم اور شرمندہ ہو اور اپنی اصلاح کی سعی کرے کہ اس کی زندگی کی بقاء اور اوام خود اس کے لئےیا معاشرہ کے لئے حیات بخش ہواور بے شمار مادی اور روحانی فوائد کا حامل ہو.

یہاں پر اس نکتہ کی یاد دہانی ضروری ہے کہ قصاص کےلئے وارثوں کا حق ایک ذاتی حق ہے لیکن صالحے مصلح ، تائب قتل کا روحانی اور جسمانی حیات کا حق ایک نوعی حق ہے اور نوعی حق ذاتی حق پر ترجیع رکھتا ہے. بنابر ایناس کی نسبت قصاص نہ کرنا مقتول کے وارثوں کے حق پر ترجیع رکھتا ہے. البتہ یہ توبہ دسترسی سے پہلے یا قاتل تک رسائی نہ ہونے اور اس کیگرفتاری سے پہلے حتماً سچی ہے اور اس کا یقینی اثبات زندا میں اس کے گرفتار کئے جانے کے بعد یقین سے کہیں آسان ہے . توبہ یقین کرنے کا طریقہ اس طرح ہے کہ دو عادل گواہ عادل حاکم شرع کے سامنے یہ گواہی دیں کہ قاتل نے دوسروں کو خبر کئے بغیر خالصانہ توبہ کی ہےاور اپنی اصلاح کی فکر میں لگ گیا ہے اعمال شرعی کی انجام دہی محرمات کے ترک کرنے، مجرموں کی رہنمائی اور اسلامی ناموسوں کی حفاظت کر رہا ہے.

اب اگر سوال کیا جائے کہ توبہ کو کیسے قبول کروگے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جناب یونس نبی ؑ کی قوم نے ان سے حضرت کے منہ پھیرنے اور اللہ کے عذاب کے حتمی وعدہ کے بعد توبہ کر لی جبکہ ایمان (عند رویۃ البأس)نقصان اٹھانے میں ایمان نہیں ہے لیکن یہاں پر چونکہ یہ توبہ حقیقی تھی اس لئے خدا وند عالم نے استثنائی ور پر ان کے ایمان لانے کو قبول کر لیا اور ان پر عذاب نہیں کیا. (فَلَوْ لا كانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَها إيمانُها إِلاَّ قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنا عَنْهُمْ عَذابَ الْخِزْيِ فِي الْحَياةِ الدُّنْيا وَ مَتَّعْناهُمْ إِلى حين) (سورہ یونس، آیت۹۸) پس اگر کسی گروہ کا ایمان کہ لایا ہو، نفع بخش نہ ہو (تواس وجہ سے تھا کہ ان کے ایمان کی کوئی حقیقت نہیں تھی) جز قوم یونسؑ کے کہ وہ (واقعی) ایمان لائی تو ہم نے زندگانی دنیا میں رسوا کن عذاب کو ان سےدور کر دیا اور جب تک (ان لوگوں نے اپنے گناہ کا دوبارہ تکرار نہیں کیا) ہم نے انہیں بہرہ مند کیا. یا یہ کہ جناب سلمانؑ مشرک تھے پھر توبہ کر کے مسلمان ہو گئے تو کیا شرک بدتر ہے یا قتل ؟ مسلم ہے کہ شرک، قتل سے بدتر اس کے باوجود ان کی توبہ بارگاہ احدیت میں قبول ہوئی، پس اگر کوئی شخص کسی قتل کا مرتکب ہوا لیکن توبہ کے بعد اس کی حیاب کا استمرار (سلمان) کی طرح خود ان کے اور انسانی معاشرہ کے لئے، استثنائی طور سے اس کی توبہ قبول ہے اور قصاص نہیں لیا جائے گا لیکن اس کا خون بہا قاتل کے ذمہ ہوگا. جب تک قصاص کا اجراء انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی بقا کا ضامن ہو تو ایک ثابت حکم ہے کہ اس کا لغو کرنا صرف جانی اور مالی نقصان اور معاشرہ کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں ہے. آج کی دنیا میں خدا کا خوف تو رہ ہی نہیں گیا اور یہ چیز عادی بن گئی ہے پھر کسی شرط کے بغیر حکم قصاص کو کیسے حذف کیا جا سکتا ہے ؟ عصر حاضر کے ناگفتہ حالات پوری دنیا میں اور ناانصافی تفریق اور فساد کے دور میں اگر حکم قصاص جزم کا انتقام لینے اور جرات کرنے سے روکنے کے لئے نہ ہو تو پھر مادی توانائی کے مالک مجرمین کہیں گے کہ میں فلاں کو مار ڈالوں گا. اگر گرفتار نہ ہوا تو کچھ نہیں اور اگر ہو بھی گیا تو دیہ دے کر آزاد ہو جاؤں گا! اگر کہا جائے دیگر ممالک میں جہاں قصاص کا قانون نہیں ہے ان ممالک میں جرائم اور قتل کی تعداد ان معاشرہ سے بہت کم ہے جہاں یہ حکم ہے ہم جواب دیں گے. پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک قرآنی حکم ہےاور خدا وند حکیم خود اس کی حکمت سے زیادہ آگاہ ہے اور جرم کی تعداد میں کمی یا زیادتی اس حکم کی نفی کی توجیہ نہیں ہو سکتی صرف اور صرف مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ ہی حکم قصاص کو لغو کیا جا سکتا ہے

دوسرے بعض اسلامی ممالک میں جہاں حکم قصاص اجراء کرتے ہیں دیگر معاشروں سے جرم کی تعداد بہت کم ہے تیسرے یہ محض دروغ ہے کہ جن ممالک میں حکم قصاص نافذ نہیں ہے وہاں جرم کی تعداد کم ہے کیونکہ عالمی خبریں اور حوادث قتل اور جرم سے متعلق بالخصوص افراد معاشرہکو گرم یا سرد ہتھیاروں سے دھمکی دینا غیر اسلامی معاشرہ میں شدید نا امنی کا پتہ دے رہی ہیں. ہر ملک میں جرم کی تعداد کا اس ملک کے اسباب کےساتھ اندازہ لگایا جائےباوجود یکہ مفولی ممالک میں میں عیش و عشرت کے اسباب اعلی معیارپر فراہم کریں اس کے باوجود ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ ان ممالک میں جرائم حد درجہ ہیں اور ان سے انکا بھی نہیں کیا جا سکتا. اور اگر وہ سارے اسباب و ذرائع آمدنی دنیا کے دیگر ممالک میں بھی موجود ہوں تو جرم کی تعداد موجودہ صورتی سے کمترہو گی. اس کے باو جود کہ مغرب میں آسائش اور عیش اعلی پیمانہ پر ہے. لیکن تیسری دنیا میں سالمیت ، اعتماد، دوستی، برادری، اور خانوادگی استحکام بالخصوص اسلامی ممالک میں مغرب سے کہیں زیادہ ہے بلکہ مغربی ممالک سے اس کا موازنہ بھی نہیں کیا جا سکتا.

اب کہنا چاہیئے : حقوق بشر کے دعویدار وں کے حکومتوں کی نسبت اعتراضپر ہم کیوں توجہ نہیں دیتے کہ دیگر ممالک پر وہ حملہ کرتے ہیں مثلاً کیمیائی اسلحوں سے عراق کی بعثی حکومت کی مدد کر کے ایران اور عراق

کے باڑری صوبوں کے ہزاروں افراد کا قتل عام کرتے ھیں. یا ویتنام پر حملہ کرکے یا افریقی ممالک مینقبائلی جنگ برپا کر کے بالخصوص فلسطین میں باربار جرائم کرکے صبراً شتیلاً جنین اور دنیا کے دیگر علاقوں میں ہزاروں بے گناہ انسانوں کو خاک و خون میں غلطان کر دیتے ھیں

لیکن غایت درجه افسوس که قانون اسلامی قوانین کے اجراء کے موقع پر نقض حقوق بشر کی فریاد سنتے ھیں وہ بھی ایسا قانون جو جرم کی روک تھام خون مقتول کے اولیاء کو اجازت دیتی ھے که ان سے قصاص اور جرم کرنے کا مطالبه کیا جائے کیا یه فریاد همدردانه ھے اور وہ خاموشی عدالت کی بنیاد پر ھے.

عورت اور مرد کا کے دیه اور قصاص میں فرق:

رہا جانی قصاص که عورت کا خون بها مرد کے نصف ھے اس کی وجه یه نہیں ھے که عورت کی انسانی اهمیت مرد سے کم ھے بلکه قرآن اور سنت قطعیه نے اس کا حکم اسی طرح بیان کیا ھے که مسلمان کے لئے اس کی مخالفت جائز نہیں ھے. اس حکم کی حکمت کی بارے میں عقل ، سماجی اور خارجی چشم دید حقیقت کی تحقیقات سے کہا جا سکتا ھے: اولاً : جسمانی اهمیت کےلحاظ سے عورت کی نسبت مرد کے اذار تولید مثل کی صلاحیت کئی گنا زیادہ هوتی ھے٠نه روحی اعتبارسے) مثال کے طور پر دو کارخانه که مادی اور فیزیکلی لحاظ سے دونوں هی کے اقتصادی اسباب یکساں ھیں لیکن وجه کوئی بھی ایک کے یہاں دوسرے کی نسبت تولید زیادہ ھے. نتیجه کے طور پر اس کی قیمت بھی زیادہ ہو گی. ثانیاً ! مرد عالم اور لازمیطورپر خانواده کی اقتصادی، تربیتی اور حفاظتی لحاظ سے بنیاد هوتا ھے اور ایک مرد کےکسی عورت کے قتل کرنے پر اس کی پھانسی کی وجه سے خانوادگی اداره کی بنیاد هل جاتی ھے نتیجه یه هوگا که قصاص اور خون بها میں مرد اور عورت کے درمیان بطور مکلق مشابهت نہیں هوگی. اور یه حکم عورت پرظلم کا حکم نہیں ھے بلکه حکم الهی اور تعبدی ھے ثالثاً، محسوس خارجی حقیقت کےپیش نظر هم پوری دنیا میں دیکھتے ھیں که سرگرمیوں کے میدان میں عدد کوں کی نسبت مرد کی کارکردگی خواہ فکری هو یا جسمانی زیادہ ھے اگر هم اس وسیع و عریض نتیجه کو نظر انداز کر دیں تو کیا خون بها میں مشابهت مردوں کے جسم کی حقیقی اهمیت کے ساتھ حکم نہیں هوگا؟ اور اس وقت عورتوں کی تعداد مردوں سے(عموماً) زیادہ هی

عورت کے قتل کر دینے پرمرد سے قصاص لینے کی کیفیت:

اور یه که قدیم فقها کہتے ھیں اگرکسی مرد نے کسی عورت کو قتل کردیا تو عورت کےورثاء مرد کا نصف دیا دے کر اس کا قصاص لے سکتے ھیں صحیح نہیں ھے (اگر یہاں پر کہا جائے که روایات کے مطابق قتل مرد کے ورثه کو باقی دیه دے کر اس قاتل سے قصاص لے سکتے ھیں اور اسے پھانسی دےسکتے ھیں ! هم جواب دیں گے که مذکورہ روایات (وسائل الیثه کے اجواب القصاص فی نفس باب ۳۳) دیگر روایات سے معارض بلکه مجموعاً قرآن کے مخالف جس کا نتیجه تسلط هو گا، اسی طرح سی که اولاً : باب ۳۳ کی روایات مروی عنه صرف معصوم ھیں.که نتیجه کے طور پر دو روایت شمار هوں گی اور یه دووں رویت باقی دیه دے کر قاتل کے پھانسی کا حکم کرتی ھیں جو قرآنی نص کے مخالف ھیں. یہاں پر صرف اور صرف ایک نص کی طرف اشارہ کیا جا رہا ھے. چنانچه خدا نے فرمایا: (الانثی باالانثی) که عورت کا قصاص صرف عورت کے مقابله میں جائز ھے اور قاتل مرد کو پھانسی دینا یا دیه کی باقی رقم کو واپس کرنا (اور پھر مرد کو قتل کرنا) {الذکربالانثی} ھے که واضح طور پر (الانثی بالانثی اور الحر بالحر) کے مخالف ھے (انفس بالنفس)بھی توریت کا حکم قرآن میں منقول ھے اور اس کی وہ وجه ھے یا قاعده کلی هی که (الانثی بالانثی) قرآن کریم کی نص کے عنوان سےبھی ھے یا یه که (الانثی بالانثی) اور(الحر بالحر) سے منسوخ ھے بنابر این پهلے دو گروہ کی مذکورہ روایات اصلاً معصومین ؑ سے صادر نہیں هوئی ھیں. ثانیاً: ایک روایت فاضل دیه کے رد کے بغیر مرد قاتل کے قتل کرنا واجب کرتی ھے که گذشته دنوں روایت سے بھی معارض ھے اور قرآن کے بھی مخالف ھے، پس مقبول نہیں ھے . پس جیسا که ملاحظه هوا که مذکورہ روایات میں داخلی ثلاثی تعارض اور پہلے و دوسرے گروہ کی ساری روایات کا قرآن سے خارجی تضاد فاضل دیه دے کر قاتل کے قتل سے منع کر رهی ھیں نتیجتاً ایسی پھانسی یقیناً حرام ھے اور مرد کے نصف اعضا کے مانند برابری (که عورت کے پورے بدن کے برابر ھے) ممکنه صورت اور نه مرنے کی صورت میں قطع هونا چاهیئے.) کیونکه جان خرید وفروخت کرنے کے قابل نہیں ھے. بالخصوص یه که آیه مبارکه (فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ) (سوره بقره، آیت ۱۹۴) عدوانی جرائم کی سزا میں اعتدای بالمثل اور جرم کے مقابله اسی کے مانند یا اصطلاحاً مقابله بالمثل کو ایک قاعده کلی کے عنوان سے ذگر کیا ھے اور مقتول عورت کے ورثاء (قصاص کی درخواست کی صورت میں صرف قاتل مرد کے جسم کے نصف حصه سے قصاص لینے کا حق رکھتے ھیں. که اس نصف بدن کا دیه پانچ

سوا مثقال سونے کے برابر ھے، کیونکه اولاً که قرآن کی آیات کی بنیاد پر یقیناً مرد کا دیه عورت کے دیه سے فرق کرتا ھے اور اس کی مقدار بھی سنت قطیعه کے مطابق معین ھوتی ھے که مرد کا پورا دیه ایک ھزار مثقال سونا ھے اور عورت کا کامل دیه ۵ سو مثقال سونا ھے. البته یھاں پر قصاص بھی دیه میں تبدیل نھیں ھوگا. کیونکه مذکورہ قصاص کا اجراء عصر حاضر فیزیکل امکان ھے.

اس بات کی یاد دھانی ضروری ھے که ماضی میں گذشته فتوای کے صادر نه ھونے کی یه وجه تھی که قرآن کے نزول سے کچھ پھلے تک اس خاص وضوع میں مرد قاتل کے نصف اعضا کوقطع کرنا حکم قصاص کا اجراء ممکن ھینں رھا ھے اور قاتل مرد کے نصف بدن کا قصاص اس کیمدت پر تمام ھوتا تو پھر دیه میں تبدیل ھوگیا ھے. لیکن اس وقت سائنسی ترقی اور جراحی کی پیشرفت کے پیش نظر اس طرح کے قصاص کا امکان ھے.

پس اس وقت تمام فقھاء کے درمیان اس فتوی کا نه ھونا کسی توجیه کا حامل نھیں ھے اور در حقیقت اس قسم کا قصاص قات مرد کو مکمل پھانسی دے دینے میھکوئی تفاوت نھیں ھے . اور مرد و عورت کی جسمانی قدرو اھمیت کی عادلانه طور پر رعایت ھوتی ھے. اگرچه سنی فقھائ کے درمیان اس فتوای کا کئی سابقه نھیں ھے ، لیکن مذکورہ اور بعد کی دلیل کی بنیاد پر فقه قرآنی کی روشنی میں قصاص میں مماثلت احکام جزائی کے اجراء میں ایک قاعدہ کلی ھے اور ایسا نھیں ھو سکتا که قاتل مرد کا آدھا خون بھا اس کے ورثا کو دے کر اسے پھانسی نھیں دی جا سکتی . کیونکه جان بعضاً ھو یا کلاً قابل خرید و فروخت نھیں ھے. مثال کے طور پر آپ کو یه حق نھیں که آپ کسی شخص سے یه کھیں که آپ میرا پورا دیه میرے ورثا ء کو دیدو اور مجھے قتل کر ڈالو کیونکه یھکام در حقیقت قاتل مرد کی نصف جان کا خریدنا ھے جو کسی صورت صحیح نھیں ھے اور فاضل دیه کا بطلان بھی واضح ھے. چند آدمیوں کا قصاص لینے کے لئے ایک شخص کے قتل کا بطلان بھی واضح ھے. چناچه قرآن کریم میں ارشاد ھوتا ھے :(وَ لا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتي حَرَّمَ اللَّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوماً فَقَدْ جَعَلْنا لِوَلِيِّهِ سُلْطاناً فَلا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كانَ مَنْصُورا). (سورہ اسراء آیت ۳۳). اور حضرت ابوالحسن الرضاء نے بھی فاضل دیه کے رد کے بطلان مین اسی آیت سے استدلال کیا ھے که مشترک قتل مین ھر مجرم کا اس کے جرم کےبقدر(ممکنه صورت میں) قصاص ھونا چاھیئےیھاں پر اس نکته کی وضاحت ضروری ھے که زمان و مکان کے اقتضاء سے موضوعات احکام کی تبدیلی کسی صورت شریعت کے اصل احکام سے منافات نھیں رکھتی، کیونکه قرآن اور سنت کے احکام ھمیشه گویا، ثابت اور تبدیل ھونے والے نھیں ھیں. صرف احکام کے موضوعات جدید ھیں. بنابراین فقه قرانی، فقه گویا ھے جو ھمیشه شریعت خاتم کی وحی سے مستند ھے اور صرف موضوعات کی جدت کو قبول کرتی ھے نه احکام کی. اس وجه سے کبھی مسدود راہ نھیں رکھتی اور شریعت کے ثابت احکام مینمعمولی تغییر کے بغیر ھمیشه تمام سوالوں کا جواب گو ھے.

جیسا که ملاحظه ھوا که حکم قصاص یا دیه کی مقدار میں کبھی کوئی تبدیلی واقع نھیں ھوئی ھے بلکه عصر حاضر میں قاتل مرد کے نصف بدن کے قصاص کا موضوع چونکه ممکن ھے اس لئے مذکورہ موضوع کو شامل ھوتاھے که نتیجتاً مرد کے نصف دیه کی گنجائش نھیں رہ جاتی . آخر کار ھم نے صرف قرآن اور سنت پیغمبر (ص) کے اصول کی روشنی مین (که دونوں ھی عقل سلیم کی بنیاد ھیں) فتوای دیا ھے. اور توجه رکھنا چاھیئے که اگر مرد قاتل کے جسم کا نصف حصه کا قصاص اس کی موت یا اس کے اعضاء کے بیکار ھونے کاباعث ھو تو ایسی صورت میں یه قصاص) دیه میں تبدیل ھو جائے گا اور صرف انھیں اعضاء کو قطع کیا جائے گا جو ان مذکورہ چیزوں کا نه ھو بھر صورت اسنصف یا عورت کے پورے جسم کے درمیان مساوات کی عادلانه رعایت کی جائے.

حیرت انگیز فتوی۴: ۲؟!

اسی طرح اکثرروایاتی فقهاء کے فتوای کےمطابق عورت کی ایک سے تین انگلی کی دیت مرد کی ارئے تین انگلی کی دیت کے برابر هے لیکن اگر عورت کی چاروں انگلیاں قطع هوجائیں تو اس کی دیت دو انگلی کے برابر دیت کی هے! افسوس که یه فتوای ایک روایت کے مطابق هے جس کی امام جعفر صادقؑ کی طرف نسبت دی گئی هے، جس کا نتیجه یه هوتا هے که عورت کی چار انگلی کی دیت اس اس کی تین انگلی کی دیت سے کم اور دو انگلی کی دیت کے برابر هے، لیکن یه مشهور فتوای آیت (مقابله به مثل) کی نص سے باطل هے. اسی طرح (افلاتعقلون) کیا تم لوگ عقل سے کام نهیں لیتے؟!

اس کے علاوه بهت سارے روایاتی فقها کهتے هین: مرد اور عورت کے کسی ایک اعضا کا دیه اُن میں سے هر ایک کے کامل دیه کے برابر هے! لیکن اگر دو عضو ایک جیسے هوں جیئے آنکھ، کان، گرده اور بیضوں کے علاوه تمام جفت اعضاء متوان میں سے هر ایک نصف بدن کے برابر ارزش رکھتے هیں!

جبکه اس طرح کی قسمت گذاری بالکل هی غیر منصفانه هے، قرآن کے مخالف اور غیر عقلی هے، چنانچه هر شخص کے فرد اور زوج اعضا کی دیت کے حساب سے هم ملاحظه کرتے هیں که انسانکے مجموعی اعضاء مرد و عورت کے پورے خون بها کے مقابله میں دسیوں برابر هے که اس اعتبار سے بدن کے جز جز کی قیمت مجموعی اعتبار سے کل بدن سے زیاده هے اور یه بات اصل عقلی (که کل، جز سے بڑا هے سے منافات رکھتا هے اس کے علاوه ایک مشکل یه بھی هے که یهاں پر کوئی مماثلت اور شباهت نهیں پائی جا رهی هے: کیونکه بدن کے هر ایک حصه کی قسمت مجموعی اعتبار سے بدن کے مساوی هونا چاهیئے نه یه که کل سے دسیوں برابر زیاده هو جائے!

رها اس سوال کا جواب که عورت کے پورے بدن کی دیت مرد کے ایک بیضهکے برابر کیوں هونا چاهیئے جبکه مرد کے بدن کا ایک چھوٹا ، حصه هے اور اس کے بغیر بھی مرد اپنی زندگی باقی رکھ سکتا هے؟ اس کا جواب یه هے که اولاً یه فتوای مخالف قرآن هے اور اسے عقل سلیم بھی قبول نهیں کرتی چناچه قرآن نے آیه (مجروح قصاص) سے اس حکم کی وضاحت کر دی هے که اثنی مص پر زخم وارد کرنے حکم قصاص ان کی جنس کے مطابق هونا چاهیے، ثانیاً اجزائے بدن کی دیت احکام کا موضوع هے که اسپشیلسٹ کے علاوه اس سے متعلق نظریه دینے کا حق نهیں رکھتا، چونکه آیت کریمه (فَبَشِّرْ عِبادِ. الَّذِینَ یَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُونَ أَحْسَنَه) اور آیه مبارکه (وَ أَمْرُهُمْ شُورى بَیْنَهُم) مجموعی طور پر بهترین اور اعلی ترین نظر صالح ماهر ین کی نظر مانی هے اور اس کی پیروی واجب جانی هے. اس کے لئے عادل ماهر ین اعضاء کی دیت سی متعلق ایک کمیٹی هونی چاهیئے. یعنی عادل اور ماهر ڈاکٹروں (قانون ڈاکٹروں) کم از کم ایک بار همیشه کے لئے بدن ی مختلف اعضاء کی دیت اولویت اور اهمیت کے لحاظ سے (کامل دیت کی نسبت قیمت گذاری)کر کے یقین کر لیں. اس اعتبار سے جو اعضاء زندگی کے لحاظ سے زیاده اهمیت کے حامل هیں انهیں دیگر اعضاء پر مقدم کریں اوران کی مقدار بھی سونے کی واحد مثقال کے لحاظ سے حساب کریں تاکه مختلف زمانه مین پیسوں کی بڑھتی اور گھٹتی قیمت کا اسی محاسبه پر اثر نه پڑے.

بنابر این عدالت کا اقتضاء یه هے که پورے جسم کا خون بها جسم کے ایک فرد یا زوج اعضا پرتقسیم کریں که اس عادلانه تقسیم ایک آنکھ ، ایک گرده یا مرد کے ایک بیضیکی قیمت مرد یا عورت کے تمام بدن کی نسبت بهتهی کم هے نه یه که عورت کے کام بند کی دیت مرد کے معمولی بیضه جیسے عضو کے برابر هو.

یھاں پر ملاحظه ھوتا ھے که روایاتی اور غیر قرآنی فکر دین اور عقل سے فراری ھے لیکن عقه قرآنیدین اور عقل کی پسندیده چیز ھے اسی وجه سے شیعه اور سنی کے درمیان ایسے نامعقول فتووں کی وجه سے میں نے فقھی فتووں کی مکمل بررسی کرنی شروع کر دی اور قرآن و سنت میں غور و خوض کرکے رد تبصرة الفقھای) نامی فقھی استلالی کتاب میں پانچ سو سے زیاده فتوے قرآن اور سنت مخالف پر تنقید کی اور قرآنی فتووں میں سے اھم حصه کو بھی میں نے توضیح المائل کوین) میں درج کردیم.

غم انگیز اور فاش مظالم میں سے ایک عورت اور حرمت ابدی مرد کی حقوق کی نسبت ظلم ھے که بعض مواقع پر خانوادگی شیرازه بکھرے کا باعث ھوتا ھے، وه روایاتی فقھاء کی جانب سے اس مضمون کا مشھور فتوای ھے که اگر کوئی مرد کسی عورت سے عده طلاق یا وفات میں عقد کر لے اور ھمبستری کے بعد (ان میں سے کوئی ایک یا دونوں ھی) با خبر ھوں که عده کی حالت مین کسی عورت سے شادی کرنا حرام ھے تو ان کے درمیان ھمیشه ھمیشه کے لئے حرمت ابدی ایجاد ھو جائے گی.

یھاں پر اس ظالمانه فتوی پر تنقید کرنے اور اس کی رد کرنے کے علاوه نا معقول نتائج کے نمونے که ٹوٹ رشتوں پر موقوف گرم خانوادگی نظام درھم برھم ھوجائے گا اور ھم حاشیه میں اس کی طرف اشاره کر رھے ھیں. (ایک مومن نے مجھے افسوس ناک واقعه کی خبر دی. اس نے کھا: ١٣٦ ھ ش، کے اوائل میں ایک دن میں کام تمام کرنے کے بعد اپنے گھر گیا لیکن حیرت ھوئی که میری بیوی مجھ سے پرده کر رھی ھے اور ایک کونه میں بیٹھی رو رھی ھے. میں نے اس سے پوچھا کیا بات ھے؟ کیا ھوا؟ اس نے کھا: آج میں محله کے حمام میں گئی تھی تو دیکھا که ایک عورت گریه کر رھی ھے. میں نے اس سے سوال کیا کیوں رو رھی ھو؟ تو اس نے اپنی ساری داستان مجھے سنائی که اس وقت اس جرم میں میں بھی گرفتار ھوں. اس عورت نے کھا: میں مطلقه تھی اور عدت کی حالت میں کسی مرد سے ازدواج کی حرمت سے باخبر نھیں تھی اور میں نے ایسا کر لیا، لیکن چند سالوں کے بعد متوجه ھوئی که مشھور فتوے کے مطابق میرا ایسے شوھر کے ساتھ رھنا حرمت ابدی رکھتا ھے! اسی وجه سے چند بچوں کی ماں ھونے کے میں نے جدائی کا فیصله کر لیا . اس واقعه کو نقل کرنے کے بعد میری بیوی نے کھا : میں بھی شادی کے وقت عدت میں تھی لیکن میں اس کی حرمت سے آگاه ھیں تھی اور میں نے یه بات آپ کو نھیں بنائی .

اس مرد نے اس کے بعد کھا : میں ایک طرف سے ناراض ھوا اور دوسری طف شرعی فریضه کا احساس کیا پھر میں نے اس زمانه کے مراجع مرحوم آقا شریعتمدار ، آقا خمینی ، آقا مرعشی اور مرحوم آقا گلپائیگانیکی طرف رجوع کیا اور اس مسئله کا استفتاء کیا تو سب نے متفقه طور پر کھا که تم ایک دوسرے کی نسبت حرمت ابدی رکھتے ھو! اس وقت میں نے حکم الھی کا اجرا ء کیا اور دو بیٹیوں کی ماں سے جدا ھو گیا، جبکه اس سے مجھے کسی قسم کی مشکل نھیں تھی اور ھم دونوں ایک دوسرے سے مکمل طور پر راضی تھے.

دوسرا نموه یه که قم کی عدالت کے ایک وکیل نے ایک واسطه سے مجھے بتایا که ١٣٤٦ھ ش عدالت کے فیصله سے ایک حقوقی فائل بند کرنے کا اعلان ھوا ھے اور یه ایک مرد اور عورت سے متعلق تھی که جن کے درمیا کوئی اختلاف نھیں تھا صرف عدت کے درمیان عقد کی حرمت سے بے خبر تھے چند سال باھمی زندگی گزارنے اور چار بیٹیوں کی ماں ھونے کے بعد شوھر سے جدا ھو گئی!

البته عدت کی حالت میں ایسی ازدواج یقیناً حرام ھے اور خود بخود جدائی اور طلاق ھو جاتا ھے، لیکن (قرآنی دلیل سے که بعد میں حاشیه میں ھونے پر اس عورت کو (طرفینی توبه کی شرط سے) عقد کرن سکتا ھے اگرچه افسوس ھے که روایاتی فقھا دیگر ردنسلی فتووں سے زیاده بعض

مردوں اور عورتونکے درمیان ازدواج کے حرمت ابدی سے متعلق مذکورہ فتوی میں اضافہ کیا ھے، لیکن میں دو اصلی روائی کتابوں[۲] کی مکمل بررسی کرنے کے بعد اس سلسلہ میں اس نتیجہ پر پھنچا کہ ان فتووں کا سرچشمہ ایک دوسرے کش مخالف اور متضاد اور قرآن مخالف روایات ھیں اس وقت قرآن کریم میں تدبر کرکے ھم ملاحظہ کرتے ھین کہ قرآن (وَ أُحِلَ لَکُمْ ما وَراءَ ذٰلِکُم) (سورہ نساء، آیت ۲۴) ایسے مذکورہ بالا فتووں کو باطل کرتا ھے اور صرف دو مورد مینحرمت ابدی قابل قبول ھے اور و ہ مرد و عورت کے نکاح کی حرمت ابدی ھے جو ان دونوں کے دمیان طلاق کے بعد نکاح ھوا ھو. اسی طرح ملاعنہ عورت سے زوجیت کے استمرار کی حرمت ذکر کی ھے[۳]

رضاعت کے محرمات:

عورتوں اور مردوں کے درمیان ازدواجی حقوق سے نسبت جن مسائل سے مشکل ایجاد کر دی ھے (اور فقھی ضرورت کے عنوان سے مسلمانوں کے درمیان رائج ھوا ھے) یہ ھے کہ شیعہ اور سنی فقھاء کی اکثر یت نے قرآنی حکم کو نظر انداز کرکے رضایت کی وجہ سے محرومین کو دوفر (مادر رضاعی اور بھن) مردوں اور عورتوں کے سے ۱۲سے ۱۴، گروھوں تک توسیع کی ھے لیکن ھم یھاں پرقرآن کریم میں دقیق اور غائرانہ نظر ڈالنے کے بعد ھم اس نتیجہ تک پھنچتے ھیں کہ خدا وند عالم نےنسبی ھفتگانہ محارم کا شمار کرنے کے بعد رضایت کی وجہ سے صرف اور صرف دو فرد کو محارم میں شمار کیا ھے اور حرمت ازواج کے بارے میں صرف رضاعھی ماں اور بھنکو نسبی ماں اور بھن سے ملحق کیا ھے . بنا بر یں آیہ مبارکہ (وَ أُمَّهاتُکُمُ اللاَّتي أَرْضَعْنَکُمْ وَ أَخَواتُکُمْ مِنَ الرَّضاعَةِ)(سورہ نساء آیت ۲۳) کی نص خود صراحت کے ساتھ دو خاص فرد میں رضاعی حرمت

---

[۲]- جامع احادیث الشیعہ و وسائل الشیعہ.

[۳] أ کیونکہ آیت (عَلَیْکُمْ وَ أُحِلَ لَکُمْ ما وَراءَ ذٰلِکُم) کا دونوں فرد کی نسبت اطلاق قانونی پھلو کا حامل ھے اور نص یا ظاھر مستقر کا اطلاق ان دونوں کو شامل نھیں ھے . بنابر ایں سنت قطعینہ نے جو مذکورہ دو فرد کے ساتھ ازدواج کی حرمت ابدی کو بیان کیا ھے، قرآن سے کوئی منافات نھیں رکھتا اور قرآن میں ذکر شدہ ازدواجی محرمات صرف اور صرف نسبی سببی اور رضاعی محارم سے ابتدائی حرمت سے متعلق ھے اور اس کے بعد آیہ (عَلَیْکُمْ وَ أُحِلَ لَکُمْ ما وَراءَ ذٰلِکُم) نے بقہ ابتدائی ازدواج کو حلال کیا ھے بنابر ایں جو روایات محارم کے علاوہ معین افراد سے ابتدائی ازدواج کو قرآن میں دائمی حرمت بتاتی ھیں ، وہ قرآن مخالف ھیں اور قابل قبول نھیں ھیں ، رھی ملاعنہ عورت اور دو طلاق کے بعد نئی بنیاد پر قابل قبول اور ھم اس کی پیروی کرتے ھیں. کیونکہ پھلی بات یہ ھے کہ ملوعنہ کے سلسلہ میں نص قرآن کے مطابق ایک مرد یہ دعوای کرتا ھے کہ اس کی بیوی نے زنا کی ھے، سب سےپۃ چار بار اس طرح خدا کی قسم کھائے گا کہ میں اپنے اس دعوای میں سچا ھوں اور پانچویں مرتبہ کھے گا کہ مجھ پر خدا کی لعنت ھو اگر میں جھوٹا دعوای کروں. اور عورت بھی اپنی برأت کے لئے قسم کھائے گی کہ میرا شوھر پھوٹا ھے اور اگر وہ سچا ھے تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ھو. نتیجہ یہ ھوگا کہ ان میں سے ایک تھمت لگانے والا شمار ھوتا ھے کبھی ان دونوں کے درمیان تناسب اور کفو ھونا (کہ ازدواج کے صحیح ھونے کی شرط ھے) پائی نھیں جاتی پس اس وجہ سے ملاعنہ کی بیوی عورت (وَ أُحِلَ لَکُمْ ما وَراءَ ذٰلِکُم) اس کے شامل نھیں ھو گا.

ثانیاً . ور دیں طلاق کے بعد استمرار ازدواج کی ابدی حرمت خود عورت اور مرد کی درمیانصلح و آشتی کے امکان کی نفی پر دلیل ھے، کیونکہ وردیں طلاق سے پھلے اس عورت نے دو بار شادی کی اس کے بعد دوسرے اور تیسرے شوھر (ترتیب وار طلاق کے فاصلوں) میں ھمبستری ھوئی اور جبر کے بغیر آشتی کی وجہ سے ان لوگوں سے دوبارہ طلاق لی ھے. اس کے باوجود پھلے شوھر نے اسے مریہ تین بار طلاق دی پھر بعد کے ازدواج کی کوئی گنجائش نھیں رہ جاتی.

رھا افضا شدہ ایسی عورت جس کے پیشاب اور پاخانہ کا مقام ایک ھوگیا ھو ، عورت کے بارے میں تو اس کے ساتھ استمرار ازدواج حرمت ابدی کا حامل نھیں ھے بلکہ صرف اس کے ساتھ ھمبستری کرنا حرام ھے جو (وَ أُحِلَ لَکُمْ ما وَراءَ ذٰلِکُم) سے کوئی منافات نھیں رکھتا. چونکہ آیت نے ، نسبی ، سبب اور رضاعی محارم کے علاوہ کے ساتھ ازدواج کی حرمت ابدی کو حلال کیا ھے نہ وقتی ھمبستری کی حرمت کو جیسے اور دہ ، حیض نفاس اور احرام کی حالت میں ھمبستری ، حلیت ازدواج کے باوجود ھمبستری کی حرمت وقتی (عارضی) ھے بنابر ایں اگر اقضاء شدہ ضرورت ڈاکٹری اور سرجری معالجہ دوبارہ اپنی سلامتی پا لے تو اس عورت سی ھمبستری بھی جائز ھے.

کی گواہ ھے اور بس. اور حدیث (یحرم من الرضاع ما یحرم من انسب) جو نسب کی وجہ سے حرام ھے وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ھے۹ سے استناد درست نہیں ھے کیونکہ حدیث کا اطلاق کی صورت آیت کے مفید نص کو مطلق نہیں بنا سکتا کہ اسے اپنے ماتحت قرار دیدے. (اگربعض روایاتی فقھا کھیں بھی: قرآن رضاعت کی حرمت کو اختصار کے ساتھ معین کیا ھے اور اس کی تفصیلروایت کے ذمہ چھوڑ دی ھے تو ھم اس کا جواب دیں گے : اولاً : اعلی فرد ادنی نمونہ کا بطریق اولی بیس، ثانیاً اگر اختصار گوئی کا باب پیش ھوتا تو پھر اس مختصر کے بجائے اس کی تفصیل کے دس جملہ ھوتا ھے اور میں ھفتگانہ تمام نسبی محارم کو شامل کیوں نہیں ھے ایک ایسا مختصر کہ بھت ھی مختصر دوران تینوں جملوں سے زیادہ شامل (ھن من الرضاعۃ)نہیں ذکر ھوا ھے تاکہ سارے ھفتگانہ نسبی محارم کو شامل ھو؟! جبکہ ھم افسوس کے ساتھ ملاحظہ کرتے ھیں ان فقھاء نے نہ صرف دو مورد کو بارہ اور سنیوں نے ۱۴، گروہ میں تقسیم کیا ھے. کہ انھیں میں سے سببی رابطہ جو فقھی اصطلاح میں (مصادوہ، دامادی) ھے نسبی رابطہ ھے.نسببی رابطہ ھے . اب اگر بالفرض ھم نص قرآنی کی مخالفت میں اطلاق حدیث پر عمل کرنا چاھیں تو صرف وھی شیر خوارگی کا رابطہ حرمت ازدواج کا باعث ھے جو نسبی ھفتگانہ رابطوں ک جاگزیں ھو. یعنی مثلاً (دوسروں کے فتوے کے مطابق) رضاعی ماں اور بھن کے علاوہ کچھ دیگر افراد جسے دوسرے شوھر سے بیٹی ، پھوپھی،خالہ، بھتیجی، بھانجی وغیرہ.

جبکہ یہ فتوے دینے والے حضرات نے رضاعی بیٹے کی بیوی اور اس کے منند کہ سبی رابطہ رکھتے ھیں کو بھی اضافہ کیا ھے جبکہ رضاعی حرمت صرف اور صرف ازدواج سے مخصوص ھے کیا دو عورت یا دو مرد کے درمیان ازدواج ممکن ھے؟ بنا براین رضاعی بیٹا مرد اور رضاعی بیٹی عدوت کے لئے کوئی معنی نہیں رکھی؟ اس مسئلہ کی تفصیل رسالہ (توضیح المسائل نوین) اور فقھی استدلالی کتاب (تبصرۃ الفقھا) میں ملاحظہ اس وقت ھارے پاس نص آیت کے مطابق معصومین ؑ سے بھی حدیث موجود ھے. بنابر این رضاعی محارم صرف مندرجہ ذیل ھیں :

1 -وہ عورت جس نے اس بچہ کو دودھ پلایا ھے .
2 -تمھاری بھن کہ شیرخوارگی میں دونوں ھی نے ایک دایہ کا دوھ پیا ھے .
3 -وہ لڑکی جس نے تمھاری ماں کا دودھ پیا ھے خواہ تم نے اپنی ماں کا ھو یا نہ.

اگرچہ پیغمبر اسلام (ص) نے دعوت توحیدی کے آغاز سے ھی دین اسلام کا آسان اور سھل شریعت کے عنوان سے تعارف کرایا ھے لیکن مسلمانوں کی جایت سے قرآن سے دوری کا جو اس شریعت میں لباس پھنایا گیا ھے اس نے اس کا چھرہ بگاڑ دیا جو واقعی اسلام کی حقیقت سے منافات رکھتا ھے. چنانچہ سے قرآن کی نص کے مخالف اس محتوای کا نتیجہ بعض اسلامی معاشرے کے لئے ناگوار مشکلات کا باعث ھوا بالخصوص دیھی علاقہ اور قصبہ میں جھاں عورتیں (دائی) کے عنوان سے خدمت کرتی ھیں تاکہ بچوں کو (خواہ ان کے رشتہ دار کے ھوں یا پڑوسی کے) دودھ پلائیں اور ھم اس ادواجی مشکلات کے نمونے حاشیہ میں پیمان کر رھے ھین (۱۳۷۶ھ ش) میین علوم قرآن کا ایک طالب علم ٹیلیفون کے ذریعہ اس طرح سے ایک مسئلہ نقل کیا جو اصفھان کے قمشہ ای قصبہ (ٹاون ایریا) میں رونما ھوا تھا کھتا ھے: یھاں پر رائج یہ ھے کہ صحت مند عورتیں (اپنے رشتہ داروں اور پڑوسی کے بچوں کو دودھ پلاتی ھیں . پھر چند سالوں بعد تقریباً پچاس خانوادہ کے لڑکے اور لڑکیاں مسائل رضاعت اور فتوائے مشھور کی رعایت کی وجہ ایک دوسرے سے شادی نہیں کر سکتی اور سارے مراجوع سے بھی اس سلسلہ میں انھوں نے استفضاء کیا ھے. اور سب نے بالا تفاق اس طرح کی شادی کو حرام جانا ھے اب آپ کیا کھتے ھیں ؟ میں نے جواب دیا: (یستفتونک قل اللہ یفتیکم) تم سے پیغمبر (ص) فتوای چاھتے ھییں تو ان سے کہ دو خدا تمھیں فتوای دے گا. ثانیاً قرآن کریم کی نص سے رضاعت کے باب میں صرف ارو صرف رضاعی ماں اور بھن سے شادی بیاہ حرام ھے اور باقی افراد نامحرم ھیں اور آپس میں شادی بیاہ کر سکتے ھین یہ خوشحال ھوئے اور چند دنوں بعد دوبارہ ٹیلیفوں کر کے بولے: آپ کو خوشخبری دیتا ھوں کہ دس قرآنی فتوےسے تقریباً ۵۰ سخاندانوں کی مشکلات بر طرف ھو گئیں. (والحمد للہ رب العالمین)

قضائی مسائل میں عورتوں کی گواھی :

جنسی امور کے سلسلہ میں عورتوں کی گواھی (مصاعقہ)چپٹی کھیلنے یعنی عورت کا عورت سے جنسی کھیل کرنا) اور کنوارے پن کے علاوہ میں قبول نہیں ھے کیونکہ جنسی جرائم کو دیکھنے کے عورت کا وھاں موجودھونا اخلاق کے خلاف ھے. اور ان کی پاکدامی کے منافی ھے اس کے علاوہ باھر کی رفت و آمد کہ شھادت کا مورد ھو . عام طور پر مردوں کے لئے ھے نہ عورتوں کے لئے . آخر کار مردوں کی ذمہ داری ھے کہ عمومی عفت کی حفاظت کی خاطر جنسی بی راہ روی اور خلاف ورزی کو لوگوں کے مجموع میں انجام پاتے دیکھیں اور ان کا و ھاں پر واجب کفائی ھے. پھر عورتوں کی نوبت ھی نھیں آتی. البتہ پوشیدہ طور پر ھونے

والے زنا کا تجسس اور کھوج کرنا کسی کے لئے نھیں ھے . اور زنا کا علم یا چار عادل گواھوں کے علاوہ افراد کا دیکھنا اور زنا کا اقرار صرف نھی از منکر کا سبب ھے نہ درکا، بلکہ ایسے موارد میں اگر (گواھی دی جائے) تو گواھی دینے والے کی سزا ۸۰، کوڑے مارنا ھے.

اور اگر مالی امور میں عورت کی گواھی مرد کے نصف ھے کہ دور مردں کی گواھی ایک مرد اور دو عورت کے برابر ھے (اور نہ تھی چار عورتیں) یھاں پر بھی یہ حکم تعبدی نص قرآن کے مطابق قبول ھونا چاھیےکہ (وَ اسْتَشْهِدُوا شَهيدَيْنِ مِنْ رِجالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَ امْرَأَتانِ)(سورہ بقرہ آیت ۲۸۲) یعینی ایسے قضائی امور میں دو مرد کوو گواہ بناؤ اور اگر دو مرد نہ ھوں تو پھر ایک مرد اور دو عورت یہ کتی نیاقوریہ آیت نے مالی مسائل کے انکار یا اثبات میں عورتوں کی فراموشی اور نرمی دلی اس حکم کی حکمت ھے (أَنْ تَضِلَّ إِحْداهُما فَتُذَكِّرَ إِحْداهُمَا الْأُخْرى‏ وَ لا يَأْبَ الشُّهَداءُ) (سورہ بقرہ، آیت۲۸۲) دوسرا اگر دو عورتوں میں سے کوئی ایک دیکھے ھوئے واقع کو فراموش کر دیں یا پھر حیرانی کا شکار ھو جائیں(تضل یھاں پر ضلالت اور گمراھی کے معنی میں نھیں ھے بلکہ (ممن ترضون) کی وجہ سے حیرانی اور فراموشی کے معنی میں شھادت کے باوجود ھے. لیکن یھاں پر قرآن حکم ذکر کرنے کے بعد اس کی علت یا حکمت کو بیان کیا ھے.

بنابر این ایسا حکم قبل تغییر اور استقناء ھے. کہ اگر عورت یا عورتیں ایسی نہ ھوں تو مردوں کی طرح ان کی مالی امور میں گواھی قابل قبول ھے اور اس کے برعکس اگر ایک مرد یا چند مرد بھلکڑ اور نرم دل ھوں تو ان کا بھی حکم انھیں فراموش کرنے والی عورتوں کی طرح ھے.

ص ۱۵ تمام شد.(...)

ھر صورت مرد اور عورت دونوں ھی اپنی گواھی کا اظھار کرنے میں (ممن ترضون من الشھداء) کا مصداق ھوں کہ کم از کم شھادت (گواھی) میں یقین آور گواھی ھے خواہ مردوں سے ھوں یا عورتوں سے یا دونوں سے.

باکرہ اور ثیبہ ھونے اور چپٹی کھیلنے والی کو گواھی کے باب میں حاملہ اور اس جیسی عورتوں کی ایسی خصوصیات کے بارے میں صرف اور صرف عورتوں کی گواھی قبول ھے اور ساحقہ اور اس جیسے کاموں کے سلسلہ میں مردوں کی گواھی ھرگز قابل قبول نھیں ھے، کیونکہ مردوں کے لئے یہ دیدار ھرگز ممکن نھیں ھے کیونکہ عورتیں ایسے دیدار کو برداشت کرنے کی طاقت نھیں رکھتیں.

طلاق:

جھاں ازدواج ایک لازم عقد اور مرد کے درمیان ایک شرعی شرکت ھے بنابر این اس کی بقا اور عدم دونوں ھی طرفین کی رضایت اور شرعی معیاروں کے مطابق ھونا چاھیے اور عذر شرعی کے بغیر طلاق طلاق آیہ کریمہ (اوفوبالعقود) کے مطابق مرد اور عورت میں سے ھر ایک پر حرام اور باطل ھے. اور (عاشروھن بالمعروف) جیسی آیایت کے مطابق کہ عورتوں کے ساتھ طلاق کے بعد حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کے بارے میں ھے. یہ معاشرت شایستھ ازدواجی زندگی کے بحال ھونے کے دوران بھت ھی بھتر ھے کیا ناقابل اصلاح محروحرج کے بغیر طلاق شائستہ معاشرت کھلائے گا کہ مرد اصلاح کے امکان کی صورت میں (یا اس سے بدتر عدم محروحرج) اپنی بیوی کو طلاق دیدے ! جبکہ طلاق شدہ عورت کا دوبارہ نکاح کرنا طلاق دینے والے سے کھیں مشکل ھے!

اس وقت یہ خود عقد لازم کا ایک لازمہ ھے کہ صرف اور صرف طرفین ک موافقت یا عروحرج کی وجہ سے قابل جدائی ھے اس بنیاد پر میاں اور بیوی میں سے ھر ایک ازدواجی زندگی کے باقی نہ رکھنے کی صورت میں ایک دوسرے سے جدا ھو جائیں اور طلاق مرد میں منحصر نھیں ھے.

دوسری طرف عورت بھی حرج ، ضرر اور مرد کے ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں نہ نبھانے اور زندگی کے عادی اسباب فراھم نہ کرنے کی صورت میں طلاق لینے کا حق رکھتی ھے یا اس سے بالاتر یہ ھے کہ اگر ازدواجی زندگی کو باقی رکھتے ھیں تو حدود الھی کے پامال ھونے کا خطرہ ھو آیہ کریمہ(إِلاَّ أَنْ يَخافا أَلاَّ يُقيما حُدُودَ اللَّهِ) (سورہ بقرہ، آیت / ۲۲۹) کی بنیاد پر اگر اس بات سے خوفزدہ ھوں کہ ایسی حدود اور قوانین کا اجراء نھیں ھو سکے گا، اس شرط اور عدم اصلاح کی صورت میں شرعی اعتبار سے ایسی طلاق واجب ھے کہ اگر شوھر بھی ایئے طلاق پر راضی نہ ھو تو عادل حاکم شرع ولایت شرعیہ کی بنیاد پر عورت کو طلاق دیدے گا یا کوئی دوسرا بلکہ دو شاھد عادل کے سامنے خود بھی صیغہ طلاق جاری کر سکتی ھے تاکہ احکام الھی کا اجراء ھو اور اس زندگی کی بقا ظلم اور گناھوں کے انجام دنے کا باعث نہ ھو .

ھاں ، طلاق صرف اور صرف اس صورت پر واجب ھے جب حقوق کے ترک کرنے اور احکام الھی کے تعطیل ھونے کا باعث ھو اگر ناراضگی طرفین سے ھے تو اس کو (طلاق مبارات کھتے ھیں کہ اس طلاق کے اجرا میں صرف عورت کے مھر کا کچھ حصہ بخشا جائے گا. اور اگر یہ خوف اور ناراضگی عورت کی طرف سے ھو تو اس طلاق کو اصطلاح میں (خلع) کھتے ھیں کہ عورت زیادہ سی زیادہ اپنا پورا ھراس طلاق کے لئے شوھر کو نجس دے گی . اور اگر صرف سرد مناسب اور شائستہ علتوں کی وجہ سے عورت کو طلاق دینے کا فیصلہ کر دیا ھے نہ عورت تو اسے طلاق رجعی کھتے ھیں (جز بعض موارد کے) اس طلاق میں عدت کے اندر اصلاح کے فیصلہ صرف مرد عورت سے رجوع کر سکتا ھے اور اگر مشترکہ زندگی کی اسلاح کے علاوہ کوئی قصد رکھتا ھو منجملہ ھر پامال کرنے کی دھوکہ اور عورت کو طلاق خلع پر مجبور کرنا ھو تو یہ رجوع باطل ھے، کیونکہ (وَ بُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ في‏ ذلِكَ إِنْ أَرادُوا إِصْلاحاً) (سورہ بقرہ، آیت ۲۲۸) ان عورتوں سے رجوع کرنے میں (دوسروں کی نسبت) زیادہ حقدار ھیں اگر اصلاح کا ارادہ رکھتے ھوں (البتہ یھاں پر اس کے مھر میں سے کچھ بھی کم نھیں ھو سکتا مگر یہ کہ عورت سے کوئی برا عمل سر زد ھو اور اسی علت سے مرد اسے طلاق دے تو یھاں پر مھر کا کچھ حصہ نابود ھو جائے گا. شوھر کا شرعی دلیل کے بغیر اپنی بیوں کو طلاق دینا ھر صورت حرام اور باطل ھے لھذا جھاں تک ممکن ھو اپنی اصلاح کریں اور آخر میں (فَابْعَثُوا حَكَماً مِنْ أَهْلِهِ وَ حَكَماً مِنْ أَهْلِها إِنْ يُريدا إِصْلاحاً يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُما) (سورہ نساء، آیت/۳۵) شوھر کے خاندان سے ایک ثالث اور عورت کے خاندان سے ایک ثالث بھیجے اگر یہ لوگ اصلاح چاھتے ھو خدا ان دونوں کے درمیان رابطہ برقرار کر دے گا. (کہ طلاق سے نجات پا جائیں) اس بنیاد پر طلاق بھی چونکہ طرفینی حق ھے اور ھرگز شوھروں سے مخصوص نھیں ھے اور یہ فتوای ھے کہ مر ھر صورت طلاق دے سکتا ھے، ظالمانہ اور قرآن مخالف فتوای ھے.

ص۱۷)

میاں اور بیوی کے مشترکہ حقوق:

قرآن کی روشنی میں مرد اور عورت کے درمیان زندگی کے حقوق یکساں اور عادلانہ ھے ایسا نھیں ھی کہ مرد عورت سے زیادہ حق رکھتا ھے! (وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَ لِلرِّجالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ) سورہ بقرہ، آیت ۲۲۸)عورتوں کے لئے بھی (ازدواجی زندگی میں) وھی کچھ ھے جو ان (مردوں) کے ذمہ ھے بالکل اسی طرح جو (عرف اور اسلامی شرع میں مصروع ھے) صرف مرد رتبہ میں عورتوں سے برتر ھیں لیکن یہ برتبری اور کے نزدیک کوئی فضیلت اور کرامت نھیں ھے بلکہ (درجہ) کا مفرد ھونا ، عربی ادب کے لحاظ سے صرف مرد کا طلاق رجعی میں اصلاح کی غرض سے رجوع کرنے کا جواز ھے. (ان کے شوھر ان عورتوں سے رجوع کرنے میں اصلاح کی غرض سے طلاق کے بعد (دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ھیں. یہ بھی اس سلسلہ میں ایک اشارہ ھے کہ طلاق میں ازدواجی زندگی کی بقا ھے ناقابل برداشت فرد کے سلسلہ میں اور بس اور آیہ (الرِّجالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّساءِ) (سورہ نساء، آیت۳۴) نے بھی صرف مردوں کو عورتوں کی زندگی کا محافظ اور نگھبان قرار دیا ھے کہ مادی زندگی کے ادارہ کرنی کے لحا ظ سے بھی اور عفت کی پاسداری کے لحاظ بھی اسے ان کی پاسداری کریں . ورنہ یہ کہ (قوامون) مرد سالاری اور ریاست اور عورتوں پر مردوں کی بطور مطلق برتری ھوگی، کیونکہ قوام، فعال کی وزن پر قوام، قیام اور قیمت سی ماخوذ ھے اور بھت زیادہ پائیداری کرنے اور ثابت قدم رھنے اور زندگی کو اھم بنانے والی کے معنی میں ھے کیونکہ خطروں کے موقع پر اپنے حدود کی حفاظت کرنے میں عورتوں کی مردوں کی نسبت توانائی کم ھوتی ھے، اس مھم میں مردوں کو قوی پاسدار کے عنوان سے ذکر ھوا ھے. نہ یہ کہ عورتوں پر ظلم و ستم کے پھاڑ توڑ یں اور غیر دانشمندانہ احکام کا مرکز قرار دیں. البتہ اگر مرد عورتوں کی عفت کی حفاظت کے سلسلہ میں شرعی نکات کو ضروری سمجھیں تو عورتوں پر بھی ان نکات کی رعایت ضروری ھے. (فَالصَّالِحاتُ قانِتاتٌ حافِظاتٌ لِلْغَيْبِ بِما حَفِظَ اللَّهُ ...) نیک عورتیں خدا کے سامنے خاضع اور قانع ھیں ، اور شوھر کی عدم موجودگی میں (اپنی اور اپنے شوھروں کی مصلحتوں) کی محافظ ھیں. اسی طرح جس طرح خدانے حفاظت کی ھے کہ یہ بھی عورتوں کی قوامیت مردوں کی نسبت ھے ممکن اور توانائی کے بقدر (وَ مَنْ عَمِلَ صالِحاً مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثى‏ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ) سورہ غافر، آیت۴۰) جو بھی عمل صالح انجام دے چاھے وہ مرد ھو یا عورت، البتہ مومن ھو (اس کا نتیجہ یہ ھے کہ) وہ لوگ جنت میں جائیں گے.

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں اندازہ ھوتا ھے کہ عورت اور مرد متقابل حقوق کی بنیاد پر چنانچہ عورت کے امور شوھر کی مرضی کے خلاف (حقوق شرعیہ کے لحاظ سے) نہ ھوں . شوھر کا کام بھی اسی طرح ھے یہ لوگ ایک دوسرے کو واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے دوری میں روکنے کا حق نھیں رکھتے نیز ایک دوسرے کو مباح کاموں کے کرنے سے بھی نہ روکیں، مگر یہ کہ ھمسری کی شان کے خلاف ھو، کہ یھاں پر بھی یہ حق دو طرفہ ھے؛ کیونکہ امر باالمعروف و نھی از منکر طرفینی حکم ھے. (وَ الْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِناتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِياءُ

بَعْضٍ یَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ)(سورہ توبہ آیت ۷۱) عورت اور مرد ایک دوسرے کی نسبت ولایت رکھتے ھیں اور ایک دوسرے کو امر بالمعروف اور نھی از منکر کرتے ھیں.

بنابر این صلہ ر حم یا ماں باپ کی زیارت یا تبلیغ این دو عبارت کے جلسوں میں شرکت عورت کے لئے اختلاف نہ ھونے شرط سے ازدواجی زندگی کے فرائض اور ایک دوسرے کے حقوق کا ضائع نہ ھونے میں (مرد کی طرح) عورت کو اپنے شوھر کی اجازت لینا ضروری نہیں ھے. کیونکہ ازدواج احکام الھی کی بنیاد پر ھونا چاھیے. نہ خیالات ، زن سالاری یا مردانہ ظلم و تشدد کی بنیاد پر.

مثال کے طور پر مرد کا اپنی بیوی سے یہ کھنا حرام ھے کہ یہ کئے کہ میں اس بات سے راضی نہیں ھوں کہ تم اپنے والدین اور رشتہ داروں سے ملنے جاؤ یا فلاں دینی مجلس میں شرکت کرو اور اس طرح کے جاھلانہ اوامر اور نواھی کیونکہ استبداد بجایھی ھو بالخصوص ازداواجی زندگی میں محکوم اور قابل مذمت ھے. اگرچہ طرفین کے حقوق کی پاسبانی میں موافقت اور ایک دوسرے کے کاموں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری ھے. البتہ اجتماعی اور خانوادگی روابط بھی اوامر الھی کی بنیاد پر ھونا چاھیئے اور اگر میاں اور بیوی میں سے ھر ایک لاابالی اور بے دین رشتہ رکھتے ھوں تو ان کے بارے میں امربالمعروف اور نھی از منکر کے مراتب کے لحاظ سے احکام الھی کی بنیاد پر اجراء ھونا چاھئے. اور اگر دستور تالھی کے اجراء کو قبول کرنے کے لحاظ سے اثر قبول نہ کریں تو پھر ان سے رابطہ ختم کرا دینا چاھیے.

مجموعی طور پر طرفین کے درمیان برابری کا مطلب تمام جھت سے مساوات نہیں ھے اور یہ ممکن بھی نہیں ھے بلکہ اس کے درمیان عادلانہ حقوق مراد ھیں کہ بعض جھت سے عورتیں مردوں پر ترجیع رکھتی ھیں اور بعض جھت سے مرد عورتوں پر ترجیع رکھتے ھیں. اور رابطے زندگی کی تمام ضرورتوں اور اس کے مانند چیزوں باھم برابر ھیں اور معلق برتری صرف ایمانی برتری ھے. خواہ مردوں کی نسبت ھو یا عورتوں کی نسبت اور طرفین کی برتری ایک دوسرے کی نسبت ازدواجی زندگی کی مصلحت سے متعلق ھے.

ص۱۸)

حضانت (بچہ کی پرورش اور تربیت کرنا)

بچوں کی حضانت کے لئے کہ مھر و تربیت کی آغوش میں پرورش کے معنی میں ھے اس میں والدین کی مشترکہ ذمہ داری ھے جز یہ کہ باپ ک ے محبت پدری کی آغوش میں اور ماں کے لئے مادری محبت و شفقت کی آغوش برتر ھے. کہ ماں کی (حصانت) باپ سے زیادہ ھے اس لئے ان دونوں کے درمیان جدائی کی صورت میں اس کے برخلاف جو کھا جاتاہ ھی کہ لڑکے کی حضانت ماں کے لئے دوسال ھے اور اس کے طور باپ اور لڑکی کی حضانت ماں کے لئے ۷ سال ھے. اور اس کے طور باپ کی ذمہ داری ھے کتاب اور سنت طلاق کو ماں اور باپ کی حضانت سے بچہ کی کلی جدایی کا موجب نہیں یہ لڑکی کو ماں کی حضانت کی زیادہ ضرورت ھوتی ھے . اور لڑکے کو کم لیکن اس کا مطلب قطعا یہ نہیں ھے کہ اولاد دو سال یا ۷ سال میں ماں سے جدا ھو جائے. اسی طرح باپ کے پاس اس. بلکہ ھر حال میں والدین یہ حق رکھتے ھین کہ اپنے مشترکہ اولاد کو شائستہ انداز میں دیدار اور تربیت کریں. بنابر این حضانت کے لحاظ سے آغوش میں رکھنا جب تک لڑکا یا لڑکی تریتی آغوش کی شدید ضوررت محسوس کرتا ھے. میں تو ایسی جگہ پر عموماً ماں کو ترجیع حاصل ھوتی ھے. بالخصوص جب اخلاقی خوبیوں کے لحاظ سے تربیتی آغوش فضات اور برتری رکھتی ھو. یا یہ کہ کوئی باپ ائے فرزند کی پرورش کی ذمہ داری نہ لے یا لینا کہ کہ چاھیے. بالاخر حضانت مخصوص ان لوگوں سے جن کی آغوش میں فرزند کی اچھی تربیت ھو سکتی ھے. لڑکے کے لئے دو سال اور لڑکی کے لئے ۷ سال کا قانون ماں اور باپ میں سے ھر ایک کے لئے شرعی مصلحت کے مطابق تبدیل ھو سکتا ھے. تاکہ دونوں ھی پرورش کی صلاحیت رکھتے ھوئے اپنے فرزند کی تربیت میں حصہ دار ھوں، ھاں اگر دونوں میں صلاحیت نہ ھو ں یا کسی ایک کے انکار کر دینے سے حضانت کی ذمہ داری دوسرے کی طرف منتقل ھو جائے گی.

مجموعی طور پر جس طرح ھمسری کی حالت میں میاں اور بیوی دونوں اپنے فرزند کی تربیت سے متعلق مصلحت کے حدود میں ایک دوسرے کے مادی بین لیدا طلاق اور جدائی کی صورت میں بھی یہ قانون جاری رھے گا. اور میاں بیوی کے درمیان جدائی ، بچوں کی جدائی کا سبب نہیں ھو گا.

تعدد زوجات:

چند بیویوں کا رکھنا شرعی لحاظ سے کچھ عادلانہ شروط کا حامل ھے بلکه ایک تساوی میں بھی عدالت بنیادی شرط ھے. کیونکه (وَ إِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُوا فِي الْيَتامى فَانْكِحُوا ما طابَ لَكُمْ مِنَ النِّساءِ مَثْنى وَ ثُلاثَ وَ رُباعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُوا فَواحِدَةً) (سوره نساء، آیت۳)اگر ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں تمهیں خوف هو جن کی تربیت تمهارے ذمه هے تو قط (جو عدالت سے بالاتر ھے) کی رعایت نه کر سکو گے پس ان سے شادی کرو.

یهاں پر تعدد ازدواج کا بنیادی معیار یتیموں کی نسبت حرام کی انجام دهی یا واجب کا ترک کرنا هی یعنی اگر ازدواج کے بغیر ان لوگوں کی نسبت ظلم هو یا اس کی نسبت کوئی واجب ترک هو جائے تو جائز یا عدالت کی توانائی رکھنے والے مرد کے توسط واجب چار شادی انجام پائے. اور دیگر موارد میں بھی تعدد ازدواج کا وجوب یا رجحان اسی خوف کی وجه سے اسی طرح رعایت کی عدالت هے، یعنی (الاتعدلوا) کا مفعول محذوف هے. اور کوئی مخصوص قید نهیں هے. اسی وجه سے ازدواجی زندگی میں عورتوں کے درمیان عدالت کی حفاظت واجب اور لازم هےک ه ممکن حد تک ان کے ساتھ شائسته طریقه سے رفتار کریں باطنی تعلق او ر محبت کے علاوه که خود انسان کے هاتھ میں نهیں هے اور (لن تستطیعوا) بھی اس بات کی عکاسی کررها هے. بنابر این مرد اس وقت متعدد ازدواج کر سکتا هے که دینی ، اقتصادی، اخلاقیؒ جسمی، جنسی اور روحی اعتبار سے چند عورتوں کا اداره کر نے کی صلاحیت رکھتے هیں. نه یه که تنگدستی یا ظلم اور بد اخلاقی سے عورتوں کو اپنی شهوت کا اسیر نه کرے. (فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُوا فَواحِدَةً) اگر عدالت برقرار نه کرنے کا خوف هو تو ایک هی کافی هے. (او مالکت ایمانکم) یا ممکن صورت اور اپنی صالحیت کے مطابق جنسی تکمیل کی دوسری را ه اختیار کرو که ان میں سے ایک متعه (مقت عقد هے، هاں! یه رعایت کی عدالت کی اهمیت ایک شادی میں هے. متعدد بیویاں هوں بس یه ایک شادی خواه دائم هو یا موقت (ایک راسته) قریبی ترین یه هے که اقتصادی اور اخلاقی اعتبار سے صاحب عیال هوں اور مشکل میں گرفتار نه هوں.

یهاں پر ابتدا میں جو چیز مشاهده هوتی هے متعدد شادیوں میں وجوب یا رجحان کی اصل هے. خواه یتیم لڑکیوں کے درمیان قسط کی رعایت کے اعتبار سے هو که شادی کرنے سے انصاف میں تبدیل هو جائے گا. (کیونکه یتیم کی حفاظت کا معاشرتی شعبه قسط هے جو عدل سے بلند تر هے) یا پھر دوسرے نظریه سے که مرد ایک عورت سے بھی عادلانه زندگی نهیں گذار سکتا.

یه عدالت، اجتماعی عدالت هے. یعنی اگر عورتوں کی تعداد اس حد تک نهیں هے که آپ چند عورتوں سے شادی کر سکیں اور دیگر مرد غیرشادی شده ره جائین گے تو آپ کو عدالت کی رعایت کرنی چاهیے. اسی طرح اقتصادی و غیر کے لحاظ سے اپنی زندگی میں عدالت که یه (تعدد ازدواج عدالت کی ورزش میں مقابله کا میدان هے.
مردوں اور عورتوں میں سب سے زیاده عدالت کے اعتبار سے وه لوگ هیں جو هر لحاظ سے عدالت کی رعایت کریں مرد چار پهلو (عورتوں بلکه ایک عورت کے درمیان اور اجتماعی عدالت کے درمیان جبکه مرد اور عورت کی تعداد برابر هو، متعدد شادیاں دوسرے کے حق میں ظلم میں اسی طرح خود مرد کا اپنی جسمانی اور روحی سلامتی کی حفاظت کرنا که تعدد یا اصل دائمی ازدواج خود اس کی یا دوسروں کی نسبت ظلم و تشدد کا باعث بنتی هو.

ص۱۹)

اور (الاتعدلوا) ان تمام موارد کو شامل هے ایسا نهیں هے که اگر چند عورتوں کے درمیان عدالت قائم کرسکے تو وه چند عورتوں سے ازدواج کر سکتا هے. اور عورت ایک رخ سے پارش زیاده سے اور یه خود هی عدالت کا بهترین نمونه هے. اور مرد و عورت که اس مشکل امتحان مین کامیاب هوتے هیں وه تمام اجتماعتی میدانوں میں کامیاب هوں گے.

دوسری طرف اصل تعدد ازدواج اولاً قرآنی نص اور تعبدی هے اور ثانیاً ناقبل انکار ضرورت هے کیونکه عورتوں کی تعداد پوری دنیا میں هر عصر اور زمانه میں مردوں سے زیاده رهی هے. ارو تولید نسل کے لحاظ سے مردوں کے مقابله میں بهت هی بیکار هو جاتی هیں. طبعاً مردوں کے یهاں عورتوں کی نسبت تعدد ازدواج زیاده هے. بلکه مومن عورتوں کے لئے تعدد صفر هے ان عورتوں کے علاوه جو شریعت کی پابندی نهیں کر تیں. نیز بیماری کی وجه سے ضائع هونا یا مردوں کے گروه میں جنگ عورتوں سے زیاده هے اسی طرح جنگ کے مواقع جیسے اضطراری موارد کا اقتضاء هے. که محاذ پر وقتی بازگشت تک متعدد تولید مثل کی صلاحیت رکھتے هوں. که مجموعی طور پر شادی کے لئے عورتوں کی تعداد مردوں سے بهت زیاده هے پس کیا وه عورتیں جو مردوں کی تعداد سے زیاده هیں انهیں غیر شادی شده رهنا چاهیے؟ یا خدانخواسته گمراهی اور بے راه روی کا شکار هو

جائیں تاکه ان لوگوں ک گروه جن کی تعداد مردوں کے برابر هیں آزاد طور پر بلا شرکت اپنے شوهروں کے ساتھ زندگی گریں؟

ایک انسان بلکه اس سے بالاتر مومن اس بات کو کیسی قبول کر سکتا هے که ان کے هم جنس ازدواجی زندگی کے درد سر اور ناکامیوں کا شکار هوں تاکه خود تو آسانی اور کسی خدشته کے بغیر زندگی کرے؟ انسانی اور ایمانی عدل کا تقاضا یه هے که تعدد ازدواج کے سلسله میں عدالت کے شرائط مهیا هونے کی صورت میں اپنی اس آمادگی کا اظهار کرے یا کم از کم ایئےی حالات میں روکاوٹ نه بنے. اور عادلانه تعدد کے سلسله میں هرج مرج اور مشکلات ایجاد نه کرے. اگرچه تعدد ازواج میں مالی، اخلاقی اور جنسی اور اجتماعی ضرورت جیسے شرائط اس تعدد ازدواج اور اس جیسے امور میں موجود هے که اس کی پهلی شرط عدالت کی تجلی هے. اس سلسله میں صف اول کے عادل افراد اپنی اجتماعی عادلانه زندگی میں انتخاب کر سکتے هیں. اس کے بعد یه کام خود هی دولت کی عادلانه تقسیم مین ایک عامل هے که اس کے علاوه مالی امکان نه رکھنے کے باوجود چند عورتوں اور فرزند کا اداره کرنا ممکن نهیں هے تو پھر ایسے ازدواج میں اقدام نهیں کرنا چاهیئے. هاں ! اس طرح ه کسی اور طریقه سے که جس میں کوئی قید و بند نه هو اور چند عورتوں کو انتخاب کر لو جبکه ایک بیوی کے اخراجات پورا کرنے سے عاجز هو چه جائیکه دیگر تین پهلووں میں عدالت کی رعایت کرنے پر بھی تعدد کی صورت میں ناتوان ره جائے.

البته یه ازدواج عادل حاکم شرع اور صالح عدالت کے زیر اهتمام انجام پائے. اور اس بات کا لحاظ کیا جائے که دوسری شادی کا خواهاں مرد فردی اور اجتماعی عدالت کا اجراء کرنے کی ضروری صلاحیت بالخصوص مالی اور جنسی توانائی اور صلاحیت دو یا چند عورتوں کا شریعت کی رعایت کرتے هوئے اداره کرنے کی صلاحیت رکھتا هے یا نهیں؟ اس وقت چند بیویاں رکھنے کی اسے اجازت دے اور هر مجدد ازدواج کے لئے عادل حاکم شرع یک طرف سے اجازت لازم هے تاکه مرد فقر اور تنگدستی کی صورت میں ازدواج مجدد پر اقدام نه کرے اور عورتوں اپنی هوس اور خواهشتات کا اسیر نه بنائے. هاں اگر عورتیں خود هی راضی هوں. البته بعض مرد زور زبردستی پلی بیوی کو دوسری شادی کرنے کے لئے اجازت اور راضی هونے پر مجبور کرتے هیں که صالح عدالت کو چاهیئے که اولاً مرد کی معاشی طاقت کی بنیاد پر ثانیاً ایمانی ، اخلاقی اور اجتماعی شرائط کا هونا اور ان کے لئے مجدد ازدواج کی اجازت دے. اقتصادی توانائی سے مراد بھی روزه مرد کی خوراک، پوشاک، رهائش اور عورتوں کے نان و نفقه جیسی ضورت کی تکمیل اور عرف عام کے مطابق جنسی ضورت پورا کرنا هے نه اس طرح بهت عیش و عشرت اور آراش و زیبائی هو اور نه اس طرح سے که عورتوں پر سخت گذرے اور بھوکی اور بے یارو مددگار ره جائیں بکله شرعی عدالت کی رعایت کی جائے. تاکه ان پر ظلم نه هو. عدالت کی تمام شرطوں کے هوتے هوئے (یهاں تک عورت کے برداشت کرنے تک کے مورد میں اور تعدد ازدواج کی جنسی ضرورت واجب هے یا متحب اور کم از جائز هے.

البته عورت کے لئے چند شوهر کرنا ممکن نهیں هے، کیونکه متعدد شوهر کے ساتھ عورت کے لئے نطفه کی شمناخت مشکل هے بلکه ممکن نهیں هے، حتی اگر زن طلاق لے لے تو اسے قرآن و سنت کے مطابق اسے کچھ دن عده رکھنا چاهیئے تاکه وجود نطفه کا کم سے کم بھی احتمال نه ره جائے. البته اگر کوئی عورت قطعی اور یقینی اور سو فیصد ڈاکٹری معائنه کے مطابق بچه دار نهیں هو سکتی هو اور اس کے حامله هونے کے بارے میں معمولی بھی گنجائش نه هو جسے یائسه عورتیں یا وه عورتیں جن کا رحم نکال لیا گیا هو . یا پئے در پئے ۳ ماه تک (سه حیض تک) اپنے شوهر سے همبستری نه کی هو . اس طرح کے قطعی موارد میں عورتیں عده کے بغیر طلاق یا عقد موقت میں مدت تمام کے بعد یا عقد دائم میں طلاق کے فوراً بعد ازدواج کر سکتی هیں اور صرف وه عورتیں عدت رکھیں جن کے لئےڈ اکٹری معائنه کے لحاظ سے ان کے حامله هونے کا کم سے کم احتمال بھی پایا جاتا هو.

نتیجتاً ایک عورت کا چند مردوں سے شادر کرنا کلی طور پر حرام هے لیکن ایک مرد کا چند عورتوں سے چار عورتوں سے یا واجب هے یا حرام هے یا مباُ هے که مکتوب صورتیں عدالت اور فضیلت کے معیار هوئیں اور اس اور نه هو مردوں کی هوسرانی کی اور اس کے مانند چیزیں.

ص۲۰)

متعه:

آیہ مبارکہ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً) (سورہ نساء، آیت۲۴) کی روشنی میں ازدواج موقت (متعہ) جائز ھے حتی آیت یا روایت بھی اس بارے میں نہ ھو تو آیات و رایات میں خود لفظ نکاح عقد دائم اور موقت کو شامل ھے جیسے لفظ بیع جو دائم اور موقت دونوں طرح کے معاھدہ اور قرار داد کو شامل ھوتا ھے.

طرح کی شادیاں، مردوں کی نسبت عورتوں کی اکثریت سے یا بعض عورتوں کے لئے ازدواج دائم کا امکان نہ ھو نے اور انکی ایک سرپرست کی ضرورت سے جنم لیتا ھے. بالخصوص یہ کہ بعض مرد بھی دائمی شادی کے امکان اور شرائط سے محروم ھوتے ھیں مثلاً ان میں سے بعض لوگ بھت بڑی اقتصادی ذمہ داری سے دوچار ھیں نتیجہ کے طور پر یھاں پر متعہ (ازدواج موقت) خود ایک ثانوی ضورت ھے کیا اگر تمھارے پاس رھائشی مکان خریدنے کی صلاحیت نہ ھو تو کیا تیع شرطی کا کوئی گھر بھی خرید نھیں سکتے یا اجارہ نھیں کر سکتے؟

جو لوگ ازدواج موقت (متعہ) کو برا سمجھتے ھیں وہ اس بات سے انکار نھیں کر سکتے کہ تمام انسانی معاشرے میں مرد اور عورت کے موقت تعلقات کا وجود نھیں تھا یا نھیں ھے. بالخصوص نویی معاشرہ میں یہ موقت روابط نا جائز طور پر بے شمار ناجائز بچوں کی پیدائش کا سبب ھوتے ھیں کہ احکام شریعت کی مخالفت کے علاوہ اور براد نسل انسانی کے ایک دوسرے سے دور ھونے کا باعث ھو گا اور سالم خانوادگی بنیاد کو سست کرکے نابود کر ڈالے گا.

ایسے لوگ عورت کی اھمیت کی توھین کے بھانہ خیال کرتے ھییں کہ ایک موقت زندگی کے لئے مرد اور کے درمیان عاقلانہ معاھدہ عورت کے ضرر میں تمام ھوتا ھے جبکہ مرد یا عورت ازدواج موقت کی تشریع کر کے انسان پر احسان کیا ھے تکہ جو لوگ عقد دائم نھیں کر سکتے اور عقد موقت کے ذریعہ آپس میں آبرومندانہ بے گناہ اور زندگی گزار نا چاھتے ھیں وہ موقت ازدواج کر لیں تاکہ مجرد کی شکل سے نجات ملے اور رضی صالح اولاد بھی چھوڑ جائیں.

ازدواج موقت کی ایک ضرورت یہ ھے کہ عورت اور مرد کا م کی مشکلات کی وجہ سے دائمی زندگی تشکیل نہ دے سکیں یا عمر کے لحاظ سے یاکسی اور جھت سی ازدواج دائم کی طرف رغبت نہ رکھتے ھو ں یا ازدواجی دائمی زندگی کے لئے ان کی طرف توجہ نہ ھو یا مدرسہ اور اس جیسی فضا میں نا محرموں کے ساتھ اپنے کاموں کو باقی نہ رکھ سکیں کہ شریعت کی نظر مین یہ خود ھی ازدواج موقت اور محرومیت کے بھت اھم موارد میں ھے کہ لڑکا اور لڑکی جب تک باھم کام کر رھے تو سطحی طور پر سھی آپس میں محروم ھوں اور اگر دائمی زندگی گزار نا چاھیں تو پھر عقبد دائم کے لئے چارہ جوئی کریں البتہ لڑکیوں کے لئے ازدواج موقت محرمیت کی حد میں مجاز ھے. لیکن کنواری لڑکی ھمبستری کے ساتھ عقد موقت کا شرعی جواز نھیں رکھتی کیونکہ اس کام میں لڑکی یقیناً نقصان اٹھائے گی اور اسلام میں نقصان دہ معاملہ حرام ھے اور عقبد موقت میں کنواری لڑکی کے لئے محرمیت کے تمام حالات اس شرط سے جائز ھیں کہ اس کے لئے دامی ازدواج کا امکان باقی رھے. اور اگر سماجی اور ثقافتی صورتحال میں عقد محرمیت آبرو حیثیت اور آئندہ زندگی کی تشکیل میں اس کے لئے خطرہ اور نقبصان ھو تو لڑکی کے لئے عقد محرمیت بھی صحیح نھیں ھو گا. مگر یہ کہ کوئی فائنل کرنے والے اور اس کے نقصان سے باخبر نہ ھو اور ھمبستری بھی نہ ھو.

بھر حال مین نصیحت کرتا ھو کہ لڑکی کے لئے ھمبستری کے بغیر عقد موقت اس وقت جائز ھے کہ اس لڑکی کے اسی لڑکے سے دائمی شادی کرنے کا احتمال ھو مثال کے طور پر نسبت دینے کے بعد اور دائمی عقد سے پھلے عام طور پر عقد دائمی منتقی ھو جائے تو لڑکی کی آبرو کو بھت خطرہ نھیں ھوگا کیونکہ عرف معاشرہ ایسے موقعوں پر لڑکی کے لئے عیب شمار نھیں کرتی لیکن منگنی کے علاوہ صورت میں اگر لڑکی متوجہ ھو جائے کہ لڑکا اسے دھوکہ دے رھا ھے اور اس عقد موقت (متعہ) سے سوء استفادہ کر رھا ھے یا اس کی آبرو کے لئے خطرہ ھے تو اسے عقد محرومیت سے چسم پوشی کرے اور لڑکے سے کھے کہ صرف اور صرف عقد دائم کی صورت میں تمھارے ساتھ گفتگو کرنے اور رابطہ قائم کرنے کے لئے آمادہ ھے اس طرح سے اگر وہ لڑگا اس کے ساتھ دائمی ازدواج کا قصد رکھتا ھو تو اس طرح ھوگا . اور اگر اس کے ساتھ دھوکہ دھی اور فریب کا ارادہ رکھتا ھے تو لڑکی اس کے فریب کرنے کی صورت میں اس کےفریب سے متوجہ اس کے علاوہ قصد محرومیت درکار ھے اس طرح سے کہ پوشیدہ طور پر انجام پائے حلال ھے.

(۲۱)

باپ کی اجازت:

عقد میں باپ کی اجازت اس وقت ضروری ھے جب لڑکی کی شرعی مصلحت کے ساتھ ھو (شرعی مصلحت یعنی عقد دائم یا موقت کی صحت کے لئے شروعی احکام کے تمام جوانب کی رعایت کرنا تا که مردوعورت کی عزت و آبرو جان و مال عقل اور دین کو کسی قسم کا نقصان اور ضرر نه ھو اور اگر دائمی یا موقت ازدواج حیله فریب یا بیوقوفی اور نادانی کے همراه ھو یا یه که مومن انسان کی عزت، خاندان فیملی، جان پهچان والوں اور معاشره میں داغدار یا پامال ھو. نتیجتاً پنجگانه نوا معین میں سے کسی ایک میں نقصان اور کمی آجائے تو قطعا جائز نهیں ھے. اگر مصلحت کی رعایت کئے بغیر ھی باپ ایسے ازدواج پر اصرار کرے تو کبھی جائز نهیں ھو گا. بالعکس کوئی شادی لڑکا اور لڑکی دونوں کی مصلحت میں ھو تو باپ کو اس شادی سی منع کرنے کا حق نهیں ھے. بنابر این اگر لڑکا یا لڑکی دونوں ھی شرعی مصلحتوں کی رعایت کرتے ھوئے ایک مناسب شادی کریں اور لڑکی کا باپ اجازت نه دے تو حاکم شرع تمام شرعی پهلوؤں کی تحقیق و بررسی کرکے ان کے ازدواج کی اجازت دے. آخر کار اگر حاکم شرعی بھی غلط فهمی کا شکار ھو جائے یا دخالت نه کرے اور مسئله خود ان کے خوالے کر دے تو لڑکی کا اس وقت شادی کرنا جائز ھے جب و عاقل اور رشیده ھو صرف سفاھت اور بیوقوفی کی صورت میں اس عقد کے بطلان کا حکم صادر ھوتا ھے اگر چه باپ نے اجازت ھی کیوں نه دی ھو.

قرآن بھی که اصل شریعت ھے، اس نے بھی بطور معلق لڑکی کے ازدواج میں ولدیٹ نهیں دی ھے. مرحوم شیخ انصاری ، مرحومر میرزا محمد تقی شیرازی ، مرحوم سید اسمعیل صدر، مرحوم سید محمد کاظم طباطبائی اور مرحوم سید محمد شاهرودی جسے کچھ فقهاء نے لڑکی کی شادی میں باپ کی والدیت کے قائل نهیں ھیں. بلکه مصلحت شرعی کے باب سے ھے کیونکه باپ اپنی لڑکی سے دوسروں کی نسبت زیاده قریب ھے اور اس کی مصلحت سے زیاده با خبر ھے. زیاده مناسب ھے که اس کی اجازت ساری لڑکیوں کے عقد میں لحاظ کی جائے. البته اگر لڑکا اور لڑکی شریعت کے خلاف غیر منصفانه ازدواج کرنا چاھیں تو تمام احباب جان پهچان والوں اور مومنین بالخصوص والدین کی نهی از منکر کے باب سے ذمه داری ان کو اس خلاف شرع کام سے روکنا ھے. چونکه یهاں پر آیه (و انذر عشیرتک الاقربین) کی بنیاد پر باپ اپنی بیٹی کی نسبت دوسروں کے مقابله نهی از منکر کرنے کا حق رکھتا ھے. اور ھر ممکن شرعی وسیله سے اپنی بیٹی کو نا مناسب ازدواج سے روکے اور ایسی لڑکی کا ماں باپ اور دیگر مومنین کی نصیحت قبول نه کرنا حرام اور اس کا شادی کرنا منکر اور باطل ھے اور جدائی و طلاق خود بخود ھو جائے گا.

طرفینی رشته دار:

افراط کرنے والوں کے درمیان جو عادت پائی جاتی ھے، اور اس کا اسلام سے کوئی واسطه نهیں ھے که رشته یقیناً لڑکے کی طرف سے جانا چاھیئے جبکه لڑکی کی طرف سے بھی مناسب ھے جیسا که پیغمبر اعظم (ص) کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ھے: (وَ امْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَها لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَها خالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنينَ)(سوره احزاب، آیت ۵۰) اگر کوئی مومنه عورت خود کو پیغمبر (ص) کو بخش دے (که حضرت سے بغیر ھر کے رشته مانگے) اگر پیغمبر چاھیں تو اسے اپنی بیوی بنالیں(یه عورت) تم (پیغمبر۹ سے مخصوص ھے.

چند آیات کے مطابق که ایجاب مرد کی طرف سے اور قبول عورت کی طرف سے ھے اور یه عموماً رشته کی درخواست مرد کی طرف سےکشا اچھا ھوتا ھے که ایجاب بھی مرد کی طرف سے ھوتا اگرچه عورت کی طرف سے بھی جائز ھے.

میاں اور بیوی کی هماهنگی:

ازدواج طرفینی ایک حق ھے اور ھرگز کسی دوسرے سے مخصوص نهیں ھے سوائے اس کے که میاں اور بیوی دونوں ایک ساتھ ایمانی زندگی میں ایک دوسرے کے ھم پله اور ایک دوسرے کے لئے مناسب ھوں اور بس دیگر شرائط کا معدوم ھیں اور ان کا کوئی اساسی نقش و کردار نهیں ھے جز روحی، عقلی اور ایمانی رابطه که اس کے سایه میں جسمانی رابطه بھی ھے.

بنابر این ازدواج میں سنخیت کی رعایت علم نفسیات اور حقوق کے لحاظ سے ثقافتی مفاهمت اور دیگر تمام موارد بھی پسندیده اور شریعت کے نزدیک مقبول ھیں، کیونکه بعض نفسیاتی سنخیت کی رعایت نه کرے ممکن ھے عقد کے بعد جدائی کا بعث ھو. اور ان نکات کی رعایت وھی ایمانی، روحانی اور طرفین کے حقوق کا احترام ھے. بنابرایے شرائط کا اختلاف جسے بقلم، عمر، حد، خوبصورتی، اور ثقافتی دمالی فرق و ... اس طرح ھو که آننده

میں احتمالی مشکلات بھی نہ رہ جائیں تو سنخیت کا لحاظ کیا جائے اور آیہ کریمہ (وَ مِنْ آياتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْواجاً لِتَسْكُنُوا إِلَيْها وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَ رَحْمَةً ...)سورہ روم، آیت۲۱) ترجمہ قرآن سے.

دین مبین اسلام شرعی معیاروں اور حقوق کی رعایت کے علاوہ تمام مسائل پر نظر رکھتا ھے میاں اور بیوی کی ایک دوسرے سے محبت اور لگاؤ کی بھی تاکید کرتا ھے. ایسا نہیں ھے کہ طرفین کے لئے حقوقی قوانین زوجین کے عاطفی رابطہ کی جانب عدم توجہ کی دلیل ھوں بلکہ قرآن میں ازدواج کی اصلی حکمت اور فلسفہ سکون و تحراد بیا ن ھوا ھے اور ارتباط میں اجتماعی اور شرعی سنخیت کی رعایت اور طرفین کے اندر مسکون و اطمینان پیدا کرنا مکمل طور پر موثر ھے کہ اگر ان مسائل کی جانب کافی توجہ ھو تو یقیناً اختلافات، طلاق و جدائی میں کمی آجائے گی.

۲۲)

طلاق کی تعداد میں کمی لانے کے لئے اسلامی حکومت کی ذمہ داری ھے کہ زوجین کے لئے شادی سے پہلے ضروری دینی تعلیمات علم نفسیات اور تمام ضروری موارد کے راہ ھموار کرے کیونکہ آج کی دنیا میں جوانوں کی زندگی کا طرز اور معیار بدل گیا ھے اور جوان ایک الگ انداز سے زندگی کے بارے میں غور کرتا ھے، مسلم طور پر ازدواج کے لئے ضروری معلومات اور مہارتیں حاصل کرے تاکہ ان کا مباکر عقد نامبارک طلاق اور جدائی پر تمام نہ ھو اور یہ تعلیمات عقد سے پہلے شریعت عقل اور علم کی بنیاد پر یقیناً طلاق کو روکنے میں بہت مفید اور موثر ھوں گی. بھر حال اگرچہ یہاں پر ازدواجی زندگی کے تمام شعبے اور جوانب مورد بحث ھیں. لیکن یہ مختصر کتاب اس کی بسط و تفصیل کی گنجایش نہیں رکھتی صرف یہ کہنا چاھیئے کہ ازدواج ایک عمومی ضرورت ھے کہ امکان کی صورت میں اس سے اجتناب کرنا حم خدا سے دور کرتا ھے. ان افراد کے علاوہ جن کے لئے شرعی طور پر ان کے ازدواج کے شرائط فراھم نہیں ھیں تو ایسی صورت مین عفت اور پاکدامنی اختیار کرے البتہ صرف فقر بھی ازدواج کے لئے مانع نہیں رہ جائے گا. کیونکہ خداوند عالم نے وعدہ کیا ھے کہ ان لوگوں کو اپنے عقل سے بے نیاز کر دے گا اور اس سلسلہ میں قرآن کا ارشاد ھوتا ھے: (وَ أَنْكِحُوا الْأَيامى‏ مِنْكُمْ وَ الصَّالِحينَ مِنْ عِبادِكُمْ وَ إِمائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَراءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ اللَّهُ واسِعٌ عَليمٌ ؛ وَ لْيَسْتَعْفِفِ الَّذينَ لا يَجِدُونَ نِكاحاً حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ) (سورہ نور ، آیت ۳۲-۳۳)

اگر تم میں سے کچھ مرد قانون میں قو خدا ان کو غنی کردے گا اور جو لوگ (یہ دائمی اور نہ موقت ازدواج کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو انہیں عفت اور پاکدامنی اختیار کرنی چاھیئے تاکہ ازدواج کے لئے خدا ان کو اسے فضل سے بے نیاز کر دے گا.

اسی طرح رسول اکرم (ص) کے فرمان کے مطابق (النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی) ازدواج میرے دین کا جز ھے. پس جو میری روش سے روگرداں ھو وہ مجھ سے نہیں ھے. چناچہ (من تزوج فقد احرز نصف دینہ (ثلثی دینہ) فلیتق فی النصف (الثلث) الاخر جس نے شادی کی اس نے اپنا نصف یا ثلث دین محفوظ کر لیا ھے لھذا دوسرے نصف یا ۱/۳ کے بارے میں تقوی اختیار کرے یہاں پر پیغمبر اکرم (ص) کی مشہور حدیث میں غور و فکر کرنے سے ھم ملاحظہ کرتے ھیں کہ حضرت کی طرف سے زندگی کی تمام ضرورتوں کی نسبت ایسا کوئی مادی لحاظ سے چیلنج بنیں پایا جاتا کہ شادی سے روگردانی بے دینی کے مساوی ھو اسی لئے اسلام نے بھی ناقابل برداشت سارے قیود جو گوناگون عناوین کے ساتھ شادی کی راہ میں روکاوٹ تھے یا بین کواٹھا لیا ھے یہاں تک کہ ھر عنوان سے قرآن کا ایک چھوٹا سا سورہ تعلیم دے کر ازدواجی زندگی کا عھد کر سکتا ھے. عقد ازدواج آسان شرائط کے ساتھ ھمسری کی مضبوط اور سنجیدہ معاھدہ ھے. اگرچہ عربی، فارسی یا کسی اور زبان میں ھو بلکہ نوشتہ یا اشارہ یا دیگر واضح اسباب کے ذریعہ ھو جو ھمسری پر دلالت کرے. صحیح ھے اور قدما میں سے کسی فقیہ یا متاثرین کے ایک گروہ نے لفظی صیغہ کو ثابت نہیں کیا ھے. ضمنا خطبہ عقد کا مختلف الفاظ میں چند بار پڑھنا جو اس وقت رائج ھے عقد کے بعد عقد کے معنی میں ھے. اور لغو و باطل کام اور تحصیل حامل چیز اور کلمات سے ایک قسم کی کھلواڑ ھے. ھمسری قبول کرنا اس کے ثابت کرنے کے کسی بھی وسیلہ سے جن جہات میں ذکر ھوتا ھے، زنا سے فرق کرتا ھے

1 - زنا میں ازدواج کی کوئی بھی شرط پائی نہیں جاتی.
2 - چنانچہ ازدواج کے شرائط بھی ذکر ھوں چونکہ مرد اور عورت ازدواج کے لئے راضی نہیں ھیں اورصرفاً ھمبستری مدنظر ھے. اس وجہ سے ایسا عمل سلک نکاح میں نہیں ھے.
3 -نکاح اور زنا میں دوسرا فرق یہ ھے کہ نکا ح مین ھمسری کے بدلہ میں ھے خواہ ھمبستری ھو یا نہ ھو . اور اگر عورت ھربخش دے تو بھی ھمسری کی شرط اپنی جگہ پر باقی ھے. لیکن زنا میں اجرت

جنسی عمل کے مقابلہ میں ھے کہ اگر یہ کام نہ ھو تو اجرت بھی نھیں ھے اور شوھر دار عورت سے جنسی رابطہ کرنا کلی طور پر حرام ھے و ...

بھر صورت ایک طبیعی امر اور انسانی فطرت کے مطابق ھے اور خدا نے اسے زوجین کے سکون کا سبب دلوں کی قربت اور روحانی عواطف میں اضافہ کا ذریعہ قرار دیا ھے لیکن زنا خواہ گمراہ معاشرہ کیوں نہ ھو ، اضطراب مایوسی ، ذھنی اسٹرس اور نظام خانوادہ کو خطرہ می ڈالنے اور نسل انسانی کے کمزور کرنے کا باعث ھے اور یہ عمل اس درجہ اخلاق مخالف ھے کہ زنا کرنے والا بھی زنا کا ر سے شادی کرنے کے لئے تیار نھیں ھوتا. قرآن کریم میں بھی زنا کار مرد یا عورت کی شادی کو بطور مطلق حرام قرار دیا گیا ھے. یعنی زنا کار نہ مومنین سے شادی کر سکتا ھے اور نہ ھی کسی دوسرے زنا کار سے مگر یہ کہ وہ توبہ کر لے.

۲۳)

لیکن اگر عورتیں سماجی دور کی حفاظت اور عفت اور حجاب کی پابندی کرتے ھوئے اپنی اور علمی اور شغلی میدان میں سرگرمی دکھائیں تو ھمارے پاس اس کی حرمت پر کوئی دلیل نھیں ھے اس کے علاوہ کہ عورتوں کے سلسلہ میں الله کی تاکید یہ ھے: (و قرن فی بیوتکن الخ احزاب آیت ۳۳) جاھلیت کے نمایاں برجوں کی طرح خود کو نامحرموں کی نظر میں قرار نہ دیں. اس بناپر گھر کے اندر کے امور کو انجام دینا عورت کی ذمہ داری ھے. مثال کے طور پر حضرت رسول خدا (ص) نے حضرت زھراؑ کی حضرت علی علیہ السلام سے شادی کے موقع پر ایک عادلانہ تقسیم بندی میں گھر کے اندر کے امور کی ذمہ داری حضرت زھراؑ کو سونپی اور اسی طرح گھر کے باھر کے امور حضرت علیؑ کے حوال فرمائے. اس مر یافت ھوا کہ حضرت زارا ؑنے اس موقع پر فرمایا: فلا یعلم ما داخلنی من السرورالالبعہ باکفائ رسول الله عملی اقاب الرجال. خدا کے سوا کوئی نھیں جانتا کہ میں کس قدر مسرور ھو ں کہ رسول خدا (ص) نے مجھے سنگین ذمہ داریوں سے جو مرد گھر کے باھر انجام دیتے ھیں معاف فرما دیا ھے. (فقضی رسول الله علی فاطمہ بخدمۃ مادون الباب و قضی علی علی بما خلفہ فقالت فاطمہ ...) بحار، ج۴۳، ص۱۳۱أ-۸۱.

جاننا چاھیئے کہ جس طرح مرد زندگی میں عورت کو مجبور کرنے کا حق نھیں رکھتا عورت بھی اسی طرح ھے اور ھر ایک بعض مخصوص اور بعض برابر اور زندگی میں عادلانہ رکھتے ھیں. یعنی ایسی شرکت جس میں عورت کی بنیاد اور عفت ملحوظ ھو، لھذا اسلام کی نظر میں گھریلو خاتون دوسروں کی نسبت زیادہ حمایت کی حقدار ھے. اور لسانی اور دیھاتی اقتصاد میں بھی عورتوں کا اھم حصہ ھے کہ بلقا ان کی تشویق اور حوصلہ افزائی کرنا چاھئے نہ یہ کہ مردوں کے امور میں بھی ان کے ذمہ ھوں! بلکہ ایک مناسب ، زیادتی سے اور عفت کے ھمراہ ان کے کاموں میں مشارکت ھونی چاھئے.

بنابر این خانوادگی حدود میں عورتوں کے حقوق مجموعی فرائض (لہ) اور (علیہ) سے ھیں . (جیسا کہ گزر چکا) اور چونکہ ان کی زندگی مشترک ھے لھذا دونوں ھی زندگی کا ادارہ کرنے میں حصہ دار ھوں. مگر یہ کہ مرد کا کام گھر کے باھر اور عورت کا کے لئے گھر کے اندر ھے اگرچہ دونوں ھی گھر کے اندر اور باھر شائستہ شرعی اتحاد اور اتفاق رکھتے ھیں.

اداری تشکیلات میں بھی عورتیں مردوں سے جدا رہ کر (ضرورت یا رجحان کی صورت میں) شائستہ کاموں میں مشغول ھو سکتی ھیں بالخصوص تعلیمی امور میں کہ عورتیں صرف عورتوں کے لئے جس طرح مرد لڑکوں کو تعلیم دیتے ھیں اور میڈیکل اور اس جیسے امور میں ان دونوں جنس کا ایک دوسرے سے جدا ھونا واجب ھے اور یہ قطعا حرام ھےکہ عورتیں مردوں کا اور مرد عورتوں کا لمسی علاج کریں جز حیات بخش اضطرای موارد کے کہ انسان کی جان یا معالجہ اور بھبودی خطرہ میں ھو. اور اس کے ساتھ ساتھ ھم جنس ڈاکٹر دسترس میں نہ ھو. یا خاص بیماریوں میں اگر ھم جنس ماھر اور حاذق ڈاکٹر نہ ھو نیز عادی اور غیر ضروری موارد میں اگر زمکانی فاصلہ ھم جنس ڈاکٹر سے رجوع کرنے میں عروج کا باعث ھو . تو ایسی صورت میں مخالف جنس ڈاکٹر کا علاج کرنا بھی جائز ھے.

سیاسی لحاظ سے (جیئے اقتصادی وغیرہ امور)عورتیں بھی اسلامی امور مناسب دخالت حتی مرجعیت فتوی میں بھی دخالت کرنے کا حق رکھتی ھیں. کیونکہ اسلام کی نظر میں اصل برتری تفکر اور نیک کام میں ھے. خواہ مرد ھوں یا عورتیں. جیسا کہ حضرت زھرا (س) اور حضرت زینب (س) کا خطبہ خود ایک بھترین گرانقیمت اور دینی اور سیاسی لحاظ سے اجتماعی امور میں عورتوں کے لئے بوقت ضرورت شرکت قابل قدر

ھے.بنابر ایں عورتیں صرف ضرورت عفت کی حفاظت اور مفسدہ کا امکان نہ ھونے کی صورت میں مردوں کے مجمع میں تقریر کر سکتی ھیں. لیکن اس وقت ملاحظہ ھوتا ھےکہ یہ خوبصورت نقرہ (حضرت زھرا (ع) عورتوں کے لئے نمونہ ھیں) ان لوگوں کے لئے دستاویز ھوگیا ھے اور مختلف بھانوں اور فریب سے ھونے ولا مغالطہ سےعورتوں کی اجتماعی امور میں مشارکت اور مردوں کے شانہ بشانہ رھنے کی بطور متلق ترغیب کرتے ھیں لیکن افسوس کہ اس کے فائدہ آور نتائج ایران کے موجودہ معاشرہ میں دیگر لاپرواہ ملکوں کی طرح واضح طور پر مشاھدہ کرتے ھیں.

یہ سچ ھے کہ حضرت زھرا (س) زندگی کے تمام مرحلوں میں عورتوں کے لئے بھترین نمونہ اور آئیڈیل ھیں. اور یہ خود ایک ناقابل انکار حقیقت ھے. لیکن آنحضرت کے نمونہ عمل ھونے کی کیفیت جو ایک اھم نکتہ ھے جس کا پروگرام پھلے سے بنایا گیا ھے مغربی ثقافت کے دلدادہ کی طرف سے پھلے سے بنایا ھوا پروگرام ھے، فراموشی کی نذر ھوگیا ھے.

حضرت زھرا (س) شریعت قرآنی کی بھترین پیروکار رھی ھیں جو صرف بقدر ضرورت احکام قرآن کا دفاع کرنے کی وجہ سے مردوں کے مجمع میں آئی ھیں. جیسا کہ امربالمعروف و نھی از منکر سے متعلق آیات مردوں اور عورتوں کو اس فریضہ الھی کے اجراء پر مامور کیا ھے. اور مدینہ کی عورتوں کا پیغمبر کی بیعت کرنا

آخرکار ازدواج چونکہ زندگی میں ھمہ جانبہ شرکت ھے لھذا شائستگی کے لحاظ سے اس شرکت کے تمام پھلووں کی رعایت کی جائے. کیونکہ ازدواج اقتصادی اور ثقافتی کمپنیوں میں رکنیت سے زیادہ اھم ھے بلکہ خود انسانی ، انفرادی اور اجتماعی تمام پھلوؤں میں اتحاد ھے ھم نے تفسیر (الفرقان) میں سورہ نساء کے ذیل میں اور دیگر سوروں میں مرد اور عورت کے حقوق سے متعلق بسط و تفصیل سے گفتگو کی ھے. جوکہ اختصار کے ساتھ (تبصرہ الفقھا) اور اسی رح رسالہ (توضیح المسائل نوین) میں آمدہ ھے.

حد زنا کے شرائط.

اخلاقی خلاف ورزیوں سے متعلق بھی حکومت اور اسلامی معاشرہ شریعت کے پابند رھبر کے ساتھ حصیح ازدواج کا طریقہ اس طرح سے کہ اسلام قرآنی نے معین فرمایا ھے کو رواج دیں تاکہ جنسی اور اخلاقی بے راہ روی کے لئے ھر گز راہ ھموار نہ ھو اور اگر اس صفت کے ساتھ اخلاقی مخالفت کوئی کام اس طرح انجام پائے کہ فاش ھو اور اس رھگذر پر چار عادل مرد دیکھ لیں یھاں پر شھادت کا مقام ھے کہ شرائط کے ساتھ مرد اور عورت دونوں ھی سزا پائیں گے. لیکن ایسا جرم اسلامی معاشرہ میں کھلم کھلا ھرگز نھیں ھو سکتا مگر بطور قدرت اور اسلام نے جزائی قانون کے ساتھ ان حرف قبورے کے ساتھ چاھا ھے کہ اسلامی معاشرے عریاں اور بے نقاب نہ ھوں جیسے بعض مغربی معاشرے اور حیوانی کام ملاء عام میں عفت کے خلاف کام کرتے تو دیکھنے والے بھی کوئی اھمیت نھیں دیتے اور ناجائز جنسی عمل کی سزا میں حاکم شرع کا علم کافی نھیں ھے. کیونکہ علم لفی غیر حضوری گواھی اور چار عادل افراد سے کمتر لوگوں کے توسط جنسی جرم کا دیکھنا صرف نھی از منکر کے حکم میں ھے نہ سزا، کیونکہ شرعی حد صرف شائستہ مقامات پر معین کی گئی ھے. (آیات) کیونکہ یہ تھمت لگانے والے زنا کا اثبات کرنے کے لئے چار شاھد مرد کے ساتھ نھیں آئے پس چونکہ چار شاھد کے ساتھ نھیں آئے نتیجتاً یہ لوگ خدا کے نزدیک وھی جھوٹے لوگ ھیں . نہ اس سے کم اور نہ ھی عورتوں کی گواھی اور نہ ھی زناکاروں کا اقرار یہ صرف یہ کہ شرعی حجت نھیں ھے بلکہ جھوٹ ھے. اور تنبیہ اور حد قذف کا موجب بھی ھے. جیسا کہ آیات سورہ نور میں ھم ملاحظہ کرتے ھیں.

اصولی طور پر زنا کی حد اسی روایت میں منحصر ھے اور بس البتہ اس صورت میں کہ یہ رابطہ یقینی طور پر زنا ھو . اس کے علاوہ صورت میں صرف زنا کا لعم یا چار عادل مرد سے کم کی گواھی ھرگز کافی نھیں ھے، بلکہ ان افراد پر ۸۰ کوڑوں کی حد ھے نہ زنا سے متھم اور صرف زنا کے علم کی صورن میں نھی ازمنکر کا حکم بجا ھے اور بس.

نامحرموں کے اجتماعی روابط:

بنابر این مردوں اور عورتوں کے عادی روابط کو دیکھتے ہوئے جیئے ایک ساتھ نامناسب اور کمر شکن حرکتوں کے بغیر سڑکوں پر ٹھلنا ان کے بارے میں کسی کو تجسس کرنے سوال کرنے اور ان کی مزاحمت کا حق نہیں ہے. اور اگر ان کی رفتار عرف عام سے ہٹ کر ہو یا عمومی ثقافت کے خلاف ہو یعنی ایسی ہو کہ سب کی توجہ کا مرکز ہو اور یہ عمل خواہ محرم کے ساتھ ہو یا نامحرم کے ساتھ تو ایسے موقع پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مراتب کو انجام دینا چاہیے اور عمومی شان اور یاد دیانی پر توجہ نہ دینے کی صورت میں ان سے سوال کرنا چاہیئے.

عورتوں کا کام:

اسلام کی نظر میں عورتوں کی اجتماعی مشارکت عفت، نزاکت اور مکمل سنجیدگی کی رعایت کے ساتھ بہت اهمیت کی حامل ہے اس طرح سےکہ غیر ضروری موارد میں مردوں کے ساتھ یکجا نہ ہوں؛کیونکہ حرام جنسی رابطہ برقرار ہونے کا امکان ہے.اور اس کے ذریعہ ان کے درمیان غیر ضروری گفتگو میں اضافہ ہو گا یا کم از کم طرفین کی ناجائز شہوت کو تحریک کرنے کا سبب ہو گا. بالاخر اقتصادی کاموں میں مردوں کا حصہ عورتوں سے کہیں زیادہ ہے. اور ان کی ذمہ داری اور فرائض اقتصادی کا استعمال بھی اسی اعتبار سے زیادہ اور ان کے کام کی آزادی اور سرگرمی میں اضافہ بھی ہے. اقتصادی امور میں عورتوں کے لئے بھی واجب نہیں جز داخلی زندگی کے سایہ میں جیسے اپنے گھروں میں کام کرنا یا ایسی جگھوں پر کام کرنا جہاں مردوں کی آمدو رفت نہ ہو اور خود ان کی زندگی تفرع میں ہو. یہاں تک شوہر بیکار ہو جائے اور درآمد کا کوئی راستہ نہ ہو یا شوہر انتقال کر گیا ہو اور فرزندوں کے مخارج پورا کرنا عورت کے لئے میسر نہ ہو تو حکومت اور مسلمانوں کے بیت الما ل پر عورت کی زندگی کا ادارہ کرنا واجب ہے تکہ وہ اپنی صلاحیت سے باہر ہر کام کرنے پر مجبور نہ ہو. اور مردوں سے قریب ہو جائے.مگر یہ کہ خود حکومت یا وہ عورت ایسا کام انتخاب کرے جس میں مردوں اور عورتوں کے رابطہ کا کوئی امکان نہ ہو یا پھر عفت کے خلاف نہ ہو.

البتہ یہ مسئلہ عورت کی توہین یا اس پر زبردستی نہیں ہے بلکہ شرع مقدس اسلام کی نظر میں عورتوں کی مالی اجتماعی سرگرمیاں واجب نہیں ہیں (ص پشت صفحہ۱۳)

۲۵

معاشرہ میں عورتوں کا بطور مطلق شرکت کے معنی میں نہیں تھا بلکہ ایک ضروری کام تھا کہ ان کی عفت کی حفاظت کے ساتھ انجام پائے.

آزادی:

عورتوں کے مردوں سے الگ رکھنے کی تاکید کا مطلب عورتوں یا مردوں سے بدگمانی نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد علاج سے پہلے کی روک تھام ہے. کیا اس معاشرہ میں کہ مرد اور عورت دونوں آسانی کی ساتھ رفت و آمد کرتے اور گفتگو کرتے ہیں، فساد کا زیادہ امکان ہے یا ایسی جگھوں میں جہاں کوئی امکان نہیں بلکہ نا محرموں سے گفتگو کرنا بھی ممکن نہیں ہے؟ شہروں قصبوں مین عرف اور عوام الناس قبول نہیں کرتے کہ مرد اور عورت بغیر کسی دلیل کے گفتگو کریں. اور حجاب کی حفاظت بھی اس کی نسبت رعایت یہ ظاہر شہری معاشرے میں رعایت کی جاتی ہے. یہاں تک کہ یہ بھی ریکھنے میں آیا ہےکہ طلاق کی تعداد بھی بہت کم ہے چہ جائیکہ گناہ کی تعداد.

بنا بر این جو لوگ بے قید و شرط اور لاپرواهی جیسی آزادی کا نعرہ لگاتے ہیں بہتر یہی ہے کہ ہر قسم کی قضاوت کرنے سے پہلے اس نکتہ کی طرف توجہ کریں کہ بے حجابی یا بد حجابی اور بے پردہ لڑکیوں اور لڑکوں کے روابط تہذیب و ثقافت کی ترقی کی دلیل ہیں اس میں ہے. بکلہ انسان کی عقلانیت پر بے حد و حدود جنسی غریزہ کا تسلط اور غلبہ ہے نتیجتاً انسانیت سے پیچھے رہ جانا اور انسان کی پاکیزہ فطرت، وحی ربانی سے ہٹ کر بشری غرائز کو کنٹرون کرنے کی دعوت دیتے ہیں.

بھر حال آزادی کے نام پر لگام اور سرکش خواهشات کو آزاد کرنا انسان کو خطرناک عواقب سے دچار کرتا ہے. نتیجتاً ہم اس فساد آمیز آزادی طبعی کواسی آزادی طلب معاشروں میں واضح طور پر مشاہدہ کرتے ہیں.

لیکن آزادی سے مراد صرف بیان کی آزادی، کام کاج، بیوی کے شوھر یا شوھر کے انتخاب وغیرہ کی آزادی ھے. لیکن یہ آزادی بھی ایمان کی بنیاد پر ھونا چاھیے نہ یہ کہ جو دل میں آئے وہ بات یا خلافت شریعت کام اور عمل جیسے جھوٹ، غیبت، تھمت، سود، رشوت ، کسی کامال ھڑپ کرنا اور اس طرح کے دوسرے محرمات کےا نجام دینے میں آزاد ھو. یہ لوگ اس بات سے غافل ھیں کہ انسان نفسانی خواھشات اور شیطان کے شر سے آزاد ھو ، نہ خدا کے احکام کی پابندی کرنے سے اب اگر کوئی خدا کی اطاعت سے باھر نکلنا چاھتا ھے اور احکام خدا وندی کی نافرمانی کر رھا ھے اس کا نتیجہ صرف اور صرف دنیوی اور اخروی خسارہ اور نقصان ھے.

ھم ان لوگوں سے یہ سوال کرتے ھیں کہ آپ لوگوں نے مغرف سے صرف لاپرواھی، بے دینی سیکھی ھے اور یورپ مزاج مھمانی کو کیوں رواج دیتے ھیں اور اس پر کیوں فخر کرتے ھیں اور غیروں کی علمی ٹیکنالوجی اور آگاھی کو کیوں اھمیت نھیں دیتے اور علمی ذات اور قید کو کیوں اھمیت نھیں دیتے؟

معلوم ھونا چاھیے کہ ایسے دستورات کی انجام دھی سے فرار اور آزادی نفسانی خواھشات کی قید میں اسیری اور قید ھونا ھے کہ ھر دوسرے قید خانہ سے زیادہ ھمیب اور خوفناک ھے. اور جو لوگ احکام خدا وندی پر عمل کرنے کو محدودیت جانتے ھیں درحقیقت لفظی مغالطہ کرتے ھیں. چونکہ اوامر الھی کا اجراء نفسانی خواھشتات کے شر سے آزادی ھے. کیا شیطان کی پیروی کرنا اور شیطانی حصار میں قید ھونا محدودیت اور عقلی آزادی کے خلاف نھیں؟ ھاں جس نے مغربی فساد کو اھمیت نھیں دی اور اس کی قید کو اپنے ھاتھ پاؤں سے کھو ڈالا اور شیطانی وسوسہ کی قید سے آزاد ھو گیا، درحقیقت وھی آزاد ھو ا ھے. پس شیطانی قیود سے آزادی محدودیت نھیں ھے بلکہ در حقیقت لامحدودیت اور الھی بیکراں معارف اور مکارم اخلاق کے دریا سے خود کو جوڑنا ھے.

بھت واضح ھے کہ شائستہ اور میں ور ھوس اور نفسانی خواھشتات سے دو شائستہ کردار عورت کے مرتبہ اور کردار کو بلند تر کر دیتا ھے.لیکن افسوس کہ پھلوی دور میں اگر عورتیں اجتماعی اور اداری امور میں مردوں کے شانہ بشانہ یا ان سے آگے رھی ھیں تو صرف اس کا مقصد تبلیغ اور آلہ کار رھی ھیں اور بس. جیئے خوبصورت اور دوشیزہ لڑکیوں کو سیکرٹری ، منشی، سیلس مین وغیر وغیرہ بنانا اگرچہ ان کی وھاں بھی ضرورت بھت کم ھو. آپ انصاف سے بتائیے کہ اس زمانہ میں عورتوں کی اھمیت اور احترام زیادہ تھا یا اس دور میں جب عورتیں عفت کی پاسداری کرتے ھوئے اپنی اور معاشرہ کی فساد سے حفاظت کرسکتی ھیں؟

بخوبی معلوم ھے کہ مختلف سماجی سرگرمیوں میں عورتوں کی بڑھتی تعداد ب قید و بند ماحول میں پائی جاتی ھے. ناجائز اعمال کی زیادتی اس کے درمیان جنسی تمایل بھت دشوار اور ناممکن ھے. لیکن جن معاشروں میں اخلاقی اور دینی اقدار کی رعایت ھوتی ھے اس میں عورتیں پورے اطمینان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ سرگرمی دکھا سکتی ھیں.

٢٦

بھر حال نہ مشرقی تفریط کی طرح سے کہ عورتیں صرف گھر کے انرد رھتی ھیں بلکہ گھر کے صندوق میں بند رھتی ھیں. اور نہ مغربی افراطی کی طرح جو قید و آزاد معاشرے میں شرکت کرتی ھیں بلکہ تکبر کے انداز میں مردوں پر حکم چلاتی ھیں.

1 - اگرچہ تکبر اور غرور مرد اور عورت دونوں ھی کے لئے مذموم و ناپسندیدہ ھے. یھاں پر یاد دیانی ضروری ھے کہ اگرچہ عورتوں کی سرگرمی سینما، شعر، موسیقی، ڈرائنگ وغیرہ وغیرہ کے میدان میں انقلاب سے پھلے اور بعد میں کافی فرق کرتی ھے. اگرچہ توجہ دینا چاھیے کہ جمھوری اسلامی کا عنوان کبھی کسی حرام کو حلال نھیں کر سکتا چنانچہ شھنشاھی عنوان بھی حلال کو حرام نھیں کر سکتا، ان مسائل میں عورتوں کی بعض شرکتیں شھوت انگیز ھیں. اور سمعی اور بصری ناجائز تعلقات کے ذریعہ زیادہ ھی تحریک کرتی ھیں. اسی طرح مردوں کے سامنے علی الاعلان کچھ پڑھنا بھی حرام ھے کیونکہ عورتوں کی نازک آواز خود ھی تحریک آمیز ھے. چنانچہ قرآن کریم ازدواج پیامبر (ص) کو خطاب کرتے ھوئے اضافہ کرتا ھے (آیات) آیہ مبارکہ کا مضمون یہ ھے کہ عورتوں کی عشوہ، ناز اور دلربائی کے ساتھ نازک آواز کسی کی طمع کا سبب ھوتا ھے کہ اس کے دل میں حرام شھوتوں کی بیماری پائی

جاتی ھے. اور پیغمبر کی بیویوں کی نسبت اور وں کی ممانعت اس طرح سے بات کرنے کے لئے تمام عورتوں کی ذمہ داری کو واضح طور پر بیان کرتی ھے.

خلاصہ ھر قسم کی شھوانی تحریکیں خوہ مرد ھو یا عورت شرع مقدس اسلامی میں ممنوع ھے. کیا یہ بات قبول کی جاسکتی ھے کہ شاہ کے زمانہ میں شھوت انگیز موسیقی حرام ھو اور اب حلال ھو؟ نھیں ، یقیناً اسلامی جمھوری میں کہ شھیدوں کے خون کا نتیجہ ھے، زیادہ حرام ھے، کیونکہ اس کا عالمی عنوان جمھوری اسلامی ھے. اور ارباب دولت کی ھر بات اور ان کا ھر عمل، علماء ، روحانیون اور اس جمھوری اسلامی میں تمام لوگوں کا سرزد ھونے ولا عمل اسلام کے عنوان سے سمجھا جاتا ھے کہ اگر خدانخواستہ غیر اسلامی یا اس سے بدتر اسلام مخالف ھو تو اس کا خطرہ گذشتہ افراد کے اعمال سے زیادہ ھے چونکہ اسلام ، اسلام مخالف ھو جائے گا.

چودہ صدی کے بعد کہ رسمی طور پر اسلامی حکومت غیر معصوم ھاتھوں سے وجود میں آئی ھے لھذا ھم اپنی پوری توانائی کے ساتھ بدون تردید اور کمی و زیادتی کے بغیر اپنی حد میں اپنے درمیان اور دنیا والوں کے سامنے قرآنی اسلام پیش کریں تاکہ ھمارے اعمال حقیقی اسلام کا نہ یکہ ان کے اصل دین سے فرار کرنے کا سبب ھو.

تھران میں عورتوں کے سینما سے متعلق چند سوالوں کے جوابات:

آیت اللہ العظمی آقا حاج شیخ محمد صادقی تھرانی کی خدمت میں مندرجہ ذیل سوالات پیش کئے جاتے ھیں:

س- اگر مرد اور عورت دونوں ھی حقوق کے لحاظ سے یکساں اور برابر ھوں تو پھر اسلام میں عورتوں ھی پر پردہ کیوں واجب ھے اور مرد پر کیوں واجب نھیں ھے؟

ج- کیونکہ مرد کی نسبت عورتوں کی جنس میں مرد کے لئے زیادہ کشش ھوتی ھے لھذا عورتوں کو نامحرم مردوں سے دور رھنے کے لئے ان پر حجاب واجب کیا گیا ھے.چنانچہ سونا اور اس جیسی قیمتی چیزوں کی حفاظت تانبے جیسی سستی اور معمولی چیزوں سے کھیں زیادہ اھم ھے. اتنی زیادہ حفاظت کا کبھی بھی یہ مطلب نھیں ھوتا کہ جواھرات کی توھین ھوتی ھو بلکہ خود ان قیمتی اشیاء کا احترام زیادہ ھے، عورتیں بھی عفت کے لحاظ سے مردوں سے زیادہ قیمتی اور اھمیت رکھتی ھیں لھذا اجتماع میں انھیں زیادہ محفو ظ رھنا چاھیے.ھاں (آیات) وہ مناسب حجاب قریب ترین وسیلہ ھے کہ عورت عفت کے ساتھ پھچانی جائے. تاکہ مردوں کی اذیت اور آزار کا نشانہ نہ بنیں. چناچہ (آیات) مرد اور عورت دونوں ھی کے لئے یہ حجاب زیادہ پاکیزہ (زیادہ محافظ) ھے.اور ایسا بھی نھیں ھے کہ مردوں کے لئے کوئی حجاب ھی نھیں بلکہ مرد بھی مناسب لباس پھنیں جوکہ محرک نہ ھو.

دحقیقت حجاب، عورت کے لئے عفت و پاکدامنی اور زینت کا لباس ھے کہ اس طرح کا لباس نماز میں بھی واجب ھے کہ خدا وند عالم کی بارگاہ میں با حجاب حاضر ھوں تاکہ کبھی نا محرم آجائے یا موجود ھو تو اس سے پھلے عورت حجاب میں ھو. مجموعی طور پر حجاب عورتوں کے لئے ایک احترام اور زینت ھے کہ اگر نماز کی حالت میں کوئی نامحرم نہ بھی ھو ، اسی طرح (آیات) کی با ب سے ان پر حجاب واجب ھے.

بنابر این عورتوں کے لئے حجاب پر امن جگہ پر سونے جیسی چیزوں کی حفاظت ان کی عفت کی اھمیت پر دلیل ھے نہ کہ سخت گیری یا توھین

یا ان کے ساتھ زبردستی نھیں ھے. اس بنیاد پر بوڑھی عورتوں کے لئے حجاب واجب نھیں ھے. اسی طرح (آیات) کی بنیاد پر عورتوں پر ان بچوں کے سامنے آنا جو ان کے مقابل معلومات اور جنسی صلاحیت نھیں رکھتے حجاب واجب نھیں ھے. (آیات) اسی طرح بوڑھے مردوں پر جن کی جنسی کیفیت ختم ھو گئی ھے یا پھر ان کی اور عورتو ں کی درمیان جنسی میلان کی کیفیت ختم ھو گئی ھے اور نہ ھی رکھ سکتے ھیں.
(آیات) کی روشنی میں صرف مردوں میں جنسی ضرورت نہ رکھنے والے محرم ھیں. لیکن جو بچے آگاھی اچھے برے کی تمیز رکھتے ھیں ارو جنسی توانائی بھی رکھتے ھین وہ نا محرم ھیں.

آخر کار جهاں پر جنسی تمایل هے وهاں محرمیت بهی هے اور اگر میلان هو هی نه تو طرفین ایک دوسرے کی نسبت محرم هیں جیسے وه بچے جو منه بولے فرزند کهلاتے هیں. محارم کے علاوه کی آغوش میں پروان چڑهتے هیں بالخصوص جب یه بات انهیں معلوم نه هو تو یه بچے ان کے لئے محرم هیں کیونکه (آیات) اور (آیات) جیسی آیات نے مرد اور عورتوں کے درمیان محرمیت کی حکمت جیسی میلان کے نه هونے کو اصل قرار دیا هے اس بنا پر منه بولا بیٹا ، شیرخوارگی سے یا بلوغ سے کچھ پهلے سے نا محرموں کی دامی تربیت میں هوں تو مذکوره اصل کی قطعی رعایت کے ساتھ که جنسی تمایل نه هو تو جنسی بلوغ کے وقت (لڑکے ۱۳ سال میں اور لڑکیاں ۱۰ سال میں) گود لیا هو بچه (منه بولا بیٹا) تمام صنف نازک اور گودی هوئی لڑکی اس گهرانے کے تمام افراد کو جو اس کے ساتھ زندگی گزارتے هیں ، محرم هوں گے. کیونکه کبهی خواه ازدواج کے ذریعه هو یا کسی اور ذریعه سے جنسی رابطه کا خیال نهیں کرتے. اور ان کے ذهن میں بهی نهیں آتا. البته اسی حال میں ان کے ساتھ ازدواج جائز هے. کیونکه ذاتی نسبی، سببی یا رضاعی محارم میں سے نهیں هیں . بلکه ان دونوں کے درمیان محرمیت عرضی هے. ضمنی طور پر مذکوره حکم استثنائی موارد کٹے علاوه جهاں جنسی میلان پایا جاتا هو، جاری هے. اور یهاں پرت بهی حجاب کی رعایت واجب هے، یعنی اگر منه بولے بیٹے بلکه وه محارم بهی جن کا قرآن میں ذکر هوا هے اگر ایک دوسرے کی نسبت جنسی میلان رکهتے هو تو ایک دوسرے کے لئے نا محرم هیں مثلاً اگر کوئی بهائی اپنے بے پرده بهن سے سوء استفاده کرنا چاهے تو یه دونوں بهی ایک دوسرے کے لئے نامحرم هیں.

بالاخر حجاب تمام جهتوں سے ایک حکم الهی هے جس کی مردوں پر عدم تحریک کی حد تک رعایت اور عورتون پر کلی طور (چهره دونوں هاتهوں ٹخنوں تک دونون پیروں کے علاوه حجاب واجب هے. اور (آیات) مومنه عورتوں سے کهو: اپنی نگاهوں کو (دوسروں کی شرمگاه میں دیکهنے سے) بند رکهیں اور اپنی شرمگاهوں کو (هر قسم کے دیکهنے سے حفاظت کریں. اور زینت کو نامحر م مردوں کے سامنے ظاهر نه کریں اس کے علاوه جو طبعی طور پر ظاهر هے اور اپنے سینوں پر دوپٹه رکهیں اور اپنی زینت کو آشکار نه کریں. جز اپنے شوهروں کے. و ....

اس آیت میں اوڑهنی ڈالنا یا گردن اور سینه پر روسری اور دوپٹه رکهنا حجاب کی رعایت کرنے کی علامت هے. که حضرت حق کے تمام اوامر کے علاوه این فرمان الهی کی عورتوں پر رعایت کرنا ضروری هے چناچه جلابیب کی آیت سرسے پیر تک ڈهانپنے والا لباس عورتوں پر حجاب کی تکمیل کو واجب قرار دیا هے. تاکه ان کا پورا جسم نامحرم مردوں کی نگاه سے محفوظ رهے. اصولی طور پر مردوں اور عورتوں دونوں پر مخالف جنس کی شهوت کا محرک هو کلی طور پر حرام هے. خواه محارم سے یا نامحرموں سے بلکه اهل کتاب سے بهی لیکن اهل کتاب عورتوں کی طرف غیر شهوانی نگاه صرف غیر محرک اعضا کی حد میں جیسے سر، گردن اور هاتهوں کے جائز هے. شهوانی تصویروں یا فلموں کو دیکهنا بهی خواه جس طرح کی هو حرام هے. مگر ان تک رسائی نه هونے کی صورت میں

اور اپنی عورتون کے علاوه شهوانی حالت کے علاوه بهی.

س- عورت خود ایک امانت دار هے. جیسے اس کی پابندی کرنی چاهیئے که جو نطفه اس کے رحم میں موجود هے وه دوسروں کے نطفے سے مخلوط نه هو اور صرف ایک مرد سے مخصوص هو تاکه خانوادگی ارتباط واضع اور نسل محفوظ رهے. اسی طرح چند مرد کی ایک عورت کے ساتھ شرکت اولاً عورت کے مزاج سے ساز گار نهیں هے اور ثانیاً خود مرد کے لئے بهی قابل تحمل نهیں هے. اگر کچھ لوگ ان دلیلوں کو قبول کریں، جیسا که ذکر هوئی یه سارے احکام تبعیدی هیں اور نص قرآنی کے مطابق واجب هے.

س- اگر عده طلاق یا وفات لازم هے تو مرد اور عورت دونوں هی لازم هونا چاهیے ورنه دونوں هی کو عده کی قید و بند سے آزاد هونا چاهیئے و پهر عورت هی کیوں عده کی رعایت کرے؟

ج- عده طلاق صرف نطفه کے اختلاط سے روکنے کے لئے هے. که ۳ رحیض حامله نه هونے کی قطعی طور پر خبر دیتا هے. اس لحاظ سے جو عورتیں ماهانه عادت ۳، مکمل دوره تک همبستری کریں یا یائسه هیں یا نا بالغ هونے کی وجه سے حامله هونے کی صلاحیت نهیں رکهتیں یا حامله عورت وضع حمل کے بعد یا جن عورتوں کی بچه دانی نکال دی گئی هے چونکه ایسی عورتیں کبهی حامله نهیں هو سکتیں. لهذا ان کے لئے عده طلاق نهیں هے. جیساکه چند آیات اور روایات سے ظاهر هے. جو عورتیں حامله نه هونے کی دوا

استعمال کرتی ھیں یا اپنی بچہ دانی بند کروا دی ھے یا وہ عورتیں جن کے شوھروں نے آپریشن کرا کے تولید مثل کا امکان مدد کرایا ھے ڈاکٹروں کی تائید کی شرط سے کہ کسی صورت حمل کا احتمال نھیں پایا جاتا یہ عورتیں عدہ نھیں رکھتیں. البتہ عدہ طلاق در حقیقت صرف نطفہ کے اختلاط سے روکنے کے لئے ھے نہ زوجیت کا احترام.

لیکن عدہ وفات میں بھر صورت صرف شوھر کی موت کے احترام میں یہ عدہ ثابت ھے، لیکن صرف زوجیت کا احترام عدہ کا سبب نھیں ھے. ورنہ مرد کو بھی اس احترام بنیاد پر(بالمقابلہ ھونا چاھیئے). عدہ رکھنا چاھیئے. اور عدہ وفات کے بارے میں کہ عورتوں سے مخصوص ھے، چونکہ قرآن کی نص کے مطابق واجب ھوا ھے. حتی اگر ھم اس کی حکمت بھی نہ جانیں تو ابھی ھمیں قبول کرنا چاھیئے لیکن قرآن و سنت اھم کو ھم پر مقدم کرنا واجب جانتی ھیں. نبا بر ایں عورت شوھر کی وفات کے احترام یا دوسری عورت سے مرد کے تولید قتل کی درمیان یقیناً دوسرا ھم ھے. کیونکہ عورتیں چار ماہ دس رات عدہ کے اند ر تولید مثل نھیں رکھتی لیکن اگر مرد بیوی کے احترام میں چار ماہ عدہ وفات رکھے تو انسانی توانائی میں اضافہ اور تولید مثل میں روکاوٹ پیدا ھو گی.

س: جھاد، عورتوں کے لئے حالت حیض اور نفاس میں نماز اور روزہ کا واجب نہ ھونا خود واجب خدا سے محرومیت نھیں ھے.

ج: ھرگز! کیونکہ اصل حکم الھی کا اتباع ھے. جس طرح عورتیں ماھانہ عادت کے دوران نماز سے معاف کر دی گئی ھیں اور یھی نماز نہ پڑھنا ان کے لئے عرفان الھی کی اطاعت اور عبادت ھے. اگر کوئی عورت اس حالت میں نماز پڑھے تو یہ دستور خدا کی نافرمانی ھے. اگرچہ اتنی مدت میں نماز میں صرف ھونے والے وقت کے بقدر ذکر کرنا واجب ھے اور اس کی کیفیت پانچویں سوال کے جواب میں بیان کی جائے گی. اس بنا پر فرض مسئلہ عورتوں کی محرومیت پر دلیل نھیں ھے. اور عورتوں کو مبارک ھو کہ جھاد اور اتنی ساری مشقت کے اور جسمانی اور خطروں کے بغیر شوھر داری کے سلسلہ ان کے لئے جھاد کا ثواب رکھا گیا ھے کہ حدیث پیغمبر (ص) کے مطابق عورت کا جھاد بھترین شوھر داری ھے.

اس کے علاوہ یہ خود ھی جسمانی بنیاد کی رعایت کرتے ھوئے، عفت کی حفاظت اور ان کی خانوادگی ذمہ داریاں مین جز عمومی خودم کہ عورتیں بھی جھاد بھی اگر امام جمعہ عادل ھو اور خاص گروہ کی رضایت کے لئے کمیت ، تھمت اور جھوٹ دوسروں کے خلاف وغیرہ کے اسباب فراھم نہ کرے. صحت خطبہ کے مکمل شرائط کی رعایت کرے. اگر ان کے لئے کافی زحمت اور نا روا سلوک نہ ھو تو انھیں بھی اس میں شرکت کرنی چاھیے.

۲۹

جملے (آیات) کہ نھج البلاغہ میں عورتوں کے بارے میں آیا کیا یہ عورتوں کی توھین نھیں ھے؟

ج: اس کا جواب یہ ھے کہ یہ جملے خود حضرت امیرالمؤمنین کی نسبت ناقبل تلافی توھین اور آپ کی طرف جھوٹی نسبت دی گئی ھے کہ (نواقص الخطوط جیسا کہ گذرا، خود ناقص ھے، کیونکہ اسلام کے اقتصادی مبنی کے مطابق مرد ھر صورت نان و نفقہ کا ذمہ دار ھے لیکن عورت نفقہ لینے والی ھے اور اس کی نصف میراث بھی اپنی جتگہ باقی رہ جاتی ھے. اسی طرح (نواقص الایمان) بھی ناقص اور باطل ھے چونکہ حیض و نفاس کی حالت میں فرمان الھی کے مطابق نماز اور روزہ سے معانی ھیں. کیا یہ ان کے ایمان کی کمی ھے یا امر خدا وند سبحان کی اطاعت کی علامت ھے؟

البتہ مذکورہ حکم کی تلافی کے لئے معزور افراد کے لئے مدت نماز کے بقدر وضو کرکے قبلہ رو بیٹھ کر خدا وند سبحان کا ذکر کرنا واجب ھے. البتہ اذکار واجب پڑھنے میں نماز کی نیت کے بغیر ازکار نماز کینا جائز ھے. کیونکہ (خمس صلوات لاتترک علی کل حال) حائض اور نفاء کے لئے ذکر کاوجوب کتاب و سنت کی قطعی دلیلوں کی بنیاد پر ھے کہ ذیل میں بیان ھوں گی:

آیات) کي بنیاد پر اقامہ نماز کی دلیل کو (ذکر اللہ) ان کے ذمہ سے ساقط ھے اگر کوئی شخص نماز پڑھنے سے معذور ھو جیسے غریق تو کمی بھی ذکر اللہ اس سے ساقط نھیں ھو گا. بھر صورت کم از کم ایک بار (بکیر۹ کینے سے با اشارہ سے (ذکراللہ) اس پر واجب ھو جائے گا اسی طرح فقھی قاعدہ کے مطابق (آیات۹

اور امام صادق (ع) کی احادیث سے جس کا مضمون (خمس صلوات لاتترک علی کل حال) اصول کافی ج۳، ص۲۷۸؛ التھذیب، ج۲،ص۱۷۲، (و خمس صلوت یصلین علی کل حال (بحار الانوار، ج۸۸، ص۲۹۹، ھرگز نماز کی صورت مطاقاً ترک نھیں کی جائے گی اور معذور شخص اس کا بدل انجام دے نتیجتاً ۵، حدیث کہ (وسائل الشیعھف ابواب ، باب ۴۰ اوقات نماز مین حائض و مفسا ک ذکر کینے کے وجوب سے متعلق امام صادق (ع) اور امام باقر (ع) سے ذکر ھوتی ھیں چونکہ اس کی کوئی بھی حدیث مخالف نھیں ھے. آیت کریمہ مذکور کے ذیل میں حجۃ بالفه الیه ھے اور مدنظر احادیث کا خلاصہ مذکور فقھی حکم اس صفحہ کے متن میں موجود ھوگا کہ حکم ثابت الھی ھے.

نماز کی حالت میں ترک نھیں ھو سکتی . اسی طرح کا کام صدر اسلام میں بھی ھوا ھے اور اب تک اس کا سلسلہ اگر اسلام کے سیاسی اور اس جیسے افراد خوف کے موقع پر کیفیت نماز میں کمی لاتے تھے تو کھا جا سکتا ھے کہ وہ لوگ ناقص الایمان تھتے کیونکہ ان کی نماز قصر یا ناقص تھی؟ کلی طور پر ھمارے پاس قرآن کریم، صحیفیہ سجادیہ اور مصباح الشریعہ کے علاوہ سو فیصر کوئی مسلم بات نھین ھے، حتی نھج البلاغہ بھی جعلیات کا شکار ھے. اگرچہ دیگر تمام کتابوں کی نسبت اس کی فیصد غلطین بھت ھی کم اور معمولی ھیں اور انگشت شمار حد سے بھی آگے نھیں بڑھتی اے کاش! مسلمین بالخصوص حوزہ ھای علمیہ علوم اسلامی کا اصلی محور قرآن کی بنیاد پر قرار ویسے کہ جس میں فطرت ، عقل سلیم ، علم اور جس کے خلاف کوئی اشارہ نھیں ملتا اور عقل اور علم جتنا بھی ترقی کر جائے اور آگے بڑھ جائے کہ تو اس ابدی کتاب کے حقائق اور ھی واضح اور روشن ھو جائیں گے.

س- یہ کونسا حقوق میں مساوات ھے کہ عورت بعضی عبادتوں میں سے شوھر سے اجازت لے؟

ج: جیسا کہ بیان ھو چکا ھے اس کا جواب یہ ھے کہ اس طرح کی محدودیت ھر گز شرعی نھیں ھے و قاعدہ (آیات) مرد اور عورت دونوں کو تمام واجبات ، محرمات مستحبتات ، مرجوجات، اور مباحات میں یکساں جانتا ھے اب سوال یہ ھے کہ اگر عورت نماز شب یا نافلہ یا دعائے کمیل پڑھنا چاھے یا تذکرے تو شوھر کی اجازت کے بغیر درست نھیں؟ لیکن مرد کے لئے صحیح ھے؟ البتہ کوئی غیر واجب یا حرام کام زوجیت کے بغض فرائض کے ترک کرنے کا موجب ھو جو جس طرح اس کا انجام دینا عورت پر حرام ھے اسی طرح مرد پر بھی حرام ھے. اساسی مشکل یہ ھے کہ مغربی بے قید بند افراط اور شرقی تفریط کہ اسلام کی نظر میں درست نھیں ھے. اور اس میں گذشتہ جاھلیت کے افکار کا نقش پایا جاتا ھے. مردوں اور عورتوں کو افراط و تفریط کا شکار بنا دیا ھے. لھذا جز قرآنی عدالت اور میانہ روی کے کوئی چارہ نھیں ھے.

س: کلی طور پر بلوغ اور تکلیف کی حد کیا ھے اور لڑکی، لڑکے سے ۶،۷ سال پھلے کیوں مکلف ھو جاتی ھے. اور کیا روزہ کی تکلیف کے سلسلہ میں کہ کھا جاتا ھے کہ لڑکی کے لئے ۹، سال میں اور لڑکے کے لئے ۱۵سال میں واجب ھوتا ھے. تو کیا یہ لڑکیوں کے ساتھ ظلم نھیں ھے؟ جبکہ کم از کم ان دونوں کی بنیاد یکساں ھے اور اگر لڑکوں کی بنیاد لڑکیوں سے زیادہ نہ بھی ھو تو اس سے کم نھیں ھے؟

ج: بلوغ کی حد تکوینی ھے کہ شارع مقدس نے اس کے لئے کوئی مشخص سال معین نھیں کیا ھے بلکہ صرف درمیانی حد بیان کی ھے اور سب سے پھلی تکلیف کی

حد بلوغ عقلی ھے یعنی عقل احکام شرعی تک رسائی اور اس کے دریافت کرنے کی توانائی ، حدائے واحد کے وجود کی رسالت معاد کی تصدیق رکھتا ھو ، جیسا کہ قرآن کریم کا رشاد ھوتا ھے (آیات) یہ قرآن میری طرف وحی ھوا ھے تاکہ میں تم (مکلفین) کو اس کے ذریعہ ڈراوں اور جو لوگ بالغ ھو چکے ھیں ان کو (بھی) یہ قرآنی وارننگ دی جا چکی ھے. بنابریں جیسے انسان کی عقل سمجھ لے کہ کوئی خدا ھے جس کی عبادت کرنی چاھیئے. اس پر نماز واجب ھو جاتی ھے. خواہ انسان کا سن زیادہ ھو یا کم لیکن درمیانی حد بالخصوص اسلامی معاشرے میں، اس سال ھے جیساکہ روایات میں بھی اس طرح آیا ھے کہ اس عمر میں لڑکے اور لڑکی دونوں ھی پر نماز واجب ھو جاتی ھے جز استثنائی موارد کہ اس سے کم یا زیادہ عمر میں دونوں بالغ ھو جائیں تو اس کا جسمانی اور اقتصادی توانائی سے تعلق نھیں ھے، بلکہ معیار فرد کی عقلی توانائی ھے.

بلوغ کا دوسرا حصہ جسمانی توانائی ھے کہ روزہ رکھنے کی شرط ھی توانائی ھے. اور روزہ رکھنے کے لئے لڑکی اور لڑکے کے جسمانی معیاد یکساں ھے. لیکن اس کے باوجود تمام مجتھدین لڑکے کے لئے لڑکی کی نسبت کافی دیر میں وجوب کے قائل ھیں کہ یہ خود لڑکیوں پر ظلم ھے بنابریں روزہ کے لئے دونوں کا سن بلوغ یکساں ھے اور بھت ساری رویات میں دونوں کے لئے روزہ کی تکلیف ۱۳سال معن ھوئی ھے.
البتہ اسی عمر میں اگر روزہ رکھنے صلاحیت نہ رکھتے ھوں تو اس کی انجام دھی سے معاف ھیں. اور کبھی یہ بھی ممکن ھے کہ زود رس جسمانی توانائی کی وجہ سے اس سے کم عمر میں بھی روزہ واجب ھو جائے . خلاصہ یہ کہ وجوب روزہ کی حد (بلوغ عقل کے بعد) جسمانی بنیاد اور مکلف کی جسمانی توانائی سے تعلق رکھتی ھے اور اگر کچھ روایات میں سن تکلیف کے عنوان سے ۱۳سال روزہ رکھنے کی صلاحیت پیدا ھو جاتی ھے اور اکثر گرم علاقوں میں بھی ایسا ھی ھے لیکن سرد علاقوں میں ایسا نھیں ھے کف کیونکہ افراد دیر سے جوان ھوتے ھیں آخر کار ۱۳ سال روزہ رکھنے کے لئے درمیانی عمر ھے چناچہ لڑکیوں کے ازدواج کی عمر لڑکوں سے پھلے اور لڑکوں کا اقتصادی رشد لڑکیوں سے پھلے ھو جاتا ھے.

س: فقیر مرد اور عورت کہ اقتصادی اور سماجی مشکلات رکھتے ھیں تو کیا وہ عورت کے حاملہ ھونے صورت میں بچہ ساقط کرا سکتے ھیں تاکہ جب بچے کی پرورش کرنے کے لئے جسمانی، روحی اور مالی صلاحیت پیدا ھو جائے تو بچہ پیدا کریں؟

ج: ھرگز نھیں ! نطفہ منعقد ھونے کے بعد (خواہ ازدواج سے ھو یا (معاذاللہ) زنا سے) بچہ ساقط کرانا کسی صورت جائز نھیں ھے اگر چہ نطفہ ھی کیوں نہ ھو چہ جائیکہ ناقص الحلقہ ھو اور اس کام کے کرنے میں جو حیلہ اور بھانہ (اگرچہ بچے میں روح پڑنے سے پھلے ھو) حتمی طور پر قتل نفس جیسے اقدام کو شامل ھے مثال کے طور پر حاملہ عورت زمین سے سنگین بوجھ اٹھانے کی اجازت نھیں ھے تاکہ اس کا بچہ سقط کر جائے. اور زندہ جنین کا سقط خود قتل نفس ھے، یا اس صورت میں صحیح ھے جب ماں کی جان بچانے کے لئے سقط کے سوا کوئی چارہ نہ ھو کہ یہ کام خود ماں کی طرف سے اس کی جان بچانے کے لئے ایک دفاع ھے اور سقط جنین کا دیۃ (اضطراری صورت کے علاوہ) نطفہ کے وقت ۲۰ مثقال سونا ھے اور علقہ (جونک کی طرح بندھا خون ۴۰، مثقال اور مفغہ (چپائے ھوئے گوشت کے لئے) ۶۰ مثقال ھے اور جب بچے میں ھڈی بننے لگے ۸۰، مثقال اور جسم پر گوشت چڑھنے کی صورت میں ۱۰۰، مثقال سونا ھے اس کے بعد جنین کے جسم میں روح پڑنے کے بعد تقریباً چار ماہ میں کہ جنین زندہ ھو جاتا ھے، سنت قطعیہ کی بنیاد پر لڑکی سقط کرنے دیت ۵۰۰ مثقال اور لڑکے کی صورت میں ۱۰۰۰، مثقال سونا ھے اور قتل نفس بھی آخری حالت سے مخصوص ھے اور اس سے پھلے سقط جنین قتل نفس کے حاشیہ پر ھے، مذکورہ دیت کا سبب ھو گا.

دیۃ بھی جنین کے وارث کو دیا جائے اور اس سقط کا سبب عورت ھو تو اس دیۃ کا وارث اس کا باپ ھے اور اس کے ھر ممکن بچہ کی ماں ھے اور اگر مرد اور عورت دونوں ھی سقط کا باعث ھوں تو میراث کے حلقوں کے لحاظ سے دیگر ورثہ کو دیا جائے گا . اگر جنین کے والدین کے علاوہ کوئی دوسرا شخص سقط جنین کا باعث ھو ان کی رضایت کے بغیر تو دیت اس کے ذمہ ھے اور وارث بچے کے ماں اور باپ ھوں گے اور دونوں کی رضایت اور خواھش ھونے کی صورت میین یہ دیۃ ان کے درمیان (فعالیت) کے مطابق مشترک ھو گی.

۳۱

لیکن ھمبستری سے پھلے کچھ مقدمات کی ذریعہ نسل پر کنٹرول کرنا کچھ اپنے اسباب، روشوں اور وسائل کے ذریعہ کے عضو کے ناقص ھونے کا سبب نہ ھو یا دائمی طور پر بچہ دار نہ ھونے یا دونوں کی بیماری کا سبب نہ ھو تو واقعی ضرورت کی صورت میں جائز ھے اور کلی طور پر اگر تولید مثل میں عرو حرج ھو ، چناچہ حرج کی صورت میں تولید مثل واجب نھیں ھے اور محر کی صورت میں حرام ھے کیونکہ (آیات) آسودگی کی حالت میں تولید مثل امر کرتی ھے، اس معنی مین کہ والدیں کے لئے فرزند کا وجود مغوی اور شرعی تربیت کے لحاظ سے نقصان دہ نہ ھو اور وہ معاشرہ کی کجروی کی وجہ سے گمراہ نہ ھو اور غذا میں ایسی خرابی بھی نہ ھو جو بچے یا والدین کی بیماری کا باعث بنے

س: کسی شخص کی بیوی بانجھ ھے ، اسی طرح سے کہ نطفہ منعقد ھونے کے کچھ مدت بعد رحم شمر شمر ھو لیکن رحم سے نابود ھو جائے تو کیا ایسی صورت میں شوھر ملنے کے بعد اپنی بانجھ بیوی کے رحم کو نکال کر ماھر ڈاکٹر کی مدد سے کسی دوسری عورت کے رحم میں منتقل کر سکتا ھے ؟ اس عمل کے جواز

کی صورت میں اور بچہ کے پیدا ہونے کے بعد ان دونوں عورتوں میں سے کون بچہ کی ماں کھلائے گی؟ اور اس کے سلسلہ میں میراث کا حکم کس طرح ہو گا؟

ج: چونکہ اس انتقال کی وجہ سے بچہ کی جان بچ جائے گی تو ایسا کرنا واجب ہے لیکن جنین کو لینے والی شوھر دار نہ ہو اور بچہ کے باپ سے دائمی یا موقت شادی کر لے اور اگر ان کے لئے ازدواج کے شرائط فراھم نہ ھوں مثلاً عورت عقد کرنے پر راضی نہ ہو یا ازدواج تنگی کا سبب ہو تو پھر صورت جنین کی جان بچ جائے گی تو ایسا کرنا واجب ہے لیکن جنین کو لینے والی شوھر دار نہ ہو اور بچہ کے باپ سے دائمی یا موقت شادی کرے اور اگر ان کے لئے ازدواج کے شرائط فراھم نہ ھوں مثلاً عورت عقد کرنے پر راضی نہ ہو یا ازدواج تنگی کا باعث ہو تو پھر صورت جنین کی جان بچانے کے لئے یہ کام (اگرچہ ... کے لئے انجام پائے ، لیکن جنین کا بیوی کی بھن کے رحم میں یا باپ کے محارم کے رحم میں کہ ان سے شادی نہیں کر سکتا ، ھرگز جائز نہییں ہے مگر ایس ضرورت کہ اس کا کوئی جایگزین نہ ہو سکے کہ کلی طور پر جنین کا اس کی جان کی حفاظت کے لئے منتقل کرنا (محرمیت کی ترتیب کے لحاظ سے واجب ہے اور اگر شوھر خود ڈاکٹر ہو تو خود ھی جا بجا کرے۔ لیکن اس کے علاوہ ماھر عورت ڈاکٹر سے رجوع کرنا واجب ہے اور اگر لیڈی ڈاکٹر نہ ملے تو پھر مرد ڈاکٹر اس کام کو انجام دے اور جھاد گانہ مذکورہ مراتب کی رعایت واجب ہے۔

رھا بچہ کی ماں کے بارے میں آیہ شریہ (آیات) فرزند کو مرد اور عورت کے نطفہ سے اور نطفہ کا مالک والدین کو جانتے ھیں اور اسی طرح آیئہ (آیات) فرزند کو جنم دینے والی صرف ماں ھوتی ہے خواہ وہ صاحب نطفہ ہو یا نہ ہو نتیجتاً یہ بچہ دو ماں رکھتا ہے اور دونوں ماں ھی سے برابر سے آدھی میراث ماں سے لے گا اسی طرح دونوں مائیں اس فرزند کی میراث لیں اور دونوں ھی نصف میراث لیں گی۔

س: ماں کا اپنے خرد سال بچہ کو دودھ پلانے کا شرعی حکم بیان فرمائیں؟

ج: دو آیتہ مبارکہ کے مجموعی مفاد اور مفھوم کے مطابق (آیات) حمل کی کم سے کم مدت ٦،ماہ اور اکثر ٩، ماہ ہے نتیجتاً (حولین کاملین) ٢٤، ماہ میں سے صرف ٢ ماہ دودھ پلانے کی مدت ہے اور امکان کی صورت میں ماں پر واجب ہے اور ٣ماہ آخری شوھر کی درخواست پر دودھ پلانا ہے کہ اگر وہ ٢٤ماہ دودھ پلانے کی مدت تمام ہو تو عورت کی طرف سے مطالبہ کی صورت میں اسے شیر بھا دے اگرچہ عورت پورے دو سال دودھ پلانے کی مدت کا پیسہ لے سکتی ہے لیکن اصلی مدت (٢١ ماہ) خواہ اجرت کے ساتھ ہو یا بدون اجرت اپنے مترک بچے کو دودھ پلانا اسی طرح واجب ہے اور اسے اپنا شرعی فریضہ انجام دے اور مرد بھی مذکورہ مدت کی اجرت کا ضامن ہے۔

س: کیا مرد و عورت کا ٢٠ سال یا اس سے زیادہ فر شادی کرنا جائز ہے؟

ج: اس طرح کا ازدواج طرفین کی چار و ناچار جسمانی ، روحانی اور ذھنی عرو حرج پر تمام ھوتا ہے (استثنائی موارد کے علاوہ) حرام ہے اور عادل حاکم شرعی کو اسے روکنا چاھیئے لیکن اگر حاکم شرع کی اطلاع سے اس ازدواج می عادلانہ تو افق ہو جس می عرف حرج نہ ہو تو ایسی شادی جائز ہے جیئے پیغمبر (ص) کا عائشہ سے شادی کرنا۔

مرد کو اس بات کی کیوں اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی بیوی سے جیسے چاھے ھمبستری کرے؟ مثال کے طور پر شوھر اکثر موقعوں پر ھمبستری کے پچھلے حصہ کا استعمال کرتا ہے کہ اذیت اور تکلیف کا بعث ھوتا ہے برای مھربانی اس مسئلہ میں قرآنی حکم بیان فرمائیے؟

ج: پچھلے حصے کا ھمبستری کے لئے استعمال بھرصورت حرام ہے ، میاں بیوں دونوں کا ایک دوسرے کی نسبت حق برابر ہے۔ (آیات) اور آیتہ مبارکہ (آیات) کے باب سے عورت کو کھتی اور تولید نسل کے عنوان سے جائز جانا ہے کہ ھمبستری آگے سے منحصر ہے تاکہ تولید نسل کا سبب ہو اور (دبر) پچھلے حصہ کا استعمال حرث نہیں ہے بلکہ حرص ہے اور تولید نسل کا سبب بھی نہیں ھوتا اور یھاں پر روایات بھی دو طرح کی ھیں اور وہ روایت قابل قبول ھیں جوآیت کے مطابق ھیں جیسے رسول اکرم (ص) سے منقول خبر کہ ایسی عورتوں کے بارے میں فرمایا: (آیات) وہ چھوکا لواط کرانے والی ھیں اور جو روایات آیت کے خلاف اور اس طرح کی روایت میں ھم انھیں قبول نہیں کرتے۔

سک ۱۸ سالہ لڑکی کا باپ انتقال کر گیا اور اس کی ماں نے کسی مرد سے شادی کر لی آی یہ لڑ کی اس سوتیلے باپ کی محرم ہو گی؟

ج: آیۃ مبارکہ (آیات) پہلے تو شوہر سے عورت کی لڑکی بلوغ کے وقت دو شرط سے سوتیلے باپ کی محرم ہو سکتی ھے اول یہ کہ بلوغ سے پہلے کچھ دنوں تک سوتیلے باپ کی آغوش میں تربیت پائے اور پلے بڑھے اور دوسرے لڑکی کے بالغ ہونے سے پہلے سوتیلا باپ لڑکی کی ماں سے ہمبستری کرے . بنابریں فرض مسئلہ میں سوتیلا باپ مذکورہ لڑکی کا نامحرم ھے.

س: کیا صیغہ عقد کے جاری ھوتے ھی شوھر کا باپ دلھن کے لئے اور دلھن کی ماں داماد کے لئے محرم ھو جائیں گے؟

ج: صرف صیغہ عقد جاری ھوتے ھی شوھر کا باپ دلھن کا محرم ھو جائے گا لیکن دلھن کی ماں داماد کے لئے اس وقت محرم ھو گی کہ دلھن سے ھمبستری ھو اور اس سے پہلے لڑکی کی ماں محرم نھیں ھے.

س: ھم دو اسٹوڈنٹ لڑکیاں ھیں کہ عبادت اعتکاف کا حد درجہ اشتیاق رکھتے ھیں اور اس کی انجام دھی کے لئے ھر سال مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں اعتکاف کے مرکز میں ھم مراجعہ کیا اور ثبت نام کرتے ھیں لیکن افسوس کہ اس سال جگہ کی کمی کی وجہ سے (مسجد جامع) میں اس عبادت میں شریک ھونے سے محروم ھیں اور اب اس بات کے پیش نظر کہ مسئولین مرکز احکاف پورے ملک میں گذشتہ سالوں میں بار بار مختلف انٹر ویوز میں اظھار کیا کہ مسجد جامع کی کمی سینکڑوں اتکاف کے شائقین کی محرومیت کا سبب ھے برائے مھربانی اس مسئلہ کا جواب دیتے ھوئے ھماری رھنمائی فرمائیں کہ کیا اسلام کے مقدس دینی احکام میں اس مشکل کا کوئی حل ھے؟

ج: ھاں! قرآن تمام سوالات کا جواب دے رھا ھے. چنانچہ اسی مسئلہ میں بھی خدا وند سبحان فرماتا ھے: (آیات) اور مکمل واضح ھے کہ آیت مبارکہ میں (المساجد) جمع محلی باللام اور مفید اشتراق ھے. بنابر ایں بعض تمام مساجد کو شامل ھے اور اطلاقاً عموم میں نص قابل تحصیص نھیں ھے. اگر بالفرض محال قابل تخصیص ھو بھی تو تخصص اکثر قبیح ھے . اس بناپر تمام مسجدوں میں اعتکاف جائز ھے اور مساجد جامع سے اختصاص تحصصی اکثر ھے. اور طبعاً ھر وہ حکم جو متن قرآن سے ماخوذ ھے تمام مسلمانوں کے نزدیک قابل قبول ھے البتہ حقیقی شیعہ اور پیغمبر (ص) اور اھل بیت (ع) کے پیروکار آنحضرات کے اوامر کے مطابق اقوال اور روایات کو قرآن کے میزان پر تولتے ھیں اور کسی صورت قرآن کریم کی مخالفت نھیں کرتے.

نتیجہ کے طور پر جو روایت اعتکاف کو مسجد جامع میں منحصر جانتی ھیں ، ان کی زیادہ تر استحباب سے توجیہ ھوتی ھے : کیونکہ و لقب، امکانات اور رحمان مسجد جامع میں اور کفین کے لئے دیگر مساجد سے زیادہ ھے اور اگر مذکورہ روایات قابل توجیہ نہ ھو ، چونکہ نص قرآن کے مخالف ھیں مردود ھیں.

س: آپ کی خدمت میں عرض کیا جاتا ھے کہ اینجانب ایک بیوہ عورت ھوں کہ میرے والد بھی گذشتہ سالوں میں فوت کر چکے ھیں اور اس وقت دوبھائیوں کے ساتھ اپنی ماں کی وارث ھوں لیکن مرحومہ ماں کے انتقال کے بعد متوجہ ھوئی ھوں کہ یہ اپنے دور حیات میں ایسے ورثہ کی اطلاع کے بغیر اپنی ساری جائیداد کی غیر کو حبہ کردی تھی اور اسے رسمی دفتر میں درج بھی کرا دیا . اب حقیقی ورثہ اور مال لینے والے کے درمیان اختلاف پیدا ھو گیا ھے برائے مھربانی فوق الذکر مسئلہ کا حکم شرعی بیان فرمائیں؟

۳۳ تاکہ مرحومہ کی مجبور اولاد مذکورہ بالا عمل سے متعلق اتنے شرعی فریضہ سے آگاہ ھوں.

ج: قرآن اور سنت قطیعہ کے خلاف انجام پانے والا ھر عل بیوقوفی اور باطل ھیے ارو افسوس کہ آپ کی ماں نص آیۃ (آیات) کے خلاف اپتنے اموال ایک ایسے اجنبی شخص کو دے دیا ھے جو اس کے ارحام میں سے نھیں ھیں بیوقوفی کی ھے. اس بنا پر مذکورہ فعل یقیناً حرام اور مذکورہ اموال کا لینے والا اس کا مالک نھیں تھا اور عاصب ھے مگر ۱/۳ مال میں کہ حقیقی ورثہ لامی طور پر اس کے محتاج نہ ھوں یا مورث کے اصل اموال سے ۱/۳ مال کے جدا ھونے پر مضطر نہ ھوں کیونکہ قرآن کریم فرماتا ھے: (آیات) ان ترک مالاً ! پس ۱/۳ اجنبی کو دینا خیر نہ ھو یعنی ورثہ کے مضطر ھونے کا سبب ھو تو اس میں وصیت کرنا جائز نھیں ھے.

لیکن مذکورہ بالا بما انزل اللہ کا حکم یہ ھے کہ اولاً : انسان مختار مطلق نھیں ھے تاکہ جس طرح کا چاھے اپنے اموال مییں تصرف کرے کیونکہ قرانی نصوص کے مطابق ھر شخص کا اصلی مال اس کے شرعی ورثہ سے مخصوص ھے ثلث مال کے علاوہ کہ جائز شرعی شرائط کی رعایت کرتے ھوئے وصیت ، ھبہ اور صلح کے ذریعہ دوسروں تک منتقل ھو جاتا ھے اور معصومین (ع) کی روایات کا اطلاق ھبہ اور صلح کے نافذ ھونے کے سلسلہ میں قرآنی نصوص اور سنت قطعیہ سے تخصیص پا چکا ھے. ضرورت مند رشتہ داروں اور قرابتداروں کی ترجیح سے متعلق دیگر رشتہ داروں اور عزیزوں کی نسبت زندگی اور موت میں چہ جائیکہ دوسرے لوگ قرآن اور سنت کی روشنی میں مقدم اور ترجیح رکھتا ھے . اسی طرح اسراف و فضول خرچی کی حرمت سے متعلق نصوص ڑ دین ادا نہ کرنا اور اپنے ذاتی اموال میں احمقانہ تصرف و .. البتہ افراد کے اموال دو طرح کے ھییں: اس کا فرعی حصہ عام زندگی کے اخراجات سے مربوط ھے اور وہ خوراک پوشاک تحفے اس کی اقتصادی آمدنی سے کہ عادی زندگی سے اضافہ ھے سب کو شامل ھے اور اس میں تصرف جائز ھے لیکن اس کا اصلی حصہ کہ اموال غیر منقول کے مانند ھے ھر شخص اور ھر خانوادہ کی زندگی کی بنیاد شمار ھوتی ھے جس طرح ان تمام اموال کا تلف کرنا حرام ھے، اسی طرح ارحام و اقربین کے علاوہ ان سب کو بخشنے یا سارا مال کسی ایک رشتہ دار اور قرابتدار کو بخش دینا بھی جازنھیں ھے، اگرچہ ضرورتمند رشتہ کو ثلث مال ھبہ کرنے کے اضطراری ضورت اور اقربیت کی ولویت کا لحاظ کرنا یقیناً ضروری ھے.

لیکن اموال تقسیم کرنے کے طریقہ سے متعلق بھی آیات نازل ھوئی ھیں منجملہ آیت (آیات) اھد کی حتمی تاکید (کم) کو ھے اور (کم) مرحلہ اول میں زندہ افراد سے خطاب ھے اور یہ خیا ل بے بنیاد ھے کہ چونکہ مذکورہ آیت میراث کی آیتوں کے درمیان واوع ھو تی ھے. لھذا افراد کی موت کے بعد احکام سے مربوط ھے ھرگز صحیح نھیں ھے کیونکہ (کم) مکلف کے مزے کے بعد نھیں ھے بلکہ مورث کے انتقال کے بعد خواہ اس نے وصیت کی ھو یا نہ بھر صورت اس کے اموال ورثاء کے درمیان (جس طرح اللہ نے میراث کے طبقوں کے اعتبار سے فرض کیا ھے) تقسیم ھوتا ھے . مگر یہ کہ خدا آیۃ کریمہ (یوصیکم اللہ) کے بجائے یوصی اللہ لما بعد موتکم) جیسے جملہ نازل کرتا کہ افراد کی حیات کو شامل نہ ھوتا.

بنابر این (یوصیکم اللہ) کا اطلاق دو پھلو کا حامل ھے: پھلا مرکزی نص کہ (کم) سے متعلق ھے کہ مکلفین سے ان کی زندگی میں خطاب ھے اس کے بعد ظاھر آیہ کہ اس کے نص کے بعد وصیت الھی موت کے بعد کو شامل ھی. اور کسی صورت نص کو نظر انداز نھیں کیا جا سکتا اور ظاھر پر اکتفا نھیں کیا جا سکتا!

اگر حوزہ والے کسی کی دلیل کے بغیر احمرار کریں چونکہ آیہ مذکورہ میراث کی آیتوں کے دمریان نازل ھوئی ھے تو صرف مزے کے بعد احکام کو شامل ھے تو ان سے ھم کھیں گے آیہ مبارکہ کا دیگر آیتوں کے درمیان واقع ھوتا کسی صورت حکم الھی کے اطلاق کو نقض نھیں کرتا. مثال کے طور پر آیہ خمس (آیات) آیات جنگ کے درمیان واقع ھوئی ھے لیکن حکم کے تمام احکام کو بیان کرتی ھے اور کی شمولیت ھرگز منافات نھیں رکھتی.

۳۳

اور غنیمت جنگ میں منحصر نھیں ھے خواہ لغوی اعتبار سے ھو خواہ خواہ کی روشنی میں ھو جیئے آیہ کریمہ (آیات) جبکہ خدا جنگ نھیں کرتا اور اگر (آیات) جنگ سے مخصوص ھوتا تو آیت (ما عنھم فر الحرب) کی صورت میں نازل ھوتی. لیکن (من شیء بلااستثناء استفراق پر دلیل ھے بنابریں اس کو غنیمت جنگی پر حمل (کہ ھزار غنیمتوں میں سےایک ھے اور یہ صرف کبھی کبھی ایاس ھوتا) قبیح ھے.

نتیجتاً مذکورہ مرحومہ کے ورثاء اور مال میں تصرف کرنے والے اجنبی شخص کے درمیان اختلاف برطرف کرنے کے لئے قرآن کی طرف رجوع کرنا چاھیئے اور آیہ کریمہ (آیات) حم برطرف کرنے والا حکم خدا ھے کہ تفصیل کے ساتھ نقلل ھوا اور قرآن کے مقابلہ میں فقھاء کے مشھور اقوال کی صورت شرعی حجیت نھیں رکھتے بلکہ اساسی طور پر نص یعنی کتاب و سنت کے مقابلہ میں اجتھاد کرنا باطل ھی.

آخر میں یا د دھانی کی جاتی ھے کہ یہ دفتر خواتین کے حقوق سے متعلق گفتگو کرنے کے بعد ان سوالوں کے جواب دہ ھے جو تھران میں منعقد ھونے والی خواتین سیمینار سے ھم تو پھونچے ھیں کہ ن کے فیصلوں کے حلاف اس کتاب میں جس کا وعدہ دیا تھا شائع نھیں ھوا ھے . البتہ مصنف سنوارنے والے اعتراضات اور سوالوں کو بطور مطلق قبول کرتے ھیں اور آخری چند سوالات آٹھویں مسئلہ اور اس کے بعد

کا تتمه ہ اور ان سوالات سے متعلق ھے جو مؤلف کو ارسال کئے گئے ھیں ، جیسا که واضح ھے اصلی دلیل قرآن اور وہ روایات ھیں جو قرآن کے مطابق ھوں یا کم از کم قطعی الصدور ھونے کے ساتھ قرآن کے مخالف نه ھوں اور یه واحد میری فقھی روش ھے درحقیقت جو قران کے محدود کے ساتھ اور اس کے بعد اھلبیت بنوں ائمه معصومین (ع) خطرات کے اوامر کا امتثال ھے جو احادیث کے قرآن پر پیش کرنے والے وجوب موکد پر مبنی راہ مستقیم کو باقی رکھیں گے. اور اصل مطلب یه ھے که اگر ھم حقیقتاً (رسولخدا (ص)) اور ائمه اطھار (ع کی پیروی کرنا چاھیں تو ھمیں ان کے امام (قرآن) سے تمسک کرنا چاھیے . محمدی معصومین کا امام قران ھے . اگر ھم قران کو ترک کر دیں تو ھرگز اھل بیت کی نسبت ھم مودت نھیں رکھتے اور پتیغمبر اکرم (ص) کو عصمت کے اعلی رخ سے نھیں جانتے کیونکه عصمت علیا کا اصلی مرکز قرآن ھے چنانچه ابن عباس سے سوال کیا گیا : (آیات) پیغمبر (ص) کا اخلاق کیسا تھا؟ کھا : پورا کا پورا قرآن تھا. پیغمبر که مجمع الثقلین میں ثقل اکبر قرآن ھے که قرآن کی روح اس کا معنی آپت کے قلب عقل ، فکر ، زبان اور پورے وجود میں جلوہ گر تھا. بنابریں اگر ھم رسول خدا کی قرآن اتباع نه کریں تو ھرگز اسلام کا اتباع نھیں کیا ھے ! پس مودۃ فی القربی اور اھل بیت (ع) عصمت کی عظمت علیا اور رسالت (ع) کو مسسلمانوں کے درمیان عملی طور پر ظاھر ھونا چاھیئے. بالخصوص غیبت کبری کے دور میں که اصل میں قرآن کی پیروی اور فرع میں سنت قطیعه کی پیروی ھمار شاخص ھونا چاھیے ورنه ھماری مسلمانی لفظ اور خیال سے زیادہ نھیں ھوگی اور حقیقت نھیں رکھتی . البته قرآن کی کچھ آیات اور معصومین (ع) سے منقول متواتر روایات نے بطور تاکید مسلمانوں کو امر کیا ھے ھر روایت اور حضرات قرآن کی کوٹی پر تولی جائے اور جو قرآن کی موافق ھے قبول ھے. (خواہ اس کا روای عادل ھو یا نه لیکن اس صورت میں که روایت قرآن کے مطابق معصوم (ع) سے منسوب ھو که جس کا راوی عادل ھو اور خبر واحد بھی نه ھو) اور جو قرآن کے مخالف ھے اسے قبول نه کرو کیونکه معصوم کی طرف تھمت اور جعل ھے. اسی طرح جو حدیث نه قرآن کی مخالف ھے اور نه ھی اور نه ھی موافق اگر قطعی الصدور اور علم آور ھو تو قابل قبول ھے چونکه آیت (آیات) کی بنیاد پر ... خدا وند متعال کے اطاعت کے بعد رسول اور ائمه معصومین (ع) کی اطاعت ھے ان کے بعد اس طرح کی احادیث میں محمدی معصومین کا مورد اتفادہ قرآن کے رموز میں ، واجب ھے اور ان دونوں کا تبیان کل شی ھونا محمدی اور خصوصی دونوں بیان کو شامل ھے اور اگر کوئیروایت علم آور نه ھو تو (ولاتقف مالیس لک به) سورہ اسراء ، آیت ١٧ اور ٣٦) علم کے باب سے جس کا تمھیں علم نه ھو اس کی پیروی نه کرو. مقبول نھیں ھے.

بنابراین قرآن کا اتباع اور اس کے ھمراہ سنت تمام مسلمانوں کی واجبی ماموریت ھے اور حقیقی شیعه وہ ھے جو عقائد اور فروع میں قرآن اور سنت قطیعه کی پیروی کرے اور ھم اعتراضات کا جواب دہ ھیں. اور ھم ھمیشه توفیق الھی کے خواھاں ھیں جس نے ھمیں قرآن کے اعلی معارف سے آشنا کیا ھے تاکه ظھور اور ولی امر مسلمین جھاں کے قیام کی راہ ھموار کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کو زندہ کرنے والے حضرت بقیۃ اللہ (عجل اللہ تعالی فرجه) . قرآن کی مظلومیت ساری کتابوں میں که سب سے زیادہ مظلوم خدا کی نصرت اور تائید سے برطرف ھو جائے.

قرآن اور سنت کی روشنی میں عورتوں کے حقوق:

جیسا که ملاحظه کیا جائے گا ایک مسلمان اسٹوڈنٹ کا خط دریافت کرنے اور دو تنقیدی مقاله کے جواب کی درخواست بعد حقوق سوال کے دفاع کے عنوان سے (ایران فردا)که اصطلاح میں روشن فکر گروہ کا جریدہ کھلاتا ھے، نه صرف اپنے دعوی کے مطابق روشن فکری کے لئے بحث و گفتگو کی آزاد قضا ایجاد کرنے بلکه اسے تعھد متقابل کو ھمارے جوابات کو درج کرنے کے لئے که مرکز مطبوعات میں صراحت کے ساتھ اس پر تاکید کی گئی ھے.) اس کو بھی پامال کرنا ھے.

بھر حال ھم نے اسلام کے حیات بخش قوانین کا دفاع کرنے کی خاطر اپنے شرعی فریضه پر عمل کیا ھے اور دوسروں کے مسکوت کےوقت مذکورہ مقالوں کا جواب دے رھے ھیں. شاید اس کی راہ ھموار ھو قلم و بیان اپنی اسلامی عادلانه آزادی کی بازیابی کر سکیں.

آیات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استاد علامہ آیت اللہ ڈاکٹر محمد صادقی تھرانی زید مجدہ و دام باتہ کی خدمت میں سلام اور احترام کے ساتھ.

ٹیلیفونی مذاکرہ میں جیسا کہ میں وعدہ کیا تھا (ایران فردا) نشریہ سے دو مقالہ کی تصویر ، (حقوق زنان پس از انقلاب) اور قصاص قرآن کی روشنی میں) جیسے عناوین پرکہ فقھی آراء و مسائل حقوق زن در اسلام موضوع سے مربوط ، ضرورتوں اور معاشرے کی تبدیلی کے لحاظ سے اور (بظاھر) قرآن نتیجہ گیری کا حامل ھے اس مختصر کتاب کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رھا ھوں اس کے درمیان بالخصوص ایک مقالہ (قصاص قرآن کی روشنی میں) جیسا کہ عنوان سے ظاھر ھے (بظاھر) قرآنی نقطہ نظر سےاور اس عمل کے ساتھ قصاص کے خصوص موضوع میں کہ اس مقالہ میں قصاص کے مورد میں مختلف احادیث سے استناد نھیں کیا گیا ھے کیونکہ اگر اسلامی سزا کے قانون میں سے بعض موارد کے درمیان بعض قرآنی آیات مشاھدہ ھوتی ھیں ہ ساری احادیث جو اس قانونی موادکی موید ھیں ، ، درجہ اعتبار سے ساقط ھین) (مقالہ کے صفحہ اول میں) قابل قدر رھا ھے تمام قارئین مقالہ اور حضرت عالی جیسے علماء کی توجہ بطریق اولی اس مقالہ کے واقعی مخاطبین اور اس میں تاملات کا طالب ھے.

حقیقت یہ ھے کہ ایک زحمت کش اور محنتی طالب علم کے عنوان سے فقھی ، قرآنی اور دلچسپ مباحث جدید طرز کے ساتھ اور (گویا) جناب عالی کی تعبیر میں مقالہ لکھنے والوں کے بعض سوالات کے جوبات مطالعہ کرنے کے باوجود حقوق زن از دیدگاہ قرآن وسنت ، کا جواب نھیں مل سکا ھے امید ھے کہ مطالعہ کر کے اسی مقالہ میں ذکر شدہ سوالات کا جواب انشاءاللہ اسی نشریہ کے لئے ارسال فرمائیں گے، اجتھادی نہ تقلیدی فھم کے لئے اس طرح کے مبادت کا باب کھولا ھے اپنے قرآنی تاملات اور توضیحات سے مزید وضاحت فرمائیں. دوسرا یہ کہ جناب عالی کے افکار و نظریات سے آشنائی کے ابتدائی دنوں ھی سےایک دائمی اور ذھنی سوال اب تک یھی رھا ھے کہ موثر فکری نشریات میں تعلیم یافتہ طبقے میں اس کا کوئی اثر دکھائی نھیں دیتا اور اس وقت کے ایران سماج مذھبی روشن فکروں میں مشاھدہ نھیں ھوتا

واضح ھے کہ ان سوالات کے جوابات اگر حوزوی نشریات کے سلسلہ میں اگر ان مخالف نظریات کو نشر کرنے میں خوف و ھراس اور حوزہ کی سنتی روش حاکم ھو لیکن یونیورسٹی والوں کے فکر فکر نشریات سے متعلق یہ جواب درحقیقت دروغ تکلیف ھو گی کہ حضرت عالی کے موجودہ جذبہ سی مقید ھے جھاں تک میں جانتا ھو یا جان سکتا ھوں کہ کچھ اھم اور واقعی نشریات ھمارے یونیورسٹی کے ماحول میں حضرت عالی کے مقالات کو نشر کرنے سے متعلق استقبال کرے گا. اسی لئے میرا خیال ھے کہ اگر درمیان میں کوئی خاص ملاخحظہ درکار نھیں ھے جس سے میں بے خبر ھوں . بھت مناسب ھوگا . حضرت عالی اس نشریہ میں اپنی آراء کو پیش کریں اور اس تقدیمی مقالوں سے اور کون بھتر مناسبت ھوگی کہ آپ کے نظریات کا خواھاں ھیں.

تیسرے یہ کہ (فرزانہ) جریدہ جو عورتوں کے مطالعات کرنے سے مخصوص ھے اس نے لڑکیوں کے بلوغ سے متعلق حصوصی شمارہ شائع کیا ھے کہ جناب عالی کی بحث سے مکمل مشابھت رکھتا ھے. رسالہ نوین کے ھمراہ ھے. اس کے بعد بھی مقالہ میں حضرت عالی کی کمی کا احساس تھا . اگر مناسب ھو تو اپنے نظریات دوسرے نشریہ کے لئے ارسال کرد. مجھ ناچیز کے لئے خوشی اور مسرت کا باعث ھو گا. آخر میں حضرت عالی کی خدمت میں فضول باتوں کی وجہ سے معذرت چاھتا ھوں ، قرآنی خدمت کے سلسلہ کو باقی رکھنے سے متعلق سفر اور حضر میں دعاؤں کے مستجاب ھونے کے وقت دعا خیر کا طالب ھوں.

عقیدت مند حسین جابری

۱۵، شھریور، ۱۳۷۴.تھران

انقلاب کے بعد عورتوں کے حقوق:

ایرانی فردا نشریہ کا ایک مقالہ نمبر ۱۱ بھمن ماہ و اسفند ۱۳۷۲.

رائٹر شیرین عبادی.

جمھوری اسلامی ایران کا اساسی قانون کی ۲۰ ویں کی بنیاد پر عورت اور مرد کے مساوی حقوق پر تاکید کرتا ھے. ۲۱ویں بند میں حکومت کی ذمہ داری یہ ھے کہ مرد عورت کی مساوی حقوق تک رسائی کے اسباب فراھم کرے.

مذکورہ اصل تاکید کرتی ھے: (اسلامی معیاروں کی رعایت کرتے ہو ئے عورتوں کے حقوق کی ہر لحاظ اور ہر جھت سے ضمانت لیتی ھے کہ مندرجہ ذیل امید انجام دے.

1 - عورت کی شخصیت کی ترقی اور اس کے مادی اور روحانی حقوق کو زندہ کرنے کے لئے ماء راہ ھموار کرنا.
2 - ماؤں کی حمایت، بالخصوص حمل اور فرزندکی تربیت حمل کے وقت اور بے سر ھر مت بچوں کی کفایت اور حمایت .
3 - خانوادہ اور مرکز کی بقا اور حفاظت کے لئے صالح عدالت کا قیام .
4 - بیواؤں ، سن رسیدہ اور بے سرپرست افراد کا بیمہ کرنا.
5 - ولی شرعی کے نہ ھونے کی صورت میں ن کے رشک کرنے کے لحاظ سے شائستہ ماؤں کے ذریعہ بچوں کی قیمومیت کا قیام.
6 - ..

مادہ ۳۰۰: (مسلمان عورت کی دیت خواہ عمدی ھو یا غیر عمدی ، مسلمان مرد کے دیت کا نصف ھے.

مادہ: ۴۲۵ک دفعتاً دونوں بیضوں کے قطع کرنے کے سلسلہ میں مکم دقیہ، دانے بیضہ کے قطع کرنے پر۱/۲ دو ثلث اور داھنے بیضہ کے قطع ھونے پر ۱/۳ دیہ ھے.

تبصرہ : مذکورہ حکم میں پیرو جوان ، چھوٹے اور بڑے ، مرد اور اس جیسے صفات مین کوئی فرق نہیں ھے.

مذکورہ دو مادوں کو یکجا کرنے سے اس طرح استنباط ھوتا ھے کہ ایک عورت کی جان کی قیمت اس کی تمام شخصیت ، معلومات اور تقوی کے باوجود ایک بیکار و عضو اور بیمار مرد کے برابر ھے کیا عورت کی شخصیت کی بلندی اور اس کے مادی اور معنوی حقوق کے لئے مناسب راہ ھموار کرنے کا یھی مطلب اور مفھوم ھے؟

۳۷

یا مادہ ۲۰۱ کے موجب اسلامی سزاؤں کا قانون: جب بھی کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو قتل کردے تو قصاص دینا چاھیے لیکن عورت کا ولی قاتل سے قصاص لینے سے پھلے اسے مرد کا نصف دیا ادا کرے.

مادہ ۲۱۳ک وھی قانون بتاتا ھے: جس مورد میں بھے قاتل کو دیۃ دیں اور قصاص کریں تو قصاص سے پھلے دیہ ادا کریں. اس بنا پر ھم دیکھتے ھیں کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو عمداً قتل کر دے تو عدالت کا اجرا ء یعنی قاتل سے قصاص لینا (نصف دیہ) داد کرنے پر منحصر ھے. اور یہ ممکن ھے کہ مقتول کے گھر والوں کی لئے اس کا فراھم کرنا دشوار ھو لھذا عدالت کے اجرا ء میں ایک مانع شمار ھوتا ھے.

قابل توجہ بات یہ ھے کہ یہ شرط صرف مسلمانوں کے سلسلہ میں ملاحظہ نھیں ھوتوی بکلہ غیر مسلم کے بارے میں بھی اجراء ھو.

مادہ ۲۱۰: اسلامی سزاؤں کا ۱۳۷۰ میں منظور شدہ قانون یہ ھے: واجب بھی کوئی کا فر ذمی عمداً کسی کا فر ذمی کو قتل کرے اگرچہ دو مختلف دین کے مننے والے ھوں مقتول ذمی عورت ھو تو اس کا ولی قصاص سے پھلے ذمی مرد کا نصف دیہ ادا کرے.

اس بنا پر اگر عیسائی مرد کسی عیسائی عورت کو عمداً قتل کردے اگرچہ ان کے دین میں عورت اور مرد کے مساوی ہونے کا امکان ہو تو قصاص سے پہلے نصف دیۃ ادا کرے۔

بعض مسائل میں عورتوں کی گواہی قابل سماعت نہیں ہے مثال کے طور پر بند الف مادہ ۲۳۷ کے بموجب اسلامی سزاوؤں کا قانون قتل عمدی صرف دو عادل مرد کی گواہی سے ثابت ہو سکتا ہے یا مدہ ۱۱۹ کے مطابق وہی قانون لواط سے متعلق ہورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہے اور ان سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ جرم مساحقہ کے اثبات میں یعنی ایسا جرم جو صرف عورتوں کے ذریعہ وجود میں آتا ہے، اس کے اثبات کے لئے عورتوں کی شہادت قابل قبول نہیں ہے۔

قانون کے کچھ موارد میں جرم کو ثابت کرنے کے لئے عورت کوی گواہی صرف اس شرط سے قبول کی جاتی ہے کہ مرد یا چند مرد بھی گواہی دینے کے لئے حاضر ہوں۔

مادہ ۷۴: اسلامی سزاؤں کا قانون یہ ہے : زنا خواہ کوڑا کا باعث ہو خواہ رجم کا چار عادل مرد یا تین عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے۔ ے وجدانی فریضہ کے مطابق (لاتکتموا الشھادۃ) کے واضح دستور کے پیش نظر اگر عدالت میں حاضر ہو کر گواہی دیں تو ان کی بات کو سنی ھی نہیں جائے گی بلکہ ان میں سے ہر ایک کو ۸۰ کوڑے بھے لگا ئے جائیں گے۔ کیونکہ قانون مذکورہ کا ۷۶ مرواں مادہ کھتا ہے: صرف عورت کی گواہی یا ایک عادل مرد کے ساتھ عورت کی گو زنا کو ثابت نہیں کرے گی۔ بلگہ مذکورہ گواھوں سے متعلق احکام قذف کے مطابق ان پر قذف کی حد بھی جری ھوگی اور ھم جانتے ھی: کہ قذف کی حد ۸۰ کوڑا ہے ۔ جمھوری اسلامی ایران ے اساسی قانون کی ۲۱ ویں اصل کے دوسرے بند میں ماؤں بالخصوص حمل اور بچے کی تربیت کے دوران حمایت کی تاکید کی گئی ہے۔ لیکن افسوس کہ داخلی قوانین میں اس مورد میھ بھی مؤں کی حمایت کھیں نظر نہیں آتی۔

مادہ ۱۱۶۹: قانونی مدنی کے مطابق: بچہ کی دیکھ بھال کے لئے ماں تاریخ ولادت سے دو سال تک اولویت ماں کو حاصل ہے، پھر اس مدت کے تمام ہو جانے کےبعد نگرانی کی ذمہ داری باپ پر عائد ہوتی ہے، مگر لڑکیوں کی نسبت ۸ سال تک پرورش کی ذمہ داری ماں پر عائد ہوتی ہوتی ہے۔
مذکورہ مادہ کے مطابق والدین کے طلاق اور جدائی کی صورت میں اگر بچے کی پرورش اور تربیت کرنے میں معمولی حق جب تک بچہ کی پرورش اس پر ہے اگر جنوں میں مبتلا ہو جائے یا کوئی دوسرا شوھر کر لے تو پرورش کی ذمہ داری باپ پر ہے ۔ مذکورہ مادہ میں ماں کا دوسری شادی کرنا (جنوں) کی ردیف میں قرار دیا گیا ہے اور حق تربیت کے سلب ہونے کا باعث ہے،۔ یاد رے کہ پرورش کی ذمہ داری اجتماعی حقوق کی ایک قسم ہے اور اجتماعی حقوق کا سلب ہونا قانونی سڑاؤں کی ایک قسم ہے اس ترتیب سے کیا شھری قانون عورت کو شرعی اور قانونی ازدواج کرنے پر سزا نہیں دے گا؟

۳۸

ایک دوسرا نکتہ جس کی یاد دھانی ضروری ہے: اورد کی شادی کے سلسھلہ میں باپ کا بے حدوحساب اختیار ہے۔

مادہ ۱۰۱۴ : کے مطابق (بلوغ سے پہلے نکا ممنوع ہے۔

تبصرہ! مادہ قانون مدنی (شھری) کے مطابق (لڑکے کا سن بلوغ ۱۵ سال تمام قمری اور لڑکی کے لئے ۹ سال قمری مکمل ہے۔ اس بنا پر جو لڑکا قمری اعتبار سے پورے ۱۵ سال کا ہو اور لڑکی پورے ۹سال کی ہو جائے تو قانون شادی کرسکتے ہیں۔ ھر چند کہ اس عمل میں اس قانونی اجازت سے بھت کم استفادہ ھوتا ہے؟ کیونکہ معاشرہ کی صورتحال اور زمانہ کچھ اس طرح اقتضاء کرتا ہے کہ ۱۵ سالہ لڑکے اور ۹ سالہ لڑکیاں مدرسہ کی منیروں پر بیٹھ کر اپنی تعلیم جاری رکھیں تاکہ کسی خانوادہ کا ادارہ کر سکیں، لیکن باوجود اگر کوئی اس قانونی جواز سے استفادہ کرنا چاھیں تو انھیں روکا نہیں جا سکتا اور ان کی شادی میں روکاوٹ نہیں ڈالی جاسکتی۔ توجہ کرنی چاھیے کہ سن بلوغ سے بھی شادی کرنا جائز ہے۔

تبصرہ مادہ۱۰۴۱ : قانون مدنی کہتا ھے: بلوغ سے پہلے عقد نکاح ولی کی اجازت سے صحیح ھے مولی علیہ) کی مصلحت کی رعایت کرتے ھوئے . اس لحاظ سے تو مولود بچی کا اس کے ولی کی صوابدید پر باپ اور پدری دادا کسی مرد سے ازدواجت کیا جا سکتا ھے قابل توجہ نکتہ یہ ھے کہ (مولی علیہ) کی مصلحت کی تشخیص صرف اور صرف باپ اور پدری دادا پر ھے اور عدلیہ اس خاص مورد میں اظہار نظر کا حق نہیں رکھتی۔

چناچہ باپ یا داد اس مصلحت کی تشخیص میں خطا اور لغزش کر جائیں تو انھیں کوئی سزا نہیں دی جائے گی اور عقد ازدواج اپنی جگہ پر باقی رھے گا . اس کے علاوہ سر سے ماں کی اجازت اور ارادہ کا کوئی دخل نہیں ھے اور وہ اجنبی کی طرح اس وحشت ناک ازدواجی منظر کا خاموش تماشا دیکھتے .

خانوادہ کی بقا اور حدود کی حفاظت کے لئے صالح عدلیہ کی ایجاد بھی جمھوری اسلامی ایران کے فرائش اور معاھدوں کا جز ھے اس سلسلہ میں (خاص مدنی عدلیہ) خانوادگی اختلافات کے حل و فصل کے لئے بنائی گئی ھے . مرد جب چاھے اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ھے اس طرح کی عدلیہ کی بنا ء کس طرح حدود کی حفاظت اور خانوادہ کی بقا میں مددگار ھو سکتی ھےی؟ خاص مدنی عدالت کا طلاق کے لئے مرد کے یکطرفہ اختیار کے سلسلہ میں صرف مصنفین کی یقین اور میاں و بیوی کے دمیان صلح و آشتی کرانے کے سلسلہ میں سعی ھے. اگر کوئی مرد طلاق دینے میں اصرار کر رھا ھو تو عدالت حکم طلاق صادر کرنے پر مجبور ھے. چنانچہ صیغہ طلاق جاری کرنے کے بعد عورت طلاق پر راضی نہ ھو اور صمنی طور پر عورت کی تفصیر ککی وجہ سے طلاق نہ ھوئی ھو تو عورت ، شوھر کے گھر میں کرنے والے تمام کاموں کی اجرت المثل کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتی ھے اگر مفت انجام دینے کا ارادہ نہ رکھتی ھو. بالفرض ۱۰ سال مشترکہ زندگی گزارنے کے بعد شوھر بیوی کی تقصیر کے بغیر مادہ ۱۱۳۳ قانون مدنی کے مطابق اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو عورت بچہ داری ، شوھر داری اور خانہ داری جو شوھر کے گھر انجام دی کا مطالبہ کر سکتی ھے اس سلسلہ میں اسے اجرت بھی دی جائے گی.

جو کچھ بیان ھوا بھت ھی مختصر اور معمولی موارد ھیں ، قانونی عدم مساوات اور اساس جنسیت سے متعلق ورنہ بھت سارے موارد پائے کہ اس مختصر کتاب میں گنجائش ھے، لیکن راہ حل کیا ھے؟ واضح ھے کہ قوانین کی اصلاح کی جائے اور قوانین کی اصلاح کرنے کے سلسلہ میں گونا گوں مشکلات پائی جاتی ھیں کہ ان میں سب سے اھم معاشرہ کا سنتی اعتقاد ھے. اس وضاحت کے ساتھ کہ بعض لوگوں کے مطابق چونکہ ھمارے قوانین مذھبی جنبہ رکھتے ھیں لھذا اس میں تبدیلی نہیں لائی جا سکتی.

اور کسی صورت اس کی اصلاح نہیں کی جاسکتی اب بررسی اور تحقیق میں جو ماھریں اور علمائے اعلام سے وجود میں آتی ھے ممکن ھے یہ ثابت ھو جائے کہ کچھ موارد میں بھتر سے بھتر قانون بنایا جاسکتا ھے مثال کے طور پر قانون مدنی مادہ ۹۴۷ میں اشارہ کرتا ھے.(زوجہ عمارتوں اور درختوں کی قیمت سے زمین میں استحقاق بقا کے فر کی صورت میں اجرت کے بغیر قیمت گذاری ھو گی. شیعہ علماء میں بھت سارے افراد کا یہ نظر یہ ھے کہ عورت ساری میراث سے میراث پائے گی اور قانون مدنی ان فقھاء کی آراء سے استفادہ کر سکتا تھا. بنابریں مشاھدہ ھوتا ھے کہ مادہ ۹۴۷ قانون مدنی کی اصلاح صرف اسلام کے پاکیزہ احکام سے مغایرت نہیں رکھتا بلکہ شریعت سے بھی زیادہ نزدیک ھے.

بعض دیگر مسائل میں اس طرح کی صورتحال سے دوچار نہیں ھیں شاید مجموع تشخیص مصلحت نظام ایک اچھی راہ حل ھو. کیونکہ ایسی قانونی تبعیض اور عدم مساوات موجودہ اجتماعی اور اقتصادی صورتحال میں معاشرہ کی عورتوں کی پژمردگی کا سبب ھے اور دوسری طرف داخلی اور خارجی دشمنوں کے سوء استفادہ کا باعث ھوتا ھے، چناچہ ھم ملاحظہ کرتے ھیں کہ مسلسل بین الاقوامی معاشروں میں جمھوری اسلامی ایران حکومت حقوق زن کے نقض سے متھم ھوتی ھے جبکہ مسئلہ اس نقطہ نظر سے پیش نہیں ھونا چاھیئے.

میری نظر میں حکومت ایران ایرانی عورتوں کے ساتھ ھرگز سازگاری نہیں رکھتی کیونکہ بخوبی واقف ھے کہ معاشرہ کے نصف حصہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا . مسئلہ مذھبی احکام کا صحیح ادراک کرنا

اور اس کا زمانہ کے تقاضوں پر ڈھالنا ھے. خوش قسمتی سے اجتھاد کا دروازہ کھلا ھے اور اس طرح کی مشکلات کا حل فقھا کی ذمہ داری ھے.

انجینئر خانم زیلا موحد شریعت پناھی کا خانم شریں عبادی سے ارتباط کے بارے میں ایک مقالہ کہ ھم یھاں پر جریدہ ایران فردا شمارہ ۱۹۰ سے اس مقالہ کا وھی متن نقل کر رھے ھیں.

ایران فردا کے شمارہ ۱۱ جریدہ میں (حقوق زنان پس از انقلاب) کے عنوان خانم شریں عیادی کی کا مقالہ منظر عام پر آیا کہ مقالہ نگار نے مرد اور عورت سے متعلق عمومی سزاؤں کے قانونی مواد پر بحث و تنقید کی تھی.ایک تحقیقی مقالہ قصاص از دیدگاہ قرآن مذکورہ مقالہ سے ربط کے سلسلہ میں نظر نواز ھوا کہ اب چھپنے جا رھا ھے. اس طرح کے مقالوں کے درج اور نشر کرنے کا مقصد صرف روشن فکری ، تحقیق، غورو خوض اور حقوقی و جزائی قوانین کی ھمارے ملک میں اصلاح اور تکمیل ھے. مقصد یہ ھے کہ اھل نظر اپنے اپنے نظریات کا اظھار کریں تاکہ اجتھاد کی صحیح اور علمی راہ نتیجتاً اجتماعی صورتحال کی بھتری اور معاشرہ سے طبقاتی مظالم (منجملہ عورت سے)گا کا خاتمہ کرنے کی را ہ کھل جائے.

۴۰

آیات) اے صاحبان عقول تمھارے لئے قاص میں حیات ھے شاید تقوی اختیار رکو.

قرآن کی روشنی میں قصاص سے متعلق ایک تحقیق

اس مقالہ کا مقصد اسلای سزاؤں کے قانون سے متعلق تحقیقی سوالات ذکر کرنا اور (تائید اور اصلاح کے لئے) فقھاء اور ماھرین سے ان سوالات کے جوابات کی درخواست کرنا ھے تاکہ ذھنوں سے ابھام اور شکوک و شبھات دور ھو جائیں.

سوالات کا عام طور سے دو سرچشمہ ھوتا ھے:

الف: اس قانون کے بعض مواد میں تضاد قرآن کی بعض نورانی آیات کے ساتھ.

ب: عقلی سوالات کہ بعض قانونی مواد میں غور و فکر کرنے کے بعد اس کی تطبیق کے لئے فقھی قاعدہ سے (آیات) دین میں پیدا ھوتے ھیں . ۱- آشنائی با علوم اسلامی ، اصول فقہ استاد مرتضی مطرھی، ص۴۰.

اس مقالہ میں قصاص سے متعلق مختلف احادیث سے استناد نھیں کیا گیا ھے، کیونکہ مندرجہ ذیل احادیث کے مطابق کہ علمائے شیعہ کا متفقہ امر ھے اس طرح ملاحظہ کرتے ھیں:

1 - ما وافق کتاب اللہ فخذوہ و ماخالف کتاب اللہ فدعوہ) اصول کافی، ج۱، کتاب فصل علم ، باب الاخذ بالکتاب و السنۃ ، پھلی حدیث.) جو قرآن کے موافق ھو اسے لے لو اور جو مخالف ھو اسے چھوڑ دو.
2 - ماجائکم عنی یوافق کتاب اللہ فانا قلتہ و ما جائکم یخاف کتاب اللہ فلم اقلہ، رسول خدا (ص) نے فرمایاک ھم سے جو نقل کیا جائے اگر کتاب اللہ کے مطابق ھے تو میں نے یہ کھا ھے اور جو کتاب اللہ کے مخالف ھے ھم نے (ھرگز بیان نھیں کیا ھے.)(وھی سابق مآخذ.)
3 - اذا حدثتکم بشیءٍ فاسئلونی عن کتاب اللہ) (اصول کافی ، ج۱، کتاب فضل علم ، باب الرد الی الکتاب و السنۃ) جب میں تمھیں کوئی چیز کھوں تو اس سے متعلق کتاب میں مجھ سے سوال کرو.
4 -کل حدیث لایوافق کتاب اللہ فھو زخرف) اصول کافی ، ج۱، کتاب فضل علم، باب ، الاخذ بالکتاب والسنۃ. تیسری حدیث) جو حدیث کتاب اللہ کے مطابق نہ ھو تو وہ حدیث باطل ھے .

مذکورہ بالا ساری احادیث کتاب الھی سے مکمل مھمانیگی رکھتی ھیں پس اگر اس قانون کے بعض مواد میں بعض قرآنی آیات سے تضاد اور ٹکراؤ مشاھدہ ھو تو وہ تمام احادیث جو اس قانون کی تائید کرتیھیں، درجہ اعتبار سےساقط ھیں. پس اس مقدمہ کے بعد ھم اصل موضوع کو بیان کر رھے ھیں:.

پهلا حصه: قصاص نفس:

الف: قرآن سے تضاد: خدا وند عالم مندرجه ذیل آیات میں ارشاد فمراتا هے. (آیات) اے لوگو! الله سے ڈرو اسی الله سے جس نی تمهیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اس کا جوڑا اسی جنس سے خلق کیا. (آیات) وه خدا وه هے جس نے تم کو ایک نفس سے خلق کیا اور اس کی بیوی خلق کی تاکه سکون حاصل کرو.

۴۱

آیات) تم کو ایک نفس (آدم) سے خلق کیا (ان کی جنس سے) ان کی بیوی کو خلق کیا ، ان تینوں آیتوں سے نتیجه اور کیا جاسکتا هے که مرد اور عور ت ایک نفس سے خلق هوے هیں یعنی عورت اور مرد کا نفس ایک اور مساوی هے. بنابر این اگر مرد ، عورت کو عمداً قتل کر دے تو اس نے اپنے مساوی نفس کو قتل کیا هے پس تعریف قصاص کے مطابق پهلے (جانی سزا اس کی جنایت کے برابر هو) قتل مرد سے قصاص لینا چاهیئے.

دوسرے یه که سوره مائه آیه ۴۵، کے مضمون کے مطابق که ارشاد هوتا هے: (آیات) اور هم نے ان پر لکھا اس (توریت) میں جسم کے بدلے جسم ، آنکھ کے بدله آنکھ ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، اوردانت کے بدلے دانت وغیره.

قاتل مرد ولی خون کی درخواست کی صورت میں کسی قیدو شرط کے بغیر قصاص هو. ماده ۲۰۹ اسلامی سزاؤں کا قانون کهتا هے: جب بهی کوئی مسلمان مرد عمداً کسی مسلمان عورت کو قتل کر دے تو اسے قصاص کیا جائے گا لیکن عورت کا ولی قاتل سے قصاص لینے سے پهلے مرد کا نصف دیا ادا کر دے.

یا اسی طرح ماده ۲۵۸ میں یهی قانون کهتا هے: جب بهی کوئی مرد کسی عورت کو قتل کردے تو خون کا وارث نصف دیه ادا کرکے قصاص لے سکتا هے اور رضایت کی صورت میں قاتل دیه کے بقدر یا اس سے کم یا زیاده دے کر صلح کر سکتا هے.

جیسا که هم ملاحظه کرتے هیں که ان دونوں ماده قانونی کے اور مذکوره آیات کریمه سے جو نتیجه اخذ هوتا هے ، کے درمیان مغایرت پائی جاتی هے، اور وه قید (لیکن عورت کا وارث قاتل سے قصاص لینے سے پهلے مرد کا نصف دیه ادا کر دے) کیوینکه اس قید کے هوتے هوئے فقیر خانواده کی کلید اور اس گهرانے کی عورت مرد کے هاتهوں قتل کردی جائے تو وه خانواده خون بها لینے سے محروم هوگا.

البته اس ماده قانونی کے کچھ طرفدار سوره بقره کی آیت ۱۷۸ سے اتناد کرتے هیں که ارشاد هوتا هے: آیات) اے صاحبان ایمان! قتل کے بارے میں تم پر قصاص لکھا گیا هے. آزاد کا آزادف بنده کے بدله بنده، عورت کے بدله عورت، همارا جواب یه هے که استاد علامه طباطبائی کے نظریه کے مطابق تاریخی اسناد کی رو سے یه آیت قبائلی انتقام لینے سے متعلق اور لامتناهی خونریزی کی روک تهام کے لئے نازل هوئی هے جو زمانه جاهلیت مین مرسوم تهی .

دوسرے یه که پرتوازقرآن میں آیت الله طالقانی کے نظریه کےمطابق که اس آیت کے ذیل میں فرماتے هیں: یه تقابل تساوی کے اثبات اور خونخواهی میں امتیاز کی نهی کرنے کی طرف اشاره هے. صرف قاتل آزاد اور عورت کا قاتل قصاص هو نه اس کے علاوه چنانچه جاهلیت کا امتیاز طرز عمل اسلام اور موجود جاهلیت زمانه طاغوت کی جاهلیت سے پهلے هے که اس کے بدله ایک خون کے عوض خواه رئیس قبیله کا هو یا کسی طاقتور انسان کا هو بے شمار خون بهائے جاتے تهے. یا متعدد افراد کو بعنوان قصاص قتل کرتے تهے یا کسی بے گناه کا خون بهاتے تهے بنابر ین تقابل کامفهوم قابل تعریف نهیں هے تاکه عبد حر کے مقابل عورت ، مرد کے مقابل اور اسی طرح قصاص نه هو. (پرتوی از قرآن ، آیت الله طالقانی ، چوتها ایڈیشن ، ج۲،ص۵۴.

سوم یه که اگر اصرار کیا جائے که حتماً (آیت کا ظاهری محفوظ هونا، چاهیئے اور عورت ، عورت کے بدلے قصا هو لهذا قاتل مرد سے مقتول عورت کے خون بها کے عنوان سے قصاص نهیں کرنا چاهیئے.
یه سوال اٹهتا هے که اگر ایک عوت کسی مرد کو قتل کردے تو عورت کو مقتول مر د کی خونخواهی میں کسی قید و شرط کی بغیر قصاص کیوں کرتے هیں؟

آخر کار اس مادہ قانونی کے دوسرے طرفدار حضرات استدلال کرتتے ھیں کہ یہ آیت ، سورہ مائدہ کی ناسخ ھے، بنابریں سورہ مائدہ میں ذکر شدہ حکم اس آیت کے ذریعہ منسوخ ھو گیا ھے. اس کا جواب دینا چاھیئے: اولاً تمام تاریخ نگاروں کی نظر میں سورہ مائدہ آخری سورہ ھے جتو پیغمر (ص) پرنازل ھوا ھے. بنابراین سورہ بقرہ کی ۱۷۸ویں آیت کہ سورہ مائدہ آیت ۴۵ سے پھلے ذکر ھوئی ھے ، وہ ناسخ نھیں ھو سکتا چونکہ ناسخ ، منسوخ کے بعد آتی ھے نہ اس سے پھلے.

ثانیاً خدا وند حکیم آیت ۱۰۶ سورہ ببقرہ میں ارشاد فرماتا ھے: آیات) ھم جب بھی کسی آیت کو نسخ کرتے یا فراموش کرتے ھیں تو اس سے بھتر یا سی جیسی آیت کو جاگزیں کرتے ھیں کیا تم نھیں جانتے ھو کہ خدا تمام چیزوں پر قادر ھے. (مقالہ نگار بعض آیت کا درست ترجتمہ نیہ کیا ھے ترجمہ صحیح اس طرح ھے: تمھارے (حافظہ) سے مٹا دیتے ھیں، کیونکہ خدا کے بارے میں فراموشی سے کوئی معنا نھیں ھیں.

اب سوال یہ پیدا ھوتا ھے کہ قصاص میں مساوی حکم بھتر ھے یا عدم تساوی؟

دوسرے مفسرین کا خیال ھے کہ یھاں پرکوئی ضروری نھیں ھے کہ ھم اس آیت کو سورہ مائدہ کی آیت کا ناسخ فرض کریں کیونکہ سورہ مائدہ کی آیت حکم قصاص کا بیان توریت اور عیسائیت میں ھے خدا وند عالم نے پیغمبر کے لئے نقل فرمایا ھے، لیکن یھاں (آیات) شریعت محمدی کا حکم ھے اس دلیل سے کہ مورد آیہ (یاایھاالذین امنوا) شروع ھو چکا ھے.

خدا وندیکہ سورہ آل عمران کی ۱۴ویں آیت میں ارشاد فرماتا ھے: آیات) ھم نے لوگوں کے ھدایت کے لئے توریت اور انجیل کو اس سے پھلے نازل کیا.

نیز سورہ عنکبوت کی ۴۶،ویں آیت میں ارشاد ھوتا ھے: (آیات) صاحبان کتاب سےبھترین روش سے جدال کرو اور ھمارا اور تمھارا خدا ایک ھی ھے اور ھم سب اس کے مطیع اور فرمانبردار ھیں.

اب سوال یہ ھے کہ ان آیات کریمہ کے مطابق موسی (ع) اور محمد (ص) کے ماننے والے قرآن کی روشنی میں سارے کے سارے مسلمان شمار ھوتے ھیں. پھر کیا ھوگیا کہ مسلمانوں کے ایک گروہ کے درمیان جب ایک مرد کسی عورت کو قتل کردے تو اسے قید و شرط کے بغیر اس سے قصاص لیتے ھیں. لیکن دوسرا گروہ مقتولہ کے خانوادہ سے نصف دیہ کا مطالبہ کرتا ھے؟ کیا خدا وند واحد سے کسی منطقی دلیل کے بغیر دو غیر واحد حکم صادر ھو؟ ایسی صورت میں آیہ شریفہ (آیات) جولوگ خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں پس وھی لوگ کافر ھیں ھر کس طرح عمل کیا جا سکتا ھے؟

عقل سے تضادک

1 - اگر کوئی عادل مرد سکتہ قلبی یا بیماری کی وجہ سے انتقال کر جائے تو عقلی اعتبار سے کوئی بھی کچھ دیگر بے گناہ افراد کو دیہ ادا کرنے پر مجبور نھیں کرےگا پھر کونسے عقلی استدلال کی بنیاد پر جب کسی بے گناہ عورت کی خونخواھی (جوکسی ظالم کے ھاتھوں قتل ھوئی ھے) کے بدلے اس مرد سے قصاص لینا چاھیے تو اس مقتولہ کا غم نصیب اور ستم دیدہ خانوادہ جس نے معمولی گناہ بھی نھیں کیا ھے اس ظالم مرد کے خانوادے کے اخراجات پورا کرے گا.

مقالہ نگار کی نظر میں ، اصولی طور پر جب کسی گھرانے کا سرپرست کسی وجہ سے اسلامی معاشرہ میں انتقال کر جائے ، یا قصاص لیا جائے گا تو عقلاً اسے بیت المال سے پورا کرنا چاھیے (جب تک کہ اس خانوادہ کا کوئی رکن اس خانوادہ کی مسئولیت اپنے ذمہ نہ لے.

2 - فرض کیجئے کہ ایک بے شوھر عورت چند چھوٹے چھوٹے بچوں کی ماں اور بوڑھے اور ناتوان ماں اور باپ اس کی کفالت میں ھیں، کسی مرد کے ھاتھوں مالی اختلافات کی بنا پر قتل کر دی جاتی ھے، اب قصاص قاتل کےبعد عدالت کی ترازو کے دونوں پلڑے کا آپس میں موازنہ کریں . ایک پلڑے مین بے گناہ مقتولہ کا گھرانہ ھو جس نے زندگی کے تمام ضروری اسباب فروخت کرکے

دیت فراهم کی هے اور قاتل اور ظالم کے خانواده کو دیا هے اور دوسرے پلڑے میں گنهگار قاتل کا خانواده چند ملیون تومان کے ساتھ جو اس نے بے گناه مقتوله کے گهرانے سے لیا هے.

کیا آپ کی نظر میں ترازو عدالت کے دو پلڑے مساوی هیں؟

3 ۔دومرد وں کو نظر میں رکهیں که ان میں سے ایک شوهر دار عورت کے ساتھ تجاوز کرے اور گرفتاری کے بعد قصاص کی اسلامی سزاؤں کے ماده ۸۲ کے مطابق کسی قید و شرط کے بغیر اسے پهانسی دیدی جائے گی کیونکه اس ماده قانونی کے مطابق زنائے محضه اور زبردستی کرنا کے قتل کا موجب هے دوسرا مرد ایک دوسری عورت کو پهلے بیهوش کرتا هے اس اس کے بعد اس کی ساتھ تجاوز کرتا هے اور آخر کار اسے قتل کر ڈالتا هے اب آپ فرض کریں که اس عورت نے بیهوشی سے ایک گهنٹه پهلے اپنے شوهر کے ساتھ جنسی رابطه کیا تها جو ایک گهنٹه پهلے گهر میں تها . اور تجاوز پر کوئی گواه بهی نه هو اور قتل کے وقت گهر میں اکیلی هو، دوسرا قاتل گرفتار هونے کی بعد قتل کے الزام میں محاکمه کیا جائے گا اور مقتوله کے خانواده سے نصف دیه لیکراس کا قصاص کیا جائے گا اب نصف دیه ادا کرنے اور دوسرے قاتل کا قصاص لینے کے بعد ترازوئے عدالت کے دو پلوں کا موازنه کریں ایک پلڑے میں اس مرد کا گهرانه جس نے بغیر بیوی کے زنائے محضه انجام دیا هے اور دوسرے پلڑے میں اس مرد کا گهرانه هو جس نے تجاوز کیا اس کے بعد اس عورت کو قتل کر ڈالا اور تجاوز کو پوشیده کرنے کا ماحول بنایا هے چند ملیون پیسوں کے ساتھ بے گناه مقتوله کے گهرانے سے لیا هے. کیا آپ کی نظر میں ترازوئے عدالت کے دونوں پلڑے یکساں هیں؟

دوسرا حصه اعضا کا قصاص

الف : آیات قرآنی سے تضاد :

1 ۔ماده ۲۷۳ کی روشنی میں عضو کے قصاص میں مرد اور عورت دونوں هی ایک دوسرے کےبرابر میں اور جانی مرد عورت عضو کے کم کرنے کی بناپر اسی کے مانند نقص عضو کے ذریعه قصاص کیا جائے گا. یهاں تک ناقص هوئے عضو کی دیه کامل ثلث دیۃ تک پهونچ جائے، مرد کو کچھ دیه نهیں جائے گا اور ناقص شده عضو کی دیت هاتھ کی دیت کی طرح کامل ثلث دیۃ سے زیاده هو تو جانی مرد سے اس کے مانند عضو کے قصاص لینے کا اس وقت حکم کیا جائے گا جب اس عضو کا نصف دیا ادا کر دے. هم دیکهتے هیں که یه ماده قانونی جهاں تک برابری کا حامی هے محر ان کی نورانی آیات سے هماهنگ هے. اور جهاں عدم مساوات اور دیت دینے

دینا ذکر کیا جائے سوره مائده کیآیت ۴۵اس پهلے حصه کےاستدلات سے تضاد کا شکار هے

ب) : عقل کے خلاف

اس ماده قانونیکےمطالب میں غور و حوض کرنےسے همیں اندازه هوتا هے که اگر کوئیمرد کسی عورت کے عمداً دس عدد دانتوں کو توا دے تو وه عورت اس مرد کے دس عدد دانتوں کا تقاضا کر سکتی هے اور اگر وهی مرد اس عورت کا ایک اور د انت توڑ ڈالے جرم زیاده اب وهی عدت ۵ دانتوں کا دیه داد کر کے اسی مرد کے ۱۱دانتوں کے توڑنے کا اسی مرد کے مطالبه کرے تو کیا یه ماده قانونی وهی عقل مخالف جرم (که تیسرے) تنبیح کم سے کم هے کا تقاضا نهیں کرتا.

ایک بار تاکید کر رها هوں جیسا که هم نے پهلے حصه میں تفصیل کے ساتھ استدلال کیا هے اگر اس نوشته میں مورد بحث قانونی مواد سے متعلق احادیث موجود هوں تو ان کے قرآن کی نورانی آیتوں سے مغایرت کی وجه سے درجه اعتبار ساقط هو جائیں گی.

اس نوشتہ کے آخر میں کچھ سوالات ذکر کئے گئے ھیں اور میں اس قانونی مواد کے حامیوں سے تہ دل سے درخواست کرتا ھوں کہ آپ حقائق روشن کرنے کے لئے جوابات دیں اور مقالہ نگار کو ممنون احسان فرمائیں۔

1 - کیا روزہ مرہ کے تقاضوں کے مطابق اجتھاد نھیں ھونا چاھیئے ؟ جس طرح سے انتخابات میں عورتوں کیشرکت پر پابندی لگانے سے متعلق اجتھاد کیا گیا ھے: (کیونکہ ۵۰ سال پھلے شیعہ اور سنی علماء کے فتوں سے عورتیں ووٹ دینے سے محروم تھیں.) (کتاب زن و انتخابات از سلسلہ انتخابات از سلسلہ انتشارات از اسلام چہ می دانیم؟ مولفین کچھ صاحبان نظر ، از انتشارات کتابفروشی طباطبائی،ص۶۰ تا ۴۷.)
2 - کیا ھم بیسویں صدی میں یہ استدلال کر سکتے ھیں کہ ایک جاھل اقتصادی مرد کی اھمیت ایک تعلیم یافتہ خاتون سے زیادہ ھے؟
3 - اگر ایک مرد کسی ایسے شخص کو پیدائشی اور خونی اعتبار سے دو جنس (نر اور مادہ) کا ھو کو قتل کردے تو قاتل کو کس طرح قصاص کرسکتے ھیں؟ (کیا واقعا مرد، عورتوں سے برتر ھیں؟ کورین موت، مترجم ڈاکٹر محمود بحضراد ، ۶۸.)
4 - اگر ایک بھائی کا گردہ اس کی بھن کو لگا دیا جائے اور کوئی مرد اس بھن کے گردہ درحقیقت اس بھائی کے گردہ کو نقصان پھونچائے اور اسے بے کاربنادیے تو کیا ضارب (نقصان پھنچانے والا) ایک عورت کے گردہ کی دیت دے گا یا اکی مرد کے گردہ کی ؟ کیا یہ مرد جو جانثاری کرکے اپنی بھن کی نجات کا باعث ھوا ھے ، وہ اپنے تمام گردہ کے ناکام ھونے کا مدعی نھیں ھو سکتا؟

ژیلاموحد شریعت پناھی.

گذشتہ دو مقالے اور آیت اللہ صادقی تھرانی کا جواب

1 - خانم شیریں عبادی کے مقالے کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نشریہ (ایران فردا) کے مدیر محترم سے درخواست کی جاتی کہ (حقوق زنان پس از انقلاب) (انقلاب کےبعد عورتوں کے حقوق) خانم شیریں عبادی کا مقالہ جو بھمن اور اسفند۱۱ ویں شمارہ کے میں چھپا تھا کا جواب اپنے مطبوعاتی معاھدہ کے مطابق اپنے نشریہ میں درج فرمائیں.

(حقوق زنان پس از انقلاب) کے آغاز میں عورت اور مرد کے مساوی حقوق کے دعوی پر اعتراض دارد کیا گیا ھے جبکہ اسلامی میں مرد اور عورت کے مساوی حقوق صرف عدالت ، ذاتی قدر اور ان کے واقعی اعمال کے مقابلہ میں مساوات رکھی گئی ھے نہ مرد اور عورت کے درمیان نہ کلی مساوات کہ یقیناً ایسا کرنا ظالمانہ ھے و یا جھالت و نادانی است حتی عورتوں کے حقوق اور ان کی صنف کے درمیان بھے مساوی نھیں ھو سکتے. جس طرح مردوں کے حقوق ایک دوسرے کی نسبت برابر نھیں ھے کیونکہ ھر ایک کی مادی اور روحانی اوزش اپنے ھم جنس کی نسبت فرق کرتی ھے چہ جائیکہ مقابل جنس کے درمیان . خلاصہ کے طور عدالت کی بنیاد پر مردو عورت کے حقوق کا ایک دوسرے کی نسبت مساوی ھونا ھے کہ اس کے مخالف مبنی پر اس لحاظ سے پر انسان کے حقوق کا مساوی ھونا اس کی ذاتی فکری، اور عملی صحیح عادلانہ قدروقیمت کی بنیاد پر ھے. اور بالکل اندھی مساوات یا تعجب کی بنا پر ھے خواہ مرد ور عورت کے درمیان ھو خواہ

ھر ایک اپنے ھم جنس کی نسبت ظالمانہ ھو . مثال کے طور پر مرد کا عورت کی نسبت دیہ کا فرق نص آیہ ۱۴۸، سورہ بقرہ (آیات) است اور مردوں و عورتوں کے درمیان یہ برابری نتیجتاً مردوں اور عورتوں کے درمیان قصاص میں عدم مساوات ثابت کرتی ھے اور عورت پر مرد

برتری کا یہ فر ذای ، روحانی اور معنوی لحاظ سے نہیں ہے بلکہ اس جہت سے ہے کہ حکم شریعت سےقطع نظر انکار ناپذیر واقعیت عینی پوری تاریخ اور جغرافیائی میں موجود اورلاً عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ رہی ہے اور رہے گی . ثانیاً مردوں کے لئے زندگی کا ادارہ کرنے کی ذمہ داری بھی عورتوں سے زیادہ رہی ہے. (ان واقعیات کا انکار ناپذیر ذکر دلیل کے عنوان سے نہیں ہے بلکہ احتمالاً مرد کے عورت کی نسبت دیہ کا دو گنا ہونا مذکورہ واقعیات کا وجود ہے . اگر ہم اس کی حکمت بھی نہ سمجھ پائیں تو عورت اور مرد کی مساوات میں موارد کے ذکر سے قرانی حکم بیان کریں گے. آخر کار اگر کوئی ان حقائق کو حکمت کے عنوان سے قبول نہ کرے تو بھی قطعی الصدور آیات اور روایات جو مرد اور عورت کے جودیات، قصاص اور شہادت کیفیت بیان کرتی ہے. قابل تبدیلی نہیں . نماز کی تعداد رکعات کے مانند قابل قبول ہونا چاہیئے اور کوئی شخص حتی پیغمبر (ص) ان احکام کو کسی دلیل اور عنوان سے تبدیل نہیں کر سکتے. اگر بعض دیگر اندیشان احکام قرآنی کی تبدیلی کی توجیہ میں کہا ہے کہ احکام عبارات فردی قابل تغییر نہیں ہیں. لیکن قرآن کے حقوقی اور اجتماعی احکام معاشرہ میں اس کے اجرا کی عکس العمل میں مختلف شرائط میں تبدیلی کی صلاحیت رکھتے ہیں مثلاً قصاص یا دیگر تمام سزائیں اگر معاشرہ میں عکس العمل نہ دکھائیں تو ان کو حالات کے تحت تبدیل کیا جا سکتا ہے. عرض کرو ں گا کہ تمام احکام کا قبول کرنا خود عبادت ہے. اور ہم قرآن میں کسی جگہ نہیں دیکھتے کہ مثلاً کہا ہو: ہمارے فردی احکام کو قبول کرو اور ہمارے اجتماعی احکام کو تشخیص مصلحت کی بنیاد پر بدل ڈالو یہ بیہودہ گوئی اور فضول باتیں انسان کی خطا کر اور تحمل غیر مطلق کے توہمات کا نتیجہ کہ ایک گروہ نے گمان کر لیا ہے کہ ممکن ہے وحی الٰہی کا کچھ نتیجہ نہ ہو. جبکہ وہ لوگ توجہ دیتے کہ پوری دنیا مین آج ساری اجتماعی مشکلات قران پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ہے اور یہ محال ہے کہ قرآنی احکم صحیح طور پر اجراء ہوں اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے . اس سلسلہ میں مزید تفصیل (رمز وحدت در شریعت) نامی کتاب میں ہم نے بیان کیا ہے. کہ نتیجہ کے طور پر عورت اور مردوں کی جسمانی ارزش کے درمیان کم ازکم فرق یہ ہے کہ مردونکے جسم کی ارزش اور حکمت عورتوں سے زیادہ ہے کہ ہ یہاں پر دقیق شرعی اندازہ لگانے کے لئے وحی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ملاحظہ کریں گے کہ پیغمبر اسلام (ص) کی نسبت قطیہ کہ (اطیعوالرسول) کے معنی پر واجب الاطاعت ہے وحی کے مطابق مردوں کا دیہ عورتوں کے دوگنا ہے اور یہ فرق ہرگز ذاتی اور معنوی نہیں ہے، کیونکہ بعض عورتیں (معنوی اور علمی) لحاظ سے مردوں سے افضل اور اعلی ہیں. چناچہ بعض مرد یا عورتیں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتی ہیں (اس کی وجہ بھی یہی ہے) البتہ نیک اعمال اور دنیوی و اخروی کاموں کی ثواب اپنی جگہ پر محفوظ ہیں لیکن بدنی اور جسمانی لحاظ سے مرد کی عورت پر برتری کا جدا گانہ حکم ہے کہ اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے.

اور یہ کہ کوئی مرد کسی عورت کو قتل کر دے تو اس صورت میں قصاص لیا جائے گا کہ مقتول کا گھرانہ خون بہا کا نصف دیہ قاتل کو دیدے ، ہرگز درست نہیں ، کیونکہ انسان کی جان نہ تو کلی طور پر اور نہ ہی جزئی طور پر خرید وفروخت اور معاملہ کرنے کے قابل نہیں ہے. جیسا کہ کوئی شخص یہ نہیں کہ سکتا کہ میری جان کا دیہ دیدو اور مجھے قتل کر دو! اور بالفرض محال مذکورہ قانون کا ۲۰۲ اور ۲۱۳ رواں بند صحیح ہو تو مفتول کا خانوادہ مالی امکان اور درخواست قصاص کی صورت میں مرد کا نصف خون بہا ادا کر دے ورنہ دیہ بیت المال اسلامی کے ذمہ ہوگا. چناچہ اگر کوئی عورت کسی مرد کو قتل کر ڈالے تو قصاص کے علاوہ امکان کی صورت میں عورت کے گھروالے مرد کا دوسرا نصف خون بہا مرد کے ورثاء کو دیں اور اگر مالی توانائی نہیں ہے تو پھر اسے بیت المال ادا کرے . (مقتول عورت کے ورثہ قصاص لینے کی درخواست کی صورت مین صر قاتل مرد کے نصف بدن کا قصاص لینے کا حق رکھتا ہےکہ اس قصاص لینے کا طریقہ اس کتاب کی ابتدا میں آیا ہے.

اور یہ کہ عورت کی گواہی زنا اور لواط جیسے موارد میں قابل قبول نہیں ہے. عورت کی پاکدامنی کی رعایت کے لئے ہے کہ عورت کبھی ان دو جنسی عمل کے منظر کی طرف نگاہ نہ کرے. اورقرآن کی نص کے مطابق صرف چار عادل مرد کی گواہی قابل قبولہے اور اس کا کوئی بدل بھی نہیں ہے کہ ہم کہ سکیں کہ دو عورتیں ایک مرد کی جگہ گواہی دے سکیں ، کیونکہ بدل صرف اور صرف دین کے باب میں مقبول ہے نص قرآن کی بنیادپر (آیات) لیکن مساحقہ

(چپٹی کھیلنے) کے بارے میں صرف عورتوں کی گواھی شریعت کے نزدیک قابل قبول ھے. کیونکہ مرد مساحقه کی طرف دیکھنے کا حق نهیں رکھتا تاکه بالفرض گواھی دے سکے.

۴۵.

تربیت کے بارے مین بھی اولویت کی بنیاد پر لڑکی ، لڑکے سے زیادہ عورت کی تربیت اور آغوش میں رھتی ھے لیکن صرف شائسته پرورش که مرد اور عورت میں سے جو بھی شائستگی نه رکھتے ھو تو یه ذمه داری صاحب صلاحیت کی طرف منتقل هو جائے گی. جنون بھی مرد اور عورت کی صلاحیت کے خفی کرنے میں مشترک ھے اور اگر ازدواج کی صورت میں عورت سے پرورش کی صلاحیت اٹھا لی جائے تو اس کی وجه یه ھے که شوھر کی سرپرستی میں ھونا اور شوھر کا اداره کرنا اس سلسله می اھم کردار ادا کرتا ھے که یھاں پر یه پرورش پھلے شوھر کی طرف منتقل ھو جائے گی . اگر پلا شوھر بھی ازدواج کر لے تو اس لحاظ سے اس کی پرورش میں کمی آ جائے گی اور حق تربیت متفی ھو جائے گا بنابر این تربیت کے باب میں اصلی قاعده وھی ھے که قانون مدنی ۱۱۶۹، قانون کے تحت ذکر ھوا ھے. لیکن مصلحت شرعی کی بھی رعایت کی جائے که اس کے علاوه طرف طرف یا طرفین کے لئے کوئی تربیت نهیں ره جاتی.

ازدواج کے سلسله میں بھی باپ لڑکی پر ولایت نهین رکھتا مگر از باب مصلحت ده بھی شریعت کے حد ود یں اور لڑکا ولڑکی کے سن بلوغ کے پیش نظر ابتدائی مرحله میں که نماز کی تکلیف یکساں طور پر قمری دس ساله میں اگرچه لڑکی کی شادی کی عمر سے پھلے ھے که تقریباً ۱۳ سال اور یه بات که مرد جب چاھے اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو یه نص قرآنی (اوفوابالعقود) کے خلاف ھے بلکه طلاق صرف حرج کی صورت میں جایز اور عسرو مشکل کی صورت میں واجب ھے: اس وقت عقد لازم میں طرفین میں سے کسی کو فسخ کرنے کا حق نهیں ھے جز استثنائی موارد کے البته طلاق یکطرفه مرد کی طرف سے عروحرج کے علاوه حرام اور باطل ھے.

1 ۔ البته عورت بھی عسوحرج که حکمین کی مداخلت سے بھی برطرف نهیں ھوتا تو خود بھی طلاق لے سکتی ھے ور حاکم عسرو حرج کے ثابت ھو جانے کی صورت میں اسے طلاق دے سکتا ھے لیکن عسروحرج کے علاوه میاں اور بیوی میں سے کسی کو طاق دینے یا لینے کا حق نهیں بھر صورت جھاں پر بھی مرد اور عورت کے درمیان ظاھری عدم مساوات دیکھائی دے اگر قرآن اور سنت قطعیه کے مطابق ھو تو مقبول ورنه مرد ود ھے ، مثال کے طور پر مرد شرعی شرائط کے ساتھ ایک ھی وقت میں چند شادیاں کرنے کا حق رکھتا ھے ، لیکن عورت (اختلاط نطفه اور دیگر مصلحتوں کے پیش نظر) اس طرح کا حق نهیں رکھتی لهذا عورت اپنی پاکدمنی اور اسی کے حدود کی حفاظت کرتے ھوئے نامحرموں سے پرده کرے اور مرد پرنفقه دینا واجب ھے لیکن عورت پرواجب نهیں ھے.

2 ۔ آخر کار مرد اور عورت کے تمام حقوق اسلمی عدالت کی مطابق معین کیا گیا ھے اور اگر کوئی اختلاف پایا جاتا ھے تو شرعی مصلحت شرعی کے عنوان سے مدنظر کو مومنین اور مومنات کے نزدیک مورد قبول ھے اور مصلحت کے شرعی ھونے میں تاکید اس وجه سے ھے که مصلحت کی تشخیص سلیقه ، زبردستی یا کسی خاص گروه کی صلاحیت میں نهیں ھے اور کلی طور پر ھر مصلحت که کتاب و سنت کی نص کے خلاف ھو تو اس میں مفسده تھا اور مردوں ھے. لیکن عورت کی میراث کے باب میں منجمله شرعی مصلحتیں که ائے نظر انداز کرنا ایک عظیم ظلم ھے اور ھمیشه عورتوں پر زبردستی کی گئی ھے. اور ھوتی ھے یه ھے که تمام میراث میں عورت کی میراث، مرد کی میراث کے نصف کیونکه آیات قرآنی کے ٦ مراتب میں سے صرف وصیت اور این استثناء ھوا ھے. اور عورت کی اس میراث کا مرد کی میراث کے نصف ھونا اس بنیاد پر ھے که مرد نفقه کا ذمه دار ھو تا ھے اور عورت اور عورت نان و نفقه لیتی ھے که نتیجتاً عورت کی اصل میراث که ظاھر ًا مرد کے نصف ھے مرد سے زیاده ه جائے گی کیونکه اس کا مصرف مرد مرد سے بھت کم ھے (خلاصه قرآن کے یه ثابت نصوص وظواھر ھرگز کسی قانون ، روایت ، اجتهاد یا کچھ خاص لوگوں کی تشخیص مصلحت وغیره قابل انکار نهیں ھے، بلکه قرآن کے خلاف کسی قسم کی توجیه اسلامی نقه نظر سے قبیح اور اگر ھم شائسته

انداز میں آیات قرآنی پر تحمیل کئے بغیر نظر ڈالیں تو ھم تمام سوالوں کے جوابات دریافت کر لیں گے اور فطرت عقل اور علم وغیرہ کے خطلاف ھرگز کوئی اشارہ نھیں ملتا.

عورتوں کے حقوق سے متعلق عربی زبان میں آخر میں مزید معلومات کے لئے (تفسیرالفرقان) (تبصرة الفقهاء) اور کتاب اور سنت کی روشنی میں حقوق نسواں مختصر فارسی رسالہ کی طرف رجوع کریں کہ اس کتاب کے آغاز میں ذکر ھوا.

والسلام علیکم و علینا و علی عباداللہ الصالحین قم المشرفۃ . محمد صادقی تھرانی ۱۳۸۳/۸/۶ .

۳۶

خانم ژیلا موحد شریعت پناھی کے مقالہ کا جواب

نشریہ (ایران فردا، کے محترم مدیر سے درخواست کی جاتی ھے کہ خانم مھندس زیلا موحد شریعت پناھی کے مقالہ کا جواب مندرج ذیل جو مرداد ماہ۱۳۸۳ ش کے شمارہ ۱۹) نشریہ میں منظر عام پر آیا تھا اور اب کی درخواست پر مطبوعات کے معادہ کے اعتبار سے اس کا جواب جریدہ میں شائع کریں.

خانم موحد نے اپنے مقالہ میں قصاص سے متعلق سوالات کے لئے میں اور شکوک و شبھات برطرف کرنے کے لئے جواب کی درخواست کی ھے و عرض خدمت ھے کہ اولاً اسلامی فقہ کا قائدہ (آیات) دو مشھور افترا ء اور جھوٹ ھے کیونکہ اگر دو (کلما) میں کلیت ھوتی تو پھر ھمیں شرع کی ضرورت نہ ھوتی اور عقل تمام شرعی احکام پر حاکم ھوتی جبکہ عقل کلی طور پر مطلق اور آزاد نھیں ھے (مگر اس جگہ جھاں عقلاء آپس میں کوئی اختلاف نہ رکھتے ھوں جیسے نقیضیض کا اجتماع اور امتناع کہ تمام عقلا کے نزدیک قابل قبول ھے.)

لیکن وحی اور شرع ھمہ جانبہ طور پر اور ھمیشہ مطلق ھیں. پھر مطلق اور غیر مطلق کے درمیا ن کس طرح تساوی ھوگی ؟ مثلاً کھا جائے کہ علم خدا (شرع) اور علم مخلوق (عقل سے ماخوذ) کے درمیان تساوی ھے؟ اسی طرح مذکورہ قاعدہ تمام نصوص قران کےخلاف ھے کہ شرع کو وحی میں منحصر جاننا ھے نہ عقل چنانچہ دنیا کے تمام عقلاء مین عقل کل حضرت محمد (ص۹ ن کبھی بھی اپنی عقل کی کوئی حکم معین نھیں فرمایا ھے. بلکہ اپنی زبان سے وحی کے سوا کوئی اور بات نھیں کھی. (آیات) ھم یھاں پر مقالہ نگار سے سوال کرتے ھیں کہ : کیا عقل حکم کر سکتی ھے کہ نماز صبح دو رکعت ھو یا ۳رکعت ھو؟ البتہ واضح ھے کہ عقل ، شرع کے تابع ھے ارو یہ بھی سچ ھے کہ احادیث کو قرآن سے مطابق دینا اسلام کے احکام شرعی کی شناخت کا اصلی معیار اور اس کی کسوٹی ھے جیسا کہ رسالہ فقہ گویا (اور دیگر کتابوں میں) تفصیل کے ساتھ اس سےمتعلق بحث کی ھے. ۹ لیکن قرآن فھمی خود کتاب کی سنائے آیات پر دلالت کی بنیاد پر ھے . صحیح عربی ادب اورلغوی معنی کی روشنی میں اور یہ خود تفسیر بالرائی ھے کہ شخص آراء و افکار اور سلیقہ اور بیرونی و اندرونی اسباب کی وجہ سے یا پیش فرض کتاب مبین کی دلالت پر تحمیل ھو جائے.

لیکن مقالہ نگار نے انسانی تخلیق سے متعلق مجموعاً تین آیات قرآنی سےاسی طرح نتیجہ نکالا ھے کہ خدا نے عورت کو مرد کی جنس سے خلقکیا اور عورت مرد کا نفس برابر ھے جبکہ ان کی نتیجہ گیری سے ادبیاور معنوی واضح اعتراضات وارد ھیں ، کیونکہ تینوں آیات میں جملہ (آیات) کی تکرار ھوئی ھی اور یھاں پر (کم) کہ مجموعہ بشری مرد اور عورت اور ایک فرد سے وجود میں آیا ھے نہ دو فرد سے اس وجہ سے کہ (خلق منھا زوجھا) کےمعنی عورت کے تخلیق مرد کی جنس سے ھو تو مطلب یہ ھوگا کہ خدانے مرد کو مٹی سے خلق کیا اور عورت کو ایک دوسری مٹی سے آخر کار ھم جنس کا ایک ساتھ معنی کرنا آیہ (آیات) بطور ناقص ھے یعنی اسے (خلقکم من نفس) کی صورت میں ھم نے معنی کیا ھے کہ خلقت بشریت کے یہ معنی ھین جبکہ انسان کی تخلیق کا سرچشمہ ایک ھی ھے اور وہ بھی مرد ھے (نفس واحدہ) آدم مرد سے پھلی عورت (حوا) کی تخلیق ھوئی اور ان دونوں سے باقی مرد اور کی خلقت ھوئی ھے تو پھر مرد کا نفس عورت کےنفس سے کوئی فرق نہ رکھتا ھو جبکہ اس

کے بعض حقه سےاس کی تخلیق هوئی هے؟ اور اگر بالفرض مقاله نگار کےنظریه کو هم مان لھی لیں که عورت مرد کی جنس ئےی پیدا هوئي هے تو کیا امکان هے که دو جنس آپس میں ارزش کے لحاظ سے تفاوت رکھتی هوں ؟ مثلاً دو مرغی میں سے ایک روزانه دو انڈے دیتین هو اور ایک روزانه ایک انڈه تو کیا دونوں کی جسمانی اور اقتصادی اهمیت ایک هی هے ؟ اس بنا پر خواه پهلے نص قرآن بعد مین هو که عورت کا نفس مرد کے بعض نفس سے خلق هوا هے ، خواه دوسرے زخ س که مقاله نگار کا نظریه هے که عورت کا نفس مرد کے نفس کی جنس سے خلق هوا ه ان میں سے کسی ایک سے بھی یه نتیجه نهیں نکلتا هے که عورت اور مرد کا نفس بطور مطلق مساوی هے.

مرد اور عورت کے قصاص اور خون بها کے درمیان اختلاف کے سلسله میں مذکوره مقاله میں اسی طرح ذکر هوا هے: چونکه آیت (الانثی بالانثی) (آیات) سے پهلے یه آیه سوره مائده کی ناسخ نهیں هو سکتی یا سوره بقره کی آیت (آیات) کے بارے میں ایک سوال ذکر کیا هے. مصاص میں برابری کا حکم بهتر هے یا عدم مساوات کا؟

اس کا جواب یه هے: یه سچ هے که نزول کے لحاظ سے سوره مائده اقری سوره هے ارو آخر کو ما قبل کو نسخ کرنا چاهئے لیکن آیه (آیات) توریت کے حکم کو بیان کر رهی هے ا ور شریعت قرآن کی خاتمیت کی لحاظ سے قرآن اور توریت کے درمیان انجیل اور دیگر صحیفوں سے اختلافی احکام قرآن مبین یا توریت اور دیگر آسمانی کتابوں کی ناسخ هو گی. لهذا ان موارد میں آیت کا قبل و بعد هونا حکم کی نقین میں کوئی کردار نهیں رکھتا بکله حکم قرآنی اختلاف برطرف کرنےکا محور هے اورشریعت الهی میں نسخ اشکال نهیں رکھتا تکه اگر کسی مورد میں نسخ یا تبیین ظاهر هو اور قرآنی آیت اس آیت سے پهلے هو جس گذشته شریعتوں کا حکم بیان کیا هے.

سوره بقره کی آیت ۱۰۶ اس کا خیر منها سے استناد کرتے هوئے هونا زیر سوال هو کیونکه جب قرآن کریم گذشته شریعتوں کے حکم کو نسخ کرےتو خود یه ناسخیت سوره مبارکه بقره آیت ۱۰۶ کا مصداق هے البته الله کی اصلی احکام کبهی نسخ هوتے بلکه مصلحت تشیع کے مطابق اور لوگوں کے امتخان اور ایتلاء کی وجه سے زمان ومکان کی مصلحت کے مطابق بعض شرعی احکام منسوخ هو گئے هیں ، پس نامه نگار کا مذکوره آیت سے استدلال ان کے سوالات کرنے سے پهلے موضوع تحت سے خارج هے.

یهاں پر بهی اگر کها جائے که : (انفس باالنفس) اطلاق رکھتا هی اور دو بعد کے علاوه مرد یا عورت کی عورت سے برابر عورت کی مرد سے برابری کو بهی شامل هے اس کا جواب یه هے که آیت (الانثی بالانثی) که قرآن کریم مین حم قرآنی کے عنوان ذکر هوا هے، اس کا ناسخ هے لیکن چونکه آه (النفس بالنفس) (الانثی بالانثی) کے مبین هونے ساتھ صحیح هے اور شاید شریعت توریت میں بهی یه حکم تھا ، اب مذکوره دو دلیل میں خواه (الانثی بالانثی) اس کی ناسخ اور اس سے زیاده عادلانه هے لیکن جیسا که وضاحت کی گئی : الانثی بالانثی) نه ناسخ هے اور نه منسوخ.

اس وقت مرد کے خون بها کا دوگنا هونا عدالت کی خلاف نهیں هے. چه جائیکه ناسخیت (الانثی بالانثی) معین نه هونے کی بنیاد پر عدالت کے خلاف هو . جیسا که (حقوق زنان پس از انقلاب ۹ مقاله کا جواب کی وضاحت کی هے. پهلی بات تو یه هے که هر ور مین بطور متوسط عورتوں کی تعداد مردوں سے زیاده تهی اور رهے گی . دوسرے : تمام معاشروں میں مردوں کا تولید مثل کرنا عورتوں سے زیاده هے تیسرے: مردوں کے لئے زندگی ادره کرنا اور اس کے لوازمات کی پابندی عورتوں سے زیاده هے، اور یهاں پر مصاص کے باب میں ذاتی یا معنوی ارزش اور قدرو قیمت معیار نهیں هے چنانچه اعضاء کے خون بها کی بارے میں هر عضو کا اسی کے حساب سےدیه معین هوا هے، اور ان کا دیه بهی مشترک نهیں هے اور اعضاء کے قصاص سے متعلق ۲۷۳ ماده پر پورا پورا اعتراض وارد هے کیونکه قران اور سنت کے خلاف هے. اور یه که فقیر گھرانه جو اپنی مقتول خاتون کا عزادار هے وه قاتل مرد کےگھر والوں کو نصف دیه دے

تاکہ قصاص لے سکے، اولاً ایک خاص مورد ھے اور دوسرے جیسا کہ گذشتہ مقالہ کے جواب میں گذر چکا ھے ، ھرگز ایسا کوئی حق نھیں پایا جاتا کہ مرد کا نصف حقہ مورد معاملہ قرار پائے، بنابر این مادہ ۲۵۸، کا ایک حصہ جو خون کےوارث کو حق دیتا ھے کہ قاتل مرد سے نصف دیہ دے کر قصاص لے کتاب اور سنت کے نص کےخلاف ھے. (جیسا کہ ھم نے کتاب کے آغاز میہ بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ھے، صرف اس کا نصف بدن قصاص ھو خواہ قطع کیا جائے یا مفلوج بنا دیا جائے مفروضہ مسئلہ میں کہ ایک مرد نے شوھر دار عورت سےزنا کیا اور ایک دوسرے مردنے شوھر دار عورت کو بیھوش کر کے اس کے ساتھ زنا کیا اور زنا کے واقعہ کو پشیدہ کیا اور اس کے بعد اسے قتل کر ڈالا . اور مقالہ نگار نے اعتراض کیا کہ ان دونوں مردوں کے قصاص مین عدالت کی رعایت نھیں کی جاتی کیوں / لیکن دوسرا ولی خون کی جنب سے نصف دیہ ادا کرکے پھانسی کی سزا دی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ھے کہ مذکورہ دونوں ھی حکم غلط ھے کیونکہ صرف اس صورت میں چار عادل مرد ایک ساتھ پھلے مرد کے زنا کرنے کی گواھی دین تو وہ پھانسی کی سزا کا مستحق ھے اس کے علاوہ بھتان ھوگا اور اس پر حد قذف جاری کی جائے گی. دوسرے کو پھانسی چار عادل مردوں کی گواھی کے بعد پھانسی کی سزا دی جائے گی . اور شاھد نہ ھونے کی صورت میں نصف جان کو مورد معاملہ قرار نھیں دیا جا سکتا . آخر کار اس بحث کو مکمل کرنے کے لئے (مقالہ نگار کو جو جواب دیا گیا ھے اس کے علاوہ) بعض دیگر ان عورتوں کے اعتراض کرنےسے جو کھتی ھیں: مرد کا دیہ عورت کے دیہ سے دو گنا ھونا مردوں کو عورتوں کے قتل پر جرات دے گا! ھم جواب دیں گے اولاً : یہ حکم قرآن اور سنت کی روشنی میں (ماانزل اللہ) (جو خدا نے نازل کیا ھے) کے مطابق ھے اور شارع حکیم احکام کے تمام پھلوؤں سے مکمل آگاھی رکھتا ھے. ثانیاً : (آیات) کھو کہ کیا تم لوگ اپنا دین خدا کو تعلیم دے رھے ھو) اس بنا پر جن موارد میں ھم احکام کی حکمت نھیں جانتے تفسیر بالرای کے ذریعہ اس پر اعتراض نھیں کر سکتے. کیونکہ اس کا نتیجہ احکام شرع کو اھمیت نہ دینا اور اس پر عمل نہ کرنا ھے. مثال کے طور پر کیا ھم زنا سے متعلق کہ سکتے ھیں کہ ایک شاھد سے لیکر تین شاھر کا دیکھنا حد زنا کے اجرا ء کا موجب نھیں ھو سکتا اور ایسا بالخصوص اسلامی معاشرے بھت کم اتفاق ھوتا ھے. کہ چار عادل شاھد ایک ساتھ زنا کا منظر دیکھیں پس یہ حکم معاشرہ زنا مین زیادتی کا سبب ھو گا.

جبکہ ھم جانتے ھیں کہ خدا وند عالم اس کی حکمت سے زیادہ با خبر ھے اور انسانوں کی عزت و آبرو اور حیثیت کو کافی اھمیت دیتا ھے

تیسرے: یہ اعتراض اس وقت صحیح ھے کہ بالفرض آدم کشی حرام نہ ھو یا نہ کہ عورت کے قتل کی حرمت مرد کے قتل سے کم ھو ، جبکہ دونوں ھی قتل گناہ اور اخروی عذاب کے لحاظ سے یکساں اور برابر ھیں.

اس وقت مجموعاً تمام گذشتہ بحثوں سےیہ بات واضح ھو جاتی ھے کہ مقالہ میں مذکور سوال (قصاص میں تساوی کا حم بھتر ھے یا عدم تساوی؟) ایک مغالطہ ھے اور بس کیونکہ قصاص میں تساوی کا مطلب قرآن میں بیان شدہ وھی عدالت ھے پس قصاص میں عدالت صحیح ھے اور قرآنی آیات بھی اپنی اپنی شان نزول کے ھمراہ تقیید یا توسیع کے قابل نھیں ھیں ، کیونکہ قرآن کی دلالت مستقل ھے اور مرحوم علامہ طباطبائی و مرحوم طالقانی کا نظریہ بھی (اگر ایسا ھی ھو کہ مقالہ نگار نے سمجھا ھو) ھرگز نص ، یا ظاھر قرآن کو کسی مورد میں مقید نھیں کرتا کہ جس کی قید خود آیت میں موجود نہ ھو اور ان موارد میں سے ایک یہ ھے کہ آیات قرآن میں لفظی ارو معنوی نکتوں کے لحاظ سے نظر کے بغیر اطلا ، تقیید ، نسخ و غیرہ.

مقالہ نے ایک سوال ذکر کیا ھے اور جواب حاصل کرنےسے پھلے سورہ مائدہ کی ۲۴ ویں آیت کے ساتھ سوال کو ختم کر دیا ھے، مندرجہ ذیل سوال ھوگا: (اب سوال یہ ھے کہ آل عمران کی چوتھی اور سوہ عنکبوت ۳۶ ویں آیت کے مطابق حضرت موسی (ع) حضرت عیسی (ع) اور محمد (ص) کے ماننے والے اور پیروکار سارے کے سارے مسلمان شمار ھوتے ھیں لیکن مسلمانوں کے اسک گروہ کے درمیان یہ فیصلہ ھے کہ جب ایک مرد کسی عورت کو قتل کرتا

ھے تو وہ دتےکسی قید و شرط کے بغیر قصاص کرتا ھے لیکن دوسرا گروہ پھلے کے گناہ مقتول کے گھرانےسے نصف دیہ لیتا ھے/ کیا ایسا ھو سکتا ھے کہ خدائے وحدہ لاشریک کسی منظقی اور عقلی دلیل کے بغیر دو حکم صادر کرے؟ ایسی عورت میں آیہ شریفہ (آیات) سورہ مائدہ آیت ۴۴) جو لوگ خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق حکم نہ کریں پس وھی لوگ کافر ھیں) ھر کس طرح عمل کیا جا سکتا ھی/

اس کا جواب یہ ھے کہ اولاً : مسلمان کا دو عنوان ھے: ایک عنوان یعنی اللہ کےسامنےتسلیم ھونا کہ اسلم عام ھے اس لحاظ سے حضرت موسی (ع) حضرت عیسی (ع) اور حضرت محمد کے سارے ماننے والے مسلمان ، موحد اور اھل کتاب ھیں. اگرچہ یھودو نصاری کی آسمانی کتابوں میں تحریف ھو گئی ھے اور ان تکی توحید بھی ناقص ھے اور مسلمان کی دوسرا عوان صرف اور صرف ان مسلمانوں کو شامل جو خاصاسلام کی مطیع اور فرمانبردار ھوں کہ سب سے آخری اسلام ھے اور یہ حضرت محمد(ص) کے ماننے والے مسلمانوں کو شامل ھوگا.

حضرت خاتم کی شریعت پر ایمان کیوں نھیں لاتے اورکچھ آیتوں میں مسلمان نہ ھوئے اھل کتاب کو کافر جانا ھے ،مثال کے طور پر سورہ بینہ کی پھلی آیت (آیات) کیونکہ ان لوگوں نے دوزخ سے کفر اختیار کیا ھے ایک رخ خود اپنی شریعت میں کہ ان کی توحید ناقص ھے اور ایک رخ آخری اسلام سے انکاراور کفر ھے . پس یھود و نصاری جس طرح اسلام کے ماننے والے عام ھیں ڑ قران کریم کے نزول کے وقت خاص اسلام کا اتباع کریں پس مقالہ نگار کےلئے معلم ھے کہ خدا وند عالم بع احکام کو مختلف شریعتوں مین تبدیل کرتا ھے اور ایسا یقین ھے کہ تمام شریعتوں میں سارے احکام یکساں اوربرابر ھیں. چونکہ اگر تمام احکام رھی تمام شریعتوں میں یکساں ھوتے تو پھر متعدد شریعتوں کے کوئی معنی نھیں ھوتے اور یہ صحیح رھے کہ ھم سب کا خدا ایک ھے لیکن یہ واحد خدا نے وح ، ابراھیم، موسی ، عیسی، اور محمد (ص) کے ماننے والے مسلمانوں میں سے ھر ایک گروہ کے لئے شرائع کی ترتیب کے لحاظ سے بعض احکام کو نسخ کر دیا ھے جیسا کہ بحث کے آغاز میں ھم نے اشارہ کیا ھے. اصلی احکام (توحید، نبوت اور معاد) میں نسخ نھیں پایا جاتا ، بلکہ بعض فرعی احام میں اختلاف ھے اور ان میں سے بعض میں نسخ بھی اس طرح سے ھے کہ صرف فرعی حکم کی شکل بدلتی ھے اور اس کی اصل پر کوئی ضرر وارد ھیں (اس کی اصل کو کوئی نقصان نھین پھنچاتی) مثال کے طور پر محمدی مسلمانوں کے نماز اور روزہ ثابت ھے. پس خدا وند یکتا ، ایک ڈاکٹر کی طر ح کبھی کسی مریض کو کوئی دوا دیتا ھےاور جب وہ دوا ختم ھو جاتی ھے تو پھر دوسری دوا دیتا ھے. اور مختلف دوائیں ایک حال میں تجویز نھیں کرتا کہ آپس مینمنافات رکھتی ھوں؟ کیونکہ تناقض کا باعث ھوں گی بلکہ مختلف حالات میں ھر مریض کے حال کے مطابق دوائیں تجویز کرتا ھے.

اب جس طرح مکرر اور مشابہ سوالات کے جواب میں اشارہ کیا گیا ھم یھاں بھی عرض کریں گے کہ مقالہ نگار کے مذکورہ سوال میں دو حکم کا فرض اول کے حکم مینکسی قید و شرط کے بغیر کسی گذشتہ شریعتوں میں نھیں دیکھا ھے.

اور دوسرا حکم بھی مورد قبول نھیں ھے کہ پھلے ھم جواب دے چکے ھیں، اگرچہ ذکر شدہ دو غیر واحد حکم کے ھوتے ھوئے مذکورہ سوال کا جواب (خیر) ھے یھی آیہ کریمہ سورہ مائدہ پر عمل کرنے کی کیفیت تو عرض خدمت ھے کہ: اگر (ما انزل اللہ) قرآن (الانثی بالانثی) نہ ھوتا اور صرف (النفس بالنفس) توریت اور انجیل دو شریعتوں سے منقول تھا تو ھم اسی کو قبول کرلیتے ھین لیکن افسوس کہ مقالہ نگار نے اسلام خاتم میں (ما انزل اللہ) کو ترک کرد یا ھے اور ھم نے (ما انزل اللہ) کو سابق اسلام میں اپنا لیا ھے وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ (النفس بالنفس) حتماً مرد کا قصاص عورت کو بھی شامل ھوتا ھے ھم یھاں پر گذشتہ بحثوں کے تمام جوانب پر نظر کرتے ھوئے مقالہ نگار سے ھمارا سوال یہ ھے کہ اب آیت (آیات) کن لوگوں کو شامل ھوگی؟

چھارگانہ سوالات جواب کے آخر میں جو مذکورہ مقالہ کے آخر میں ذکر ھوئے ھیں ، جواب دیا جا رھا ھے:

1 - روزمرہ کے حالات کے مطابق اجتھاد کے نفی ، صرف اور صرف موضوع نتیجہ گیری کے مورد میں ھے لیکن احکام اسلامی زمان و مکان کی تبدیلی سے کسی صورت تبدیلی کے قابل نھیں کہ ھم نے موضوعات احکام میں قبض اور بسط کا نمونہ فقہ گویا رسالہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ھے منجملہ منی میں قربانی کے باب میں کہ (آیات) کی بنیاد پر واجب تھا لیکن اس وقت قربانی کی کثرت ھے اور (منی) میں اس کا استعمال کرنے والے فقراء بھت کم ھیں . لھذا یہ قربانی موضوعیت نھیں رکھتی اور یہ مالی بخش فقراء کے لئے کسی اورطریقہ سے انجام پائے مثال کے طور پر مکہ اور مدینہ یا کسی دوسری جگہ فقیر تک رسائی نہ ھو یہ کہ وھاں قربانی کے لاکھوں گائے، گوسفند اور اونٹ زمین کے اندر دفن ھوں یا جلا دیئے جائیں یا کیڑے مکوڑوں یا کتوں کی غذا بن جائے، یہ دنیا اسلام کے کروڑوں بھوکے لوگوں کے مقابلے میں دین کے نام پر بدترین وحشیانہ فضو خرچی اور اسراف ھے. اگر ماضی میں کفار کے فتنہ کے خوف یا درندہ حیوانات کے خوف سے نماز کیفیت کے لحاظ سے سفر میں قصر ھو جاتی تھی یا سفر میں عرکی وجہ سے روزہ رکھنا جسمانی نقصان کا سبب تھا اورافطار واجب تھا تو اس وقت تو دونوں ھی موضوع بدل چکے ھیں اور بسا اوات سفر کے وقت اپنے وطن میں اپنے سے زیادہ پر سکون اورمطمئن ھوتے ھیں، مسافرین کے نماز و روزہ سفر میں کسی جگہ قصر نھیں ھوں گے اور افطار نھیں کای جائے گا. مگر ان جگھوں پر جھاں ان خفتہ اور (عد) کا موضوع پایا جاتا ھو.

مثال کے طور پر اونٹ (نحر) کرنے ار تمام حیوانات کو ذبح کرنے میں کہ فردی صورت میں ھاتھ سے تھا لیکن اس وقت مشینری کے دور میں موضوع بدل گیا ھے فرد یا افراد حیوانات کہ روبہ قبلہ کریں اور ایک ساتھ (بسم اللہ) کہ کر جن زبان میں ھو (با کریا الیکٹرانیک کھٹکا مون کرکے سب کو ایک ساتھ نحر یا ذبح کر دیں.

2 - یہ سچ ھے کہ ایک تعلیم یا فتنہ خاتون کی اقتصادی اھمیت ایک جاھل اور ان پڑھ مرد سے زیادہ ھے. لیکن یہ مورد قانون کی کلیت پر اعتراض نھیں بن سکتا اس وقت عورت کا تولید نسل کرنا اگرچہ علامہ ھی کیوں نہ ھو جاھل مرد سے بھت کم ھے، جیسا کہ ھم نے تفصیل سے وضاحت کی ھے یھاں پر معنوی پھلو کی اھمیت کا ذکر نھیں (چنانچہ ذکر مردوں اور عورتوں کے درمیان معنوی اھمیت ، قصاص میں فرق حکم کی تشخیص میں ھرج و مرج ھے کہ ھرگز کنٹرول نھیں ھو سکتا، جیسا کہ کھا گیا مردوں کا زیادہ سے زیادہ تولید نسل کرنا یقیناً نا قابل انکار جنبہ ھے. اور مرد و عورت کے قصاص میں فرق بھی یھی ھے واقعات اور حقائق میں آخر کا (الحر بالحر) مردوں کے ایک دوسرے کی نسبت مساوی ھونے دلیل ھے اور (الانثی بالانثی) عورتوں کے آپس میں خون بھا کے مساوی ھونے کی دلیل ھے اور یہ دونوں نص مرد اور عورت کے خون بھا میں عدم مساوات پر قطعی دلائل ھیں چنانچہ العبد بالعبد) عبد اور حر کے درمیان عم مساوات کے دلیل ھے.

3 - اگر ایک مرد کی ایسے شخص کو جو پیدائشی طور پر دو جنس کا ھو (مرد اور عورت دنوں یعنی خنثی ھو) قتل کر دے تو عورت و مرد دونوں کے مجموعہ کا نصف دیہ (۷۵/ مثقال سونا) خون کے وارث کو دے.

4 - اگر ایک بھائی کا گردہ اس کی بھن کو لگا دیں تتو وہ گردہ اس شخص کا ھے جس کے پاس اس وقت موجود ھے اور قصاص کے وقت اس کا حکم اس شخص سے مربوط ھے جس نے وہ گردہ لیا ھے. نہ دینے والا بنابریں اگر کسی نے اس بھن کے گردہ پر ضرب لگا دی

کہ جس کا گردہ اس کے بھائی کا پیوند تھا) نقصان پھنچادے یا اسے بیکار بنا دے تو وہ عورت کے گردہ کی دیت ادا کرے گا نہ مرد کے اور اس عورت کا بھائی بیکار گردہ کی دیت کا دعوی نھیں کر سکتا ھے کہ پھلے اس

کے باپ کے پاس تھا لیکن اب اپنی بھن کو بخش دیا ھے.چونکہ بھن کو وضع کےبعد گردہ اس کی بھن کا کھلائے گا اور بھائی کسی قسم کا کوئی دعوی نھیں کر سکتا ھے.

اب قرآن اور سنت کی روشنی میں احکام قصاص سے متعلق مزید معلومات کے لئے عربی کتابیں (تفسیر الفرقان) (تبصرۃ الفقھاء) قرآن اور سنت کی روشنی میں فارسی رسالہ حقوق زن اور توضیح المسائل نوین کی جانب رجوع کریں. اور اس جواب کا سامنے والا تحریری ، شناھی، حضوری ، ٹیلیفون ایمیل ، فاکسی، انٹرنیٹی ، اور ٹیلیویژنی اسلام اور مشترک قران سے متعلق محققین کے سارے سوالوں کے جوابات دینے کے لئے آمادہ ھے.

والسلام علی عباداللہ الصالحین قم المشرفۃ . محمد صادقی تھرانی.

مھر ماہ ۱۳۷۴ش.

پھلے جواب سے متعلق خانم مھندس ژیلا موحد شریعت پناھی کا ایک خط:

آیت اللہ صادقی کا شکریہ ادا کرتی ھوں کہ انھوں نے ناچیز کا مقالہ پڑھنے کی زحمت فرمائی ، جواب میں ھم فھرست وار مطالب ذکر کر رھے ھیں.

1 - انھوں نے جواب کی ابتدا میں فقھی قاعدہ ، کا حکم بالعق حکم بالشرع و کلما حکم بہ الشرع حکم العقل دو مشھور جھوٹ اور افترا جانا ھے . جواب : ناچیز نے ایک مذھبی روشنفکر کے عنوان سے یہ قاعدہ استاد مطھری (اوربھت سارےدیگرعلماء) سے نقل کیا ھے استاد مطھری وہ انسان ھیں جن کی تعریف امام خمینی (رہ) نے ان کی شھادت پر کی ھے. ایک ایسی عظیم ھستی کی شھادت پر تعریف پیش کر رھا ھوں جس نے اپنی ساری عمر اسلام کے پاکیزہ اھداف کی راہ میں صرف کی اور گمراھوں اور بے راہ روی ، کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ، تعزیت ہ ایک ایسے مرد کی شھادت پر جس نے اسلام شناسی اور اسلام و قرآن کی مختلف فقہ میں نے تطیر تھا. ...)(فراز ھای از پیام امام خمینی (رہ) بمناسبت شھادت استاد مطھری)

کیا اتنی آسانی سے فقھی قاعدہ کو جو پوری تاریخ اسلام میں اسلام مخالف عناصر کے خلاف کامیاب حربہ رھا ھے، رد کیا جا سکتا ھے؟ کیا آقائے صادقی تھرانی ، قرآن کی نورانی آیات، ناچیز کے استدلالات اور اپنے استدلالات سے کیا چیز سمجھی اور محسوس کی ھے؟ کیا اپنی عقل کے سوا؟ دوسری طرف اسلام کا تعقلی ھونا قرآن کریم کی معدد آیا میں ذکر ھوا ھے جیئے سورہ بقرہ ، آیت ۲۴۲، سورہ نور ، آیت ٦١، آل عمران ، آیت ١٨، سورہ حدید،آیت ١٧ اور سورہ یوسف، آیت٢.

2 - انھوں نے لکھا ھے کہ مقالہ نگار نےانسان کی تخلیق سےمتعلق مجموعاً قرآن کی ۳ آیتوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا ھے کہ خدا نے عورت کو مرد کی جنس سے خلق کیا ھے اور مرد و عورت دونوں کا نفس برابر ھے اس کے بعد اس نظریہ کی مخالفت میں انھوں نے استدلات پیش کئے ھیں.

جواب: متبرک ھے! کہ بیسویں صدی میں اور انسان شناسی خونی علم میں اتنی ساری ترقی اور پیشرفت اور قرآن کریم کی نورانی آیات سے ان کی مطابق کرنے کے باوجود نیز فضائی سیر کرنے سے لیکر آپریشن تک تمام علمی اور عملی میدان میں عورتوں کی پیشرفت کے باوجود، کمپیوٹر کے علم سے لیکر زیست شناسی کی تحقیقات تک، جسمانی علم سے لیکر سائیکالوجی تک سب کچھ جاننے کے بعد بھی یہ ثابت کرنا چاھتی ھیں کہ مرد کا نفس عورت کے نفس سے متفاوت اور برتر ھے. بحث کی تکرار نہ ھو ناچیز ایک استدلال اور قرآنی سوال سے بھث کو تمام کر رھا ھے .

3 - (خلقت انسان از ڈاکٹر یداللہ سبحانی)

کلمہ (نفس) کا ترجمہ کرتے وقت سارے موجود تراجم میں خواہ مرد کے لئے ھو یا عورت کے لئے معمولی فرق بھی دیکھائی نھین دیت منجملہ آیت سورہ مائدہ کی ۲۲ کہ ارشاد ھوتا ھے: آیات) وھی ذات ھے جو کسی نفس کا دوسرے نفس کے مقابلہ میں نفس کے علاوہ قصاص کرتی ھے یا زمین میں فساد برپا کرنے کی وجہ سے قتل کر دے تو ا نے تمام لوگوں قتل کر دیا.

سورہ انعام کی ۹۸ آیت کہ ارشاد ہوتا ھے : (آیات) اور وہ وہ ھے جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا پھر اس کے بعد تم ثابت کیا اور ایک ودیعت گاہ قرار دیا. ....) میرا سوال یہ ھے کہ آیا اب تک عربی لغت کی کسی ایک کتاب میں کلمہ نفس مرد اور عورت کے نفس کے الگ الگ دو معنی دیکھائی دیتے ھیں؟ ناچیز نے منجمد الطلاب ، قاموس قرآن اور عربی و فارسی فرھنگ نویں دیکھی تتو کھیں اس طرح کا فرق اور جدائی نھیں دیکھی.

۵۱

ایک دوسری جگہ پر استدلال کیا ھے کہ اگر بالفرض مقالہ نگار کے نظریہ کو قبول کر لیں کہ عورت مرد کی جنس سے پیدا ھوئی ھے تو کیا اس بات کا امکان نھیں ھے دو جنس ارزش کے لحاظ سے آپس میں فرق رکھتی ھوں مثال کے طور پر دو مرغیاں ھوں اور ان میں سے ایک روزانہ دو انڈے دیتی ھو اور دوسری روزانہ ایک عدد تو کیا دونوں کی اقتصادی اور جسمانی اھمیت ایک جیسی ھے؟

جواب: دلچسپ بات تو یہ ھے اس استدلال سے دوسری جگہ پر اپنے ھی جواب سے اس طرح متناقض جواب دیتی ھیں: دو دوست ھیں کہ ایک تعلیم یافتہ خاتون کی اقتصادی اھمیت جاھل اور ان پڑھ سے کھیں زیادہ ھے لیکن یہ مورد خاتون کی کلیت کو نقصان نھیں پھنچا تا.

ان تناقضات کے حل کی کیفیت میں فیصلہ محترم قارئین کے حوالہ ھے.

4 ۔انھوں نے ناچیز کے سوال کے جواب مین کہ : قصاص مین تساوی کا حکم تھر ھے یا عدم تساوی، استدلال پیش کیا ھے منجملہ : اور اگر بالفرض (النفس بالنفس) کلیت رکھتا ھو (الانثی بالانثی) اس کا ناسخ اور عادلانہ تر ھو گا.

جواب : بندہ لغت کے اس استدلال میں (عادلانہ تر ؛ کو نھیں سمجھ سکتا ، کیونکہ یا مسی کی شریعت میں مرد وں پر ظلم ھوا ھے) مرد کا عورت کے مقابلہ میں قصاص کرتے تھے یا اس وقت عورتون پر ظلم ھو رھا ھے. کہ مرد کا عورت کے مقابلہ میں قصاص نھیں کرتے.

اب سوال یہ ھے کہ خدا وند کریم ھر قسم کے ظلم کی اپنے سے نفی کر رھا ھے (لیس بظلام للعبید) خدا بندوں پر ظلم نھیں کرتا. سورہ آ ل عمران آیت ۸۲، سورہ انفال آیت۵۱) پس مجبوراً ھم قبول کریں کہ موسی کی شریعت میں بھی اور اسلام کی شریعت میں بھی مر د کا عورت کے بدلے قصا ص کر سکتے ھیں. اور یہ عادلانہ ھے.

5 ۔لوگوں نے لکھا ھے کہ : (موجودہ حالات کے پیش نظر اجتھاد کے معنی صرف موضوعی نتیجہ اخد کرنے میں ھے لیکن اسلامی احکام زمان و مکان کے بدلنے سے کسی صورت تبدیل نھیں ھو سکتے.

جواب: ھم براہ راست کتاب زن اور انتخابات سے قول نقل کر رھے ھیں: (مذکورہ مقدمات اور دلائل کے بعد (علمائے ازھر) کی شورای پارلیمنٹ میں عورت کی شرکت سے متعلق صاف لفظوں مین مندرجہ صورت میں فتوی صادر کرتی ھے ک (سابق دلائل کی روشنی میں شورای فتوای دیتی ھے کہ شریعت اسلام سابق الذکر مویث کے مطابق ولایت عامہ کی ھر قسم کہ اس کی نمایاں فرد قوانین بنایا ھے، یعنی پارلیمنٹ کے اراکین کی بنیادی ذمہ داری ھے ، عورت کی (اس ذمہ داری) سے دور رکھا اور حرام قرار دیا ھے (زن اور انتخابات از سلسلہ انتشارات ھم اسلام کے بارے میں کیا جانتے ھیں؟ مصنفین کچھ صاحبان نظر؟ صفحہ۳٦.

اور ھم دوسری جگہ پر اسی کتاب کے حوالہ سے فقھا کے فتوای کے بارے میں ملاحظہ کرتے ھیں کہ ھماری نظر میں مذکورہ بالا چار روایت ان لوگوں کے لئے جو بے طرف ھو کر مطالعہ کرنا چاھیں تو ان کے لئے یہ دلائل کافی ھوں گے اور ولایت عامہ کے نصب پر عورتوں کے فائز ھونے پر پابندی (قانون گذاری ، اجراء قانون اور فیصلہ) کو اس درجہ واضح کردیتی ھے کہ ھاری وضاحت اور تشریح کی کوئی ضرورت ھی نھیں رہ جاتی ، (وھی مآ خذ، ص۴۷) ھم دیکھتے ھیں کہ ایک حکم کے عنوان سے

عورتوں کی انتخابات میں شرکت (قید و شرط کے بغیر) حرام اعلان کی گئی ھے اور مقدمه کے عنوان سے پیش کردہ دلائل موضوع کی طر ف کوئی اشارہ نھیں کرتے بلکه حکم شمار ھوتے ھیں . اجتھاد کے ذریعه پھر یه حکم کیسے بدل گیا؟

6 - یه خود بھی دیگر استدلالات سے قانون کے کچھ موارد پر اعتراض کرتی ھیں جو اس مقاله کی گنجایش سے باھر ھے .

7 - اس طرح انھوں نے بعض دیگر عورتوں سے متعلق اعتراض کا جواب دیا ھے که اس مقاله میں اس کی گنجائش نھیں ھے.

8 - ناچیز کے دوسرے مقاله کا جواب ، انھوں نے اس استدلال سے که (اگر عورت علامه بھی ھو اس کا تو لید نسل کرنا جاھل مرد کی نسبت بھت کم ھے) جواب دیا ھے.

جواب: اولاً جس زمانه مین آبادی پر کنٹرول کرنا تمام حکومتوں (منجمله اسلامی حکومتوں) کا مطمع نظر ھو ، پھر بھی زیادہ تولید نسل کی طاقت زیادہ سے زیادہ ارزش گذاری کی بنیاد ھو سکتی ھے؟

ثانیاً : اگر مرد کسی بھی وجه سے تولید نسل کی طاقت کھو دے تو کیا آقائے صادقی تھرانی اس کے سلسله میں قصاص کا حکم اس مرد سے الگ جس کی تولید نسل کی قوت عادی ھو یقین کرتے ھیں؟

9 - تیسرے سوال کے جواب میں انھوں نے قاتل کے قصاص کی کیفیت بیان کی ھے.

10 - انھوں نے چوتھے سوال کے جواب میں لکھا ھے: (بنابریں) اگر کسی شخص نے اس بھن کے گردہ کو نقصان پھنچایا جو اس کے بھائی کا گردہ لگایا ھوا تھا، اور اسے بیکار کردیا وہ عورت کے وہ عورت کے پورے دیت دے گا نه مرد کی اور اس کا بھائی بھی بیکار گردہ کی دیت کا مطالبه نھیں کر سکتا جو اس سے پھلے اس کا تھا اور اس نے اپنی بھن کو دیدیا، کیونکه بھن کو دینے کے بعد گردہ اس کی بھن کا ھو گیا ھے، اور وہ کبھی اس کا دعوای نھیں کر سکتی.)

جواب: جیسا که ھم نے آقا صادقی کے سابق الذکر استدلالات میں مشاھدہ کیا ھے ، یه مرد عورت دو جنس کے درمیان) فرق کے قائل ھیں بنابریں خود یه نھیں کے استدلال کے مطابق وہ بھائی جس نے اپنا گردہ اپنی بھن کو دیدیا ہ اور اس نے خود اپنے اندر نقص ایجاد کرایا ھے یعنی اس کا بھائی ایک مرد کے عنوان سے اپنی نصف توانائی کھو چکا ھے ور صرف اس نصف توانائی (البته آقا صادقی تھرانی، کے نظریه کے مطابق) بھن کو ھر یه کردیا ھے.

اگر ھم اور واضح مثال دینا چاھیں تو اس طرح تصور کر سکتے که ایک بھن نے اپنا رھائشی مکان زلزله کی وجه سے گنوا دیا ھے اور اس کا بھائی پھلی منزل کے دو برابر وسیع ایک گھر اس نے بخش دیا ھے لیکن اس کی بھن صرف نصف وسیع مکان سے استفادہ کرتی ھے اور باقی مکان سے کوئی استفادہ نھیں کرتی، اب اگر کوئی مرد عمداً بخشا ھوا گھر سب خراب کر دے تو بنده کے نظرہ کے مطابق گھر کی قیمت لینے کے لئے خسارہ کا دعوای کر سکتی اگرچه اس نے اس کا صرف حصه سے استفادہ کیا ھے.

11 - انھوں نے اپنے جواب کے بعض حصه میں ایک دلیل کے عنوان سے عورتوں کا مردوں کی نسبت کم اھمیت ھونا اولاً عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ھے اور رھے گی.)

جواب : ھم یھاں پر بین الاقوامی مردم شماری سے مدد لیں . دنیا کی مردم شماری سالنامه کے حواله سے (سالنامه عالمی مردم شماری تحقیقی گیتا شناختی ، تعداد ، محمد رضا عسکری)

علمی مرد م شماری، ۱۹۹۰، میں برابر تھی. .. ۵/۲۳۱/۲۳۰ افراد مردوں کی تعداد ۱۹۹۰، میں برابر تھی ۵۰/۳ فیصد کے ساتھ.

ہم دونوں مردم شماری سے نتیجہ اخذ کرتے ھیں کہ پوری دنیا میں ۱۹۹۰ ، میں برابر تھی ۲/۵۹۹/۹۲۱/۳۱۰، یعنی ۱۹۹۰، میں پوری دنیا میں تمام مردوں کی تعداد ۳۱/۳۸۷/۳۸۰ ، افراد پوری دنیا میں عورتوں کی تعداد سے زیادہ تھی۔

اسی طرح مردم شماری کی لیست سے اس طرح نتیجہ اخذ ہوتا ھے (سرشماری عمومی نفوس و مکن ، مهر ماه ۱۳٦۵ش، مرکز آمار ایران، ۱۳٦۵ش، میں ایران کی کل آبادی ۴۹/۴۴۵/۰۱۰

ایران کے مردوں کی مجموعی تعداد ۱۳٦۵ش ۲۵/۲۸۰/۹٦۱

ایران کی عورتوں کی تعداد ۱۳٦۵ش، ۲۴/۱٦۴/۰۴۹

یعنی جمھوری اسلامی ایران میں ۱۳٦۵ش ، میں مردوں کی تعداد ۱/۱۱٦/۹۱۲، نفر عورتوں سے زیادہ تھی . خداوند عالم ھمارے معاشرے کے مخلصین میں اضافه فرمائے تاکه هم پسندیده راه حل تلاش کریں.

والسلام

شکر گزار ، ر-ق- م- شریف پناھی.

۷۳/۹/۲۳ش.

۵۳

آیت اللہ صادقی تھرانی و خانم شریعت پناھی کے خط کا جواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مسئول محترم ایران فردا اسلام علیکم و رحمۃ اللہ.

آپ کی خدمت میں عرض ھے که خانم مھندس ژیلا موحد که اس ناچیزز کے خط کا جواب دیا ھے و ہ مورخه ۱۳۷۳/۱۲/۳ش، کو موصول ھوا درخواست کی جاتی ھے که ایران فردا جریده میں چھاپنے کی صورت میں مطبوعات کے قانون کے مطابق مندرجه ذیل جواب اس نشریه میں شائع کریں

مھندس ژیلا کے خط کے جواب کا مقصد مسلمان روشن فکروں کو آیات قرآنی میں زیادہ سے زیادہ غور و خوض کی دعوت دینا آخر کار بندگی کا جذبه پیدا کرنا خداوند حکیم کے احکام کے سامنے اگرچه مسلمان آزاد اندیش اور قرآنی شریعت کے تابع پر واضح ھے که پھلے مقاله کا پھلا جواب جامع مکلفین کے ذمه ھے، مندرجه ذیل سطروں میں تحریر کیا جا رھا ھے.

افسوس کے ساتھ کھنا پڑ رھا ھے که اگر نامه نگار عربی ادب کی جانب صحیح اور دقیق توجه رکھتے اور ناچیز کے جواب میں زیاده غور و حوض کرتے تو ان کے لئے کوئی پیچیدگی نھیں ره جاتی . چه جائیکه اس کا جواب دینے میں نقل قول کا سھارا لیں ، کیونکه یه طریقه ادبی اور علمی استدلال سے کھیں زیاده آسان ھے، چنانچه ذیل میں ملاحظه ھوگا.

خط میں درج سوال نمبر ایک کا جواب انھوں نے عبارت (کلما حکم به العقل ، حکم به الشرع) کا دو حصه میں جواب اولاً فقه سے منسوب قاعده اور آخر میں (فقه سے منسوب اصل) جانا ھے که یه میری نظر سے ان کی موافقت کی دلیل ھے؛ کیونکه مذکوره قاعده اسلامی فقه کی طرف نسبت دی گئی ھے اور جعلی ھے لیکن اس کا کتاب اور سنت میں کوئی اثر دیکھائی نھیں دیتا ، اسی طرح مذکوره قاعده سے متعلق ھمارے مقدمه کو دیکھنے کے بعد فوراً که اس کو (دو افتراع اور مشھور جھوٹ) جانا ھے بعد کی وضاحت پر نظر کئے بغیر جواب دینے کی کوشش کی اور لغزش کر گئیں ھیں، کیونکه خود کلمه افتراء اور مشھور جھوٹ) اس بات کی دلیل ھے که مذکوره قاعده بعض علما کی کتابوں موجود ھے، لیکن اسلامی نھیں ھے نه یه که میں نے ان کی کتابوں میں ان کے وجود کی نفی

کرنا چاھتے ھیں . اس کے بعد مرحوم امام (رہ) کا نقل قول کرنے کے بعد مرحوم شھید مطھری کے بارے میں دو سوال ذکر کیا ھے کہ ھم دونوں ھی کا جواب دے رھے ھیں ، البتہ اس بات کے پیش نظر کہ مرحوم شھید مطھری اور دیگر علماء موصوم نھیں تھے کہ ان کی ساری کتابیں ببطور مطلق حجت شرعی ھوں، کیونک ہ صرف وحی الھی ھے جو تنھا حجت شرعی ھے خواہ وحی کتاب ھو یا وحی اس کے ھمراہ مثبت قطعیہ ھو. ضمنی طور پر مھندس ژیلا موحد کی روش کو جاری رکھے ھوئے ھم بطور مثال صرف مرحوم امام کے نقل قول پر اکتفا کرتے ھیں. غلط نسبت دینے کے الھام کو دور کرنے کے لئے کافی ھے) اور صحیفہ نور،ج۲۰، ص۲۰، س۲٦، میں مندرجہ ذیل صورت میں درج ھوا ھے ناچیز حقیقت میں نہ تکلفات کے عنوان سے کھتا ھے، غلط فھمی اور جھالت میں ضائع عمر پر افسوس کرتا ھوں اور آپ اسے اسلام کے عزیز فرزند وں حوزہ ھای علمیہ اور یونیورسٹی کو قرآن کے مختلف پھلوؤں کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کریں. (قرآن کی تدریس) اس کے ھر موضوع میں اپنا اصلی مقصد اور بلند ھدف قرار دیں . کھیں ایسا نہ ھو کہ خدانخواستہ اقر عمر میں آپ پر جب بڑھاپے کا حملہ ھو تو اپنے کئے پر شرمندہ اور پیکار میں گذرے ھوئے ایام جوانی پر افسوس کریں ، مقالہ نگار کی طرح .

اب اس بات کی یاد دھانی ضروری ھے اگرچہ نامہ نگار شھید مطھری سے متعلق مرحوم امام کے بیانات سے استفادہ کرتے ھوئے اس بات کی کوشش کی ھے کہ مذکورہ قاعدہ اور مردو زن کے خون بھا کے مساوی اپنے نظرہ کو ربط دیں. لیکن مرحوم امام مرد اور عورت کے خون بھا سے متعلق فتوی دینے میں صراحت کے ساتھ مرد کا خون بھا عورت کے دوگنا کھا ھے. جیسا کہ آپ کی تحریر الوسیلہ میں موجود ھے اور تمام علمائے اسلام کا نظریہ بھی یھی ھے لیکن خط میں جو مغالطہ کیا گیا ھے کہ دو سوال کو لگاتار رکھ کر استدلالی مطالب اور آیات قرآنی کے فھم اور ادراک کو مذکورہ قاعدہ سے ربط دیا ھے کہ اس کا نتیجہ تشریع عقل کے ساتھ فھم شریعت کو یکساں خیال کرنا ھے جبکہ ھم بھی اسلامی عقائد کے اصول کو قطعی جانتے ھیں، لیکن یہ اس معنی میں نھیں ھے کہ دین اسلام کے عقلی قبول کرنے کے بعد قرآن اور سنت قطعیہ کی احکام کے اتباع کرنے کی بجائے شریعت کے حکم عقل کےب تابع جانیں اور اگر بالفرض محال سابق الذکر فقہ کی طرف منسوب قاعدہ صحیح ھو اور صاحب نامہ کا نظرہ قبول کر لیں تو کیونکہ عقل مختلف ھیں لھذا اس کے احکام بھ مختلف ھوں گے نتیجہ یہ ھو گا کہ شریعت تضاد اور تناقض کا شکار ھو جائے گی. جو شریعت حکم کرتی ھے اور ذکر تمام عقلیں یکساں طور پر وھی حکم کریں تو پھر شریعت کی کوئی ضورت ھی نھیں ھے.

جبکہ ھم جانتے ھیں کہ احکام شرعی میں عقل صرف کتاب اور سنت س حکم سمجھنے کا وسیلہ ھے ، نہ کوئی اس کی مستقل دلیل ، کیونکہ جو کچھ عقل حکم کرے اگر ھم ائے شرعی جتانیں تو ایسی صورت میں آیہ کریمہ (آیات) سے ھم جنگ کریں گے. کیونکہ مذکورہ آیت ھر قسم کی حکم (خواہ تکوینی ھو یا تشریعی) کو خدا سے مخصوص جانتی ھے اور اس کے لئے کسی شریک کی قائل نھین ھے . اور پیغمبر (ص) کی سنت بھی حکم الھی سے منقول ھے، خلاصہ قرآن کی متعدد آیات نے بھی کبھی کسی صورت انسانوں کی طرف سے عقل کی بنیاد پر حکم کی تشریع کی طرف کوئی اشارہ نھیں کیا ھے یھاں تک کہ دنیا کی سب سے عاقل ترین انسان پیغمبر اکرم (ص) کو بھی اس سے مبرا نھیں جانا جاتا ھے اور فرمایا: آیات)

اب خط لکھنے والی محترم خاتون اس سوال کا جواب دیں : (کیا عقل خود کو عقل کلی یعنی حضرت محمد (ص) سے برتر جانتی ھے ؟ اب پورے اطمینان کے ساتھ پھلے صفحہ پر سطور سوال کے جواب میں ھم کھیں گے، ھاں، فقہ سے منسوب قاعدہ کو (جو قرآن کی آیت کے مخالف کہ تشریع کو خد س مخصوص جانتی ھیں کو مردود جاننا چاھیئے. کیونکہ ا سلام کے خلاف ایک قاتل مربہ ھے اور رھے گا. البتہ انھوں نے اب تک اس سوال کا جواب نھیں دیاھے: (کیا عقل حکم کر سکتی ھے مثال کے طور پر ماز صبح دو رکعت ھو گی یا تین رکعت ؟

سوال نمر ۲ کاجواب : خط کے اس حصہ میں (حضرت کہ) مبنی خوبصورت مقدمہ کے سھارے کہ بیسویں صدی میں اور انسان شناسی اور خون شناسی کے علم میں اتنی ساری ترقی کے دوران کی قرآن کریم کی نورانی آیات سے تطبیق دینے کے باوجود انھوں نے مرد اور عورت کے خون بھا سے متعلق حکم الھی کہ مخدوش کرنے کی کوشش کی ھے . جبکہ ان کا درجہ اس سے زیادہ حیرت انگیز

ھے کہ اصرار کر رھی ھیں آیہ (الانثی بالانثی) کو اپنی رائی کے مطابق تطبیق دیں نہ اپنی نظر کو اس کے مطابق ۔ البتہ حضرت امام امیرالمؤمنینؑ نے اس مشکل سے متعلق پیشگوئی کی تھی اور نہج البلاغہ کے ۱۳۸ خطبہ میں بعض حملوں میں فرمایا ھے: (آیات) یعنی حضرت قائم (عج) (ظھور کے بعد) لوگوں کے نظریہ کو قرآن پر تطبیق دیں گے جب کہ لوگ قرآن کریم کو اپنی رائے پر تطبیق دے رھے ھوں گے.یہ خود تفسیر بالرای ھے کہ کوئی براہ راست غور و فکر کرنے اور تعصب سے خالی آیات قرآن میں تدبر کرنے سے پھلے علمی مطالب کو قبول کیا ھے اور اس کے بعد قرآن کی طرف مراجعہ کرے جبکہ انسانی علمی نظریات مطلق ھیں ھیں لیکن وحی الیہ مطلق ھے اور تمام قرآنی آیات خدا کے علم مطلق کی بنیاد پر نازل ھوئی ھیں. پس بعض موارد میں کہ انسانی علوم قرآن کے مطابق نھیں ھیں میں انسان کا نقص نہ اللہ کے علم مطلق کا جبکہ خدا نے مرد کا خون بھا عورت کے دوگنا معین فرمایا ھے تو کیا اس سلسلہ میں انسان کا محدود علم خدا کے لا محدود علم پر اعتراض کر سکتا ھے جبکہ خدا حکیم اور عادل ھے .

سوال نمبر ۲ کے جواب کے دوسرے حصہ میں اس طرح ذکر ھوا ھے: (میں نے اب تک نفس کے دو الگ الگ معنی نھیں دیکھے ھیں) جواب یہ ھے ھم بھی اس نظریہ کے موافق ھیں لیکن میں آپ سے سوال کرتا ھوں کہ اگر کوئی لفظ چند چیزوں کو شامل ھو تو کیا اس نے چند چیز کے دوسری چیزوں سے برابری کے معنی میں ھے؟ مثال کے طور پر کلمہ (شتی) خالق اور مخلوق دونوں کو شامل ھے؟ ایس صورت میں کیا خالق و مخلوق دونوں برابر ھیں / یہ سچ ھے کہ رسول گرامی اسلام (ص) بھی نفس ھیں اور سلمان فارسی بھی نفس) ھیں تو کیا یہ دونوں نفس گرامی برابر ھیں؟ پس مرد اور عورت دونوں نفس ھونے کے باوجود اھمیت اور کارآمد ھونے میں ھی صرف متفاوت نھیں ھیں بلکہ عورتیں مردوں کی طرح ایک دوسرے سے الگ اور متفاوت تیسرا جواب کا جواب: آیہ کریمہ (انثی بالانثی) کے واضح اور آشکار حکم کے مطابق ھنہ الذکر بالانثی) مرد اور عورت کے خون بھا کی درمیان قرآن کا الگ الگ حکم ھے . خواہ ھم کوئی دوسری دلیل رکھتے ھوں یا نہ ، کیونکہ خدا وند عالم مطلق ھے. اور ھم محدود ھیں اور ساری حکتوں کو نھیں سمجھتے ، ثانیاً ھمار استدلال (اگر) کے مبنی پر تھا نہ توریت کی حکم پر قصاص میں مساوات ھو اس وقت عادلانہ کے مقابلہ میں عادلانہ تر اس کے معنی واضح ھیں . لیکن مطلب کے مزید واضح ھونے اور سمجھنے کے لئے ھم مثال دے رھے ھیں. مثلاً تمام لوگوں کی نسبت عادلانہ رفتار رکھنی چاھیئے لیکن نتیموں کے ساتھ نیکی کرنا چاھیئے کہ عدالت سے بالاتر ھے. التبہ صحیح ھے کہ عدالت واجب ھے لیکن یتیم کے ساتھ نیکی کرنا اس سے حسن سلوک سے پیش آنا دوسرا واجب اور عادلانہ تر ھے کہ اگر اس کے مال کی نسبت عادلانہ رفتار رکھی جائے ایک واجب عمل ھوا لیکن دوسرا واجب کہ احسان ھے، ترک ھوگیا ھے. اسلام کی ابدی شریعت میں اسی طرح (ممکن) بھی ھے کہ احکام کے تمام جوانب پر اللہ کے علم مطلق کے مطابق رعایت کی گئی ھے. عورت کا عورت سے قصاص عادلانہ تر ھے اور ھر ایک اپنی جگہ پر دوست ھے لیکن نکتہ یہ ھے کہ آیہ (النفس بالنفس) مرد اور عورت کے خون بھا کا برابر ھونا مشخص نھیں ھے.

بلکہ بطور مطلق نفس کو نفس کے برابر جاتا ھے لیکن آیہ کریمہ (لانثی بالانثی) نے اس کی وضاحت کی ھے اس بنا پر مذکورہ اھم نکتہ کی بنیاد پر توریت اور قرآن کے دونوں ھی حکم ایک دوسرے کے مانند اور عادلانہ ھوں گے.

ثالثاً : (الانثی بالانثی) کا اختصاص اس بات کی علامت ھے کہ پھلی انثی قاتل اور اور دوسری مقتول ھے پس مذکورہ آیت کی نص کے مطابق کسی عورت کے قتل کے بعد صرف قاتل عورت سے قصاص لیا جائے گا نہ مرد ئے چنانچہ (الحربالحر) میں اور (العبد بالعبد) میں صرف مرد (آزاد ، آزاد ئے اور (عبد، عبد سے) قصاص لئے گا. خلاصہ مذکورہ بالا آیت کا مفھوم مرد مرد اور عورت کے قصاص کے درمیان فرق اور اسی طرح آزاد اور غلام کے درمیان فرق کو واضح کرتا ھے کہ اگر عورت اور مرد کے اسی آزاد اور غلام قصاص درمیان فرق ھوتا تو مذکورہ بالا اختصاص غلط ھوتا. اس بناپر اگر ھم فرض کریں (النفس بالنفس) ناسخ ھے. لیکن جیسا کہ ھم نے پھلے حقہ میں اشارہ کیا (الانثی بالانثی) کا اختصاص (النفس بالنفس) کا مبین بیان کرنے والا) ھے

پانچویں کے جواب کے جواب: ہم کہتے ہیں کہ خدا وند حکیم کے احکام میں ایک دوسرے کی نسبت کوئی تضاد نہیں پایا جاتا اور زمان و مکان کے لحاظ سے تبدیلی کے قابل نہیں ہے، لیکن افسوس کہ اجتہاد میں فرق ہے۔ جو اجتہاد کتاب اور سنت کے مبنی پر وہ تشریع ہے ، ارو اگر مختصر طور پر قرآن اور سنت کی بنیاد کی رعایت کی جائے تو اکثریت کا اجتہاد ایک دوسرے کے مطابق ہوگا۔
کیونکہ خطا س معلوم نہ ہونا عامل اتفاق اور اتحاد سے مانع ہے ۔ اس بات کے پیش نظر کہ قرآن اور سنت کے احکام بیان للناس (لوگوں کے لئے بیان اور اللہ کے حجت بالغہ میں مذ اختلاف صفر تک پہنچ جائیں گے یعنی پھر اختلاف ہی نہیں رہ جائے گا۔

اب ہم علمائے الازہر اور فقہائے شیعہ دونوں کے ترتیب وار فتوی کی تحقیق کر رہے ہیں اور ملاحظہ کریں گے کہ علمائے ازہر کے نظرہ میں (چند لحاظ) حم اور موضوع ایک دوسرے سے مخلوط ہو گیا ہے اور ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ اس معنی میں کہ پارلیمنٹ کے اصحاب میں عورتوں کی شرکت ولایت عامہ اور تشریع قانون سے کئی ربط نہیں ہے اور تشریع قانون بھی ولایت عامہ سے کوئی ربط نہیں رکھتا، کیونکہ قانون کذاری نہ تو مرد کا حق ہے اور نہ ہی عورت کا (پیغمبر اکرم (ص) بھی کہ عاقل ترین عقلاء میں تشریع کا حق نہیں رکھتے) بلکہ یہ خدا کا حق ہے ۔ جیسا کہ تفصیل کے ساتھ بحث ہو چکی ہے ۔ اسی طرح پارلیمنٹ کے ممبروں کا اصلی فریضہ ان موضوعات کی احکام سے مطابقت کرنا ہے جو قرآن اور سنت قطعیہ کی روشین میں فقیہ نے استنباط کیا ہے ۔ اور ہر ملک کا کسی بھے امر میں باھر ماہر مرد ہو یا عورت کا بل مشورہ کے بعد موضوعات کی احکام سے مطابقت کرنے صلاحیت رکھتے ہیں ۔ اور کتاب اور سنت کی روشنی انتخابات میں عورتوں کی شرکت کی حرمت پر کوئی خاص نہیں ہے ۔ آخر کار قرآن و سنت کی بنیاد پر ولایت عماہ یا معاشرہ کی رہبری مرد سے مخصوص ہے ۔ بنابراین عورتوں کا ولایت عامہ کے عقیدہ پر فائز ہونے کی ممنوعیت شیعہ فقہاء کے فتوی کی عوان سے صحیح ہے لیکن انہیں کے فتوی کے مطابق ولایت عامہ کی تعریف معاشرہ کی رہبری کے عنوان سے کلی طور پر ولایت عامہ کا مالک ہوانا مرد سے مخصوص ہے لیکن بعض قوانین ک ا اجراء کہ ولایت سے بالاتر ہے عورت اور مرد کے درمیان مشترک ہے اور قضاوت کے باب میں بھی کتاب اور سنت کی روشنی میں عورت کے فیصلہ کرنے کی حرمت یا اس کے وجوب پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ معصومین (ع) کی نسبت میں یہ عبارت (لیس علیہن) مورد تاکید واقع ہوئی ہے کہ عورتوں پر فیصلہ کرنا واجب نہیں ہے، مذکہ حرام ہو، یعنی عورتوں کا فیصلہ کرنا جائز ہے لیکن بعض فقہاء نے ما (لیس علیہن) کو (لیس لہن) سے خلط کر دیا ہے اور (عورت کی قضاورت کے حرام ہونے کا) فتوی دیا ہےف پس جیسا کہ ملاحظہ ہوا اجتہاد آپس میں تضاد رکھتے ہیں نہ خداوند علیم اور حکیم کے احکام ۔

٦اور٧ نمبر کا جواب کاجواب: دونوں ہی مورد مین استدلالی توضیحات بحث تکمیل اور حجب شرعی کے اتمام کی خاطر تھی تاکہ حکم قصاص پر ہر قسم کے اعتراض کا سابقہ بند ہو جائے۔

جواب نمبر٨ کا جواب: پہلے سوال کا جواب : ہاں، یہ ایک ثابت اور پائیدا قانون ہے کہ کلی طور پر تولید کی صلاحیت قیمت گذاری کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ ہوگی۔ خواہ اقتصادی مسائل میں ہو یا اس کے علاوہ ف اور حکومتوں کی جانب سے آبادی کے بڑھنے پر روک لگانے والا قانون تولید کی صلاحیت کے کم ہوئے سے کوئی ربط نہیں رکھتا۔ اس وقت اگر اس کی تولید مثل کو کسی زمانہ میں چیراً روک دیں تو بھی اس کی صلاحیت اسی طرح پوشیدہ اور موجود ہے کلی طور پر مرد کی تولید قتل کی صلاحیت دو لحا ظ سے عورتوں سے زیادہ ہے ۔

طولا، یعنی مرد کے اندر تولید قتل کی صلاحیت عورت سے زیادہ ہوتی اور اس کی عمر بھی زیادہ ہوتی ہے۔

کیونکہ عورت یائسہ ہوتی ہے لیکن مرد کی صلاحیتیں مدتوں باقی رہتی ہیں ۔ اسی طرح عورت کو حیض و نفاس کی حالت میں مخدور پیش آتا ہے مگر مرد کو یہ مذکورہ حالات کا سامن نہیں ہوتا ۔

3 - عرضاً یعنی آیہ کریمہ (...آیات) کے مطابق مرد ایک ہی وقت میں ایک عورت سے زیادہ سے شادی کر سکتا ہے اور یہ حکومت کے قانون کا مخالف بھی نہیں ہے۔
اورتلید مثل بیشتر کا مصداق ہے ، اگرچہ قانون کو یہ حق حاصل ہے کہ اس ازدواج

سے مانع ھو اس وقت شریعت حکومتوں کے قوانین کی تابع نھیں ھے جب تک کہ بچوں کی غذا فراھم کرنے اور تربیت کرنے میں عروحرج نہ پایا جائے تولید آزاد ھے. اور آیہ کریمہ (آیات) کے مطابق خوشحالی کی صورت میں تولید مثل واجب ھے.

4 - دوسرے سوال کا جواب : نھیں، قصاص کا حکم دونوں ھی مورد میں یکساں ھے کہ ۳ نمبر کے جواب کے جواب میں اس کی علت بیان ھوئی ھے. ۹نمبر، جواب کا جوابک تیسرے سوال کے جواب میں مبلغ دیہ کی تعین پر اکتفاء کرنا اس وجہ سے تھا کہ مرد کو کسی دوسرے مرد کے قتل کرنے ۹ کی صورت میں قصاص کرتے ھیں .

5 - جواب نمبر ۱۰، کا جواب: اولاً ناچیز مرد اور عورت کے درمیان معنوی اور روحانی اھمیت کے تفاوت کا نہ قائل تھا اور نہ ھوں ، جیسا کہ قرآن کریم کا اتباع کرتے ھوئے ھم عر کریں گے : (آیات) یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں و ہ عزیز اور مکرم ھے جو سب سے زیادہ با تقوی ھو . مرد اور عورت کے مورد میں حکم قصا کی تشریح خدا کے حم سے ھے اور ھم سے کوئی رابطہ نھیں رکھتی ف چونکہ ناچیز اس کا قائل نھیں ھے بلکہ ناقل ھون وہ بھے اسوۃ حسنہ کی پیروی کرتے ھوئے یعنی رسولخدا (ص) کہ آنحضرت بھی احکام خدا وندی کے نقل کرنے والے تھے . جیسا کہ (آیات) تم سے (پیغمبر (ص)) فتوی طلب کرتے ھیں تو (ان سے) کہ دو خدا تمھیں فتوی دے گا.

ثانیاً : ھاں، وہ بھائی جس کا گردہ اس کی بھن کے گردہ کے مقابل دوگنا اھمیت رکھتا ھے اس نے ایک گردہ دے کر کچھ مقدار میں عمل سے ھاتھ دھو بیٹھا ھے . لیکن ان ایثار کے مقابلے میں اپنی بھن کی نجات ک باعث ھوا ھے، اس بنا پر ھر شخص آسانی سے سمجھ لیتا ھے کہ بھن کی جان بچان بھائی کے جسم میں نقص آنے سے زیادہ اھم ھے، اور بدن میں جزئی نقص بھن کی حیا ت ر کہ کلی نقص کی تلافی ھے سے کمتر ھے در حقیقت اس نے ایک مرد کے عنوان سے اپنی فعالیت اور سرگرمی کو کھو بیٹھا ھے. لیکن اس نے اپنی انسانی فداکاری سے اپنی تمام تر حیاتی چیز اپنی بھن کو دیدیا ھے . اور خط میں جو مثال ذکر کی گئی ھے وہ مذکورہ بالا موضوع سے کوئی ربط نھیں رکھتا ف کیونکہ مذکورہ مثال میں اس کے بعد کہ بھائی نے اپنے سابق گھر اپنی بھن کے سابق گھرکے دوگنا تھا. وہ اپنی بھن کو دیدیا تو بھن پورے گھر کی مالک ھو گئی اگرچہ اس کے نصف سےاستفادہ کرے اور گر کوئی عمداً گھر کے دوگنا تھا وہ اپنی بھن کو دیدیا تو بھن پورے گھر کی مالک ھوگئی . اگرچہ اس کے نصف سے استفادہ کرے اور اگر کوئی عمداً گھر کو خراب کرڈالے تو وہ بھن پورے گھا کا خسارہ اس سے لے گی کیونکہ وہ پورے گھر کی مالک تھی ، البتہ ناچیز کو حیرت ھے کہ مذورہ بالا موضوع کو گردہ ھبہ کرنے سے کیسے ربط دیا ھے.

جواب نمبر ۱۱، کا جواب: اولاً قرآن کی روشنی میں (اللہ کے نزدیک) مرد اور عورت معنوی اور روحانی قدروقیمت کا تقوی کی بنیاد پر محاسبہ ھوتا ھے ثانیاً مردوں کی نسبت عورتوں کی تعداد زیادہ ھونا پوری تاریخ میں مردوں اور عورتوں درمیانی آبادی اور تعداد سے مربوط ھے ثالثاً : یھاں پر انسانوں کی تعداد اللہ کے علم مطلق کے مقابل جو پوری تاریخ سے مربوط ھے، واقع ھوا ھے کیونکہ پھلی طرف میں کسی زمانہ بتائی گی تعداد (وہ بھ ایک انسان کے لحاظ سے مردوں کی تقریبی تعداد عورتوں سےزیادہ بتائی گئی ھے، جبکہ دیھات کی عورتیں معمولاً (بالخصوص یکسری زیبا کی عورتیں ھوتی ھیں) خود کو مردم شماری کی فھرست میں نھیں لاتی . ور دوسری طرف ھم دیکھتے ھیں کہ خدا وند عالم مرد اور عورت کی دقیق تعداد جانبہ کے باوجود (جنگوں اور دیگر اسباب و ملل کی بنیاد پر) (مثنی و ثلاث و رباع) کی حد تک تعدد ازدواج کو جائز جانا ھے. اب ھم نامہ نگار سے سوال کر رھے ھیں کہ : کیا اللہ کے علم مطلق کے مقابلے میں انسانی مردم شماری کی کوئی اھمیت ھے؟

آخر کار آپ آیہ کریمہ (مثنی و ثلاث و رباع) کےبارے میں کیا کھتی ھیں/ کیا آپ علم الھی کو بھی خطا جانتی ھیں؟ اس جواب کے اختتام پر ایک ادلی سولا کریں گے . اگرچہ (مھندس ژیلا موحد) نے (الانثی بالانثی) کے مبین ھونے سے متعلق ناچیز کے استدلال اور اصلی جواب کی جانب اور نہ ھی اس کے منسوخ نہ ھونے کی طرف کوئی اشارہ نھیں کیا ھے.

سوال کا مقدمہ: اولاً : ان کی تصریح کے مطابق مقالہ میں مذکور تینوں . آیتوں کے ترجمہ میں (نفس واحدہ) حضرت آدمؑ ھیں ثانیاً عربی ادب کی بنیاد پر (نفس واحدہ) مفرد اور خاص ھے اور (من) کے معنی بھی لفظی اعتبار سے یہیا پر (تبعیض ھے . بنابریں (خلق زوجھا ...) تفسیر بالارائی کے علاوہ یعنی (اس سے اس کا جوڑا خلق کیا. ثالثاً عورت کا انسان ھونا یقینی ھے اور اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ھے تاکہ یہ جنس کی تعیین کریں. ھمارا آپ سے سوال یہ ھے کہ آپ نے مقالہ میں درج شدہ تینوں

آیتوں کو (اس کی جنس سے) اس کی بیوی کو خلق کیا .) معنی کیا ھے/ ضمنی طور پر خط کے آخر میں اگر دعا خدا سے طلب حاجت کے لئے ھو تو اس خط میں لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ھے. چونکہ خدا وند علام سمیع و بصیر ھے اگر اپ کا مقصد یہ ھے کہ اشارہ و کنایہ یعنی ناچیز کو ابن الوقت خود غرض ک ھنا چاھتی ھے، بھتر تو یہ کہ آپ منصفانہ فیصلہ کریں اور انصاف سے کام لیں . کیا کوئی شریعت توریت کے حکم کو وہ اپنی سمجھ کے مطابق) قرآنی شریعت کے حکم پر ترجیع دیتا ھے وہ بے غرض ھے ؟ اور جو چادرانی شریعت اور خاتم قرآن کے حکم کو گذشتہ شریعتوں کے حکم پر ترجیع دیتا وہ خود غرض ھے ؟

سا جواب دینے والی جسطرح گذشتہ جواب میں اعلان کیا ھمیشہ تحریری جواب دیتی حضوری ٹیلیفونی ، ٹیلیویژن انٹرنیٹ اور فیکس سے قرآن مھجور اور سنت مظلوم سے متعلق تمام سوالوں کئے جواب دیتے کی آمادگی رکھتا ھے.

والسلام علی عباد اللہ الصالحین قم الشریف.

جمعہ ، ۱۳۸۳/۱۲/۱۱.

دوسرے جواب کے جواب میں خانم ژیلا موحد شریعت پناھی کا ایک خط)

دو بار ہ ڈاکٹر صادقی تھرانی کا شکریہ ادا کرتی ھوں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت احکام الھی کے واضح کرنے میں صرف کیا ھے. مورخہ ۱۳۸۳/۱۲/۱۱ش، کے جواب اجوب میں ان کی عدقت میں فھرست وار مطالب پیش کر رھی ھوں .

الف: (فقہ س منسوب قاعدہ) سے متعلق بحث میں یعنی (کلما حکم بہ العقل ، حکم بہ الشرع و ر ...) میں اس طرح نتیجہ اخذ کیا ھے کہ : چونکہ عقلیں مختلف ھوتی ھیں ان کے احکام بھی مختلف ھو جائیں گے، نتیجتاً شریعت تضاد اور تناقض کا شکار ھو جائے گی. جواب: ھاں ! پوری تاریخ اسلام میں بھی اس طرح کا اتفاق ھوا ھے یھا ں تک کہ اب بھی اسلام میں سالامی چند فرقے پائے جاتے ھیں اور سارے کے سارے خود کو کتاب اور سنت کا تابع جانتے ھیں اور اس کے باوجود ایک دوسرے کو برداشت کئے ھوئے ھیں اور ان کو قانونی حیثیت سے پھچانتے ھیں اور حج کے مراسم میں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ اور خواھرانہ طور پر عباد کرتے ھیں. اب یہ مجتھدین کی ذمہ داری ھے کہ پھر بھی اپنی عقل کا استعمال کرکے اور علمی اور فنی (استحصالی علم) کی ترقیوں اور ھماھنگیوں کے ساتھ اور اس میں غور و حوض کرکے اسی کتاب اور سنت سے کچھ احکام استخراج کر یں کہ استحصالی علم سے تضاد اور ٹکراؤ رکھتا ھو، ورنہ گالیلہ سے دانور اور رانڈرک جیسے مجاھدین کے ساتھ وھی کای جائے گا جو درمیانی صدیوں میں ھوتا تھا.

ناچیز کی نظر میں آیہ کریمہ (آیات) پر عمل کرنے کی غرض سے اس کا علمی اور قرآنی حل صرف درالتقریب مذاھب اسلامی تمام علماء مجتھدین ، صاحبان نظر اور ماھرین کی ایک کمیٹی بنانا ھے تاکہ تفکر ، تعقل ، تدبر اور شورای کی بنیاد پر قرآن پر بھترین طریقے سے عمل کریں اور عالم اسلام کو اختلاف اور تفرقہ سے نجات دلائیں.

1 - ب) سلسلہ بنا کو جاری کھتے ھوئے لکھا ھے : (کیا عقل یہ حکم کر سکتی ھے کہ صبح کی نماز دو رکعت ھو یا تین رکعت)

جواب: جھاں پر قرآن کریم نے خاموشی اختیار کی ھے اور صحیح سنت (غیر اتفاقی اور غیر متضاد قرآن) اس طرح نقل ھوئی ھے کہ پیغمبر اسلام نے صبح کی نماز دو رکعت پڑھی تھی اور سورہ ممتحنہ کی آیت نمبر ٦، میں ارشاد ھوتا ھے: (آیات) پس اس کو عقل سلیم بھی قبول کرتی ھے نماز صبح کا دو رکعت ھونا بھی عقل سلیم سے کوئی ٹکراؤ نھیں رکھتا . (مطمئن رھیں کہ اگر یہ حکم قرآن کی نورانی آیات کے متضاد ھوتا تو ھم اس میں چون و چرا کرتے.

2 - الف) آیہ کریمہ (الانثی بالانثی) سے متعلق اس طرح نتیجہ اخذ کیا ھے کہ بعض موارد میں کہ انسانی علوم قرآن کے مطابق نھیں ھے یہ انسان کی کمی ھے کہ اللہ کے علم مطلق کی جبکہ خداوند عالم نے مرد کا خون بھا عورت کے دوگنا معین فرمایا ھے تو کیا انسان کا محدود علم اس سلسلہ میں اللہ کے لا محدود علم پر اعتراض کرسکتا ھے جبکہ خداوند حکیم اور عادل ھے؟

جواب: نھیں، انسان کا محدود علم کسی بھی مسئلہ میں اللہ کے لامحدود علم پر اعتراض نھیں کر سکتا لیکن ھماری گفتگو یہ ھے (کیا خدا نے مرد کا خون بھا عورت کے دوگنا معین فرمایا ھے یا نھیں؟ کیونکہ آیہ (انفس بالنفس) اس دعوی کے مخالف ھے ؛ ثانیاً (الانثی بالانثی) سے متعلق یعنی عورت کا صرف عورت سے قصاص کرنا چاھئے ، سوال یھاں پر ھے ؟ تو پھر اگر کسی عورت نے کسی مرد کو قتل کر دیا تو کسی قید و شرط کے بغیر اسے قتل کر دیتے ھیں ؟ کیا اس کے علاوہ ھے کہ آیہ (النفس بالنفس) پر عمل کرتے ھیں.

٣ - دوسرے حصہ کے آخر میں ذکر کیا گیا ھے کہ : (یہ صحیح ھے کہ مرد اور عورت دونوں نفس ھیں ؛ لیکن یہ بات تساوی مطلق کو ثابت نھیں کرتی ، جیسا کہ رسول اللہ(ص) بھی نفس ھیں اور سلمان فارسی بھی نفس ھیں کیا یہ دونوں مکرم نفس آپس میں برابر ھیں ؟

جواب: اولاً خداوند حکیم فرماتا ھے : (خلقکم من نفس واحدۃ) پس خداوند حکیم کے ارشاد کے مطابق یہ دونوں نفس آپس میں برابر ھیں – ثانیاً خود آقا صادقی تھرانی کی گواھی کے موجب کہ مرد کا مرد سے قصاص لینا صحیح جانتے ھیں ، یہ دونوں نفس چونکہ دونوں ھی مرد ھیں لھذا قصاص کے اعتبار سے برابر ھیں –

٣) (الف) (خط کے اس حصہ میں نا چیز کے دو جواب کا ذکر کرنا کہ پھلا حصہ مکمل طور پر کہ دوسرا حصہ ناقص نقل ھوا ھے کسی دلیل کا ذکر کئے بغیر ان دونوں کو نقیض جانتے ھیں) انھوں نے پھلی مثال دو مرغی سے دی ھے (کہ ان میں سے ایک روزانہ دو انڈے دیتی ھے اور ایک ھر روز ایک انڈا دیتی ھے تو ایک دونوں کی اقتصادی اور جسمی اھمیت ایک ھی ھے ؟

اور انھوں نے پھلے اور موجود خط کے جواب میں جو جواب دیا ھے یہ ھے کہ : کلی طور پر تولید (بچہ پیدا کرنے) کی صلاحیت اھمیت کا اندازہ لگانے کا معیار ھے) اور نتیجہ نکالا ھے کہ چونکہ مردوں کے اندر تولید مثل کی صلاحیت عورتوں کی نسبت زیادہ ھوگی ھے پس ایک دیت تعلیم یافتہ عورت کی دیت ایک جاھل اور ان پڑھ مرد سے زیادہ ھے لیکن یہ قانون کی کلیت پر کوئی خدشہ وارد نھیں کرتا) یعنی اس کے باوجود کہ ایک تعلیم یافتہ خاتون کی اقتصادی اھمیت ایک جاھل مرد سے زیادہ ھے لیکن پھلی مثال کے بر عکس اس کی دیت اقتصادی قیمت گذاری کے لحاظ سے معین نھیں ھوتی اور کلیت قانون (یعنی مرد کی دیت کا عورت کے دوگنا ھونا) تبدیل نھیں ھوگا

یہ اس تناقض کی رد میں لکھتے ھیں : طبیعی طور پر ایک استثنائی قانون بھی ھے) اور اپنی گفتگو کی آگے بڑھا تے ھیں : پس یہ اس سوال کا جواب دیں : کیا انسانوں کا عاقل ھونا ایک یا چند دیوانہ کی وجہ سے نقض ھو جاتا ھے ؟ جواب : اس سوال کا جواب موجودہ صورتحال کہ متفقہ طور پر اکثر انسان عاقل ھیں (نھیں) ھیں لیکن اگر کوئی ایسا زمانہ آجائے کہ اکثریت دیوانہ ھو جائے اس وقت اس سوال کا جواب (ھاں) ھوجائے گا – اب ھو ایک اسی کے مد مقابل سوال قائم کر رھے ھیں : (اگر کسی دور میں تعلیم یافتہ عورت کی تعداد تعلیم یافتہ مردوں کے برابر ھو جائے (یا اس سے زیادہ) تو کیا اس وقت موجودہ قانون قصاص میں کوئی قید تبدیلی آئے گی)

۴) الف) انھوں نے اس حصہ کے آغاز میں دوبارہ آیہ کریمہ (الانثی بالانثی) سے استناد کیا ھے اور اسی بنیاد پر استدلال کیا ھے کہ ھم کو اسی حصہ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتے ھیں

۵) (الف) علمائے ازھر کے نظریہ کو رد کرنے کے بعد لکھتے ھیں : (کتاب اور سنت سے انتخابات میں عورتوں کے شریک ھونے کی حرمت پر ھمارے پاس کوئی دلیل نھیں ھے)

جواب : اگر اب تقریباً ۴۰ سال کے بعد علمائے ازھر اور تقریباً تمام علمائے شیعہ کے فتوے سے معلوم ھوا کہ (انتخابات میں عورتوں کا شریک ھونا حرام ھے) باطل رھا ھے ، میں روشنفکر ایک مسلمان خاتون کیسے مطمئن ھو جاؤں کہ (مرد کا خون بھا عورت کے دوگنا ھے) جبکہ (النفس بالنفس) اور (خلقکم من نفس واحدۃ) جیسی کتاب الھی سے واضح دلیل موجود ھے

۵-ب) انھوں نے لکھا ھے گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھاتے ھوئے : (فیصلہ کرنے کے سلسلہ میں بھی عورت کے قاضی ھونے کی حرمت یا اس کے وجوب صادر ھوئی ھے اور امید ھے کہ آقای صادق تھرانی جیسے علمائے کی طرف سے مزید تحقیق کے ساتھ عورتوں کے دیگر باقی پامال شدہ حقوق کا بھی احیاء ھو جائے - انشا اللہ !

۸) اس کا جواب بھی وھی ھے جو تیسرے حصہ میں دیا گیا ھے لھذا اسی جگہ رجوع فرمائیں

۹) ھم اس حصہ میں ملاحظہ کرتے ھیں کہ آقا صادقی تھرانی کے نظریات ان کے کتاب و سنت میں غور و خوض کرنے کی بنیاد پر ھیں جمھوری اسلامی ایران کے موجودہ قانون گذاروں کے نظریات کے ساتھ اور شوری نگھبان کہ مطمئن طور پر اپنے تعقل سے کتاب و سنت سے استخراج کیا ھے ، متضاد ھیں کہ اس کا واحد حل (ا- ب) حصہ کی خصوصیات کے ساتھ دارالتقریب مذاھب اسلامی کی تاسیس ھے -

۱۰) گردہ کی مثال میں شباھت کی وضاحت کے لئے ھم مزید وضاحت کر رھے ھیں : چونکہ نصف دیہ کے طرفدار حضرات کا یہ خیال ھے کہ ایک مرد کا گردہ ایک عورت کے جسم میں ایک مرد کا نصف کام کرتا ھے تو ھم نے بھی یہ تشبیہ دی کہ وہ بھن جس کو اس کے بھائی نصف گھر ھبہ کرتا ھے ؛ سے استفادہ کرے اور یہ استدلال کہ اگر کوئی شخص بھن کے گردہ سے کہ پھلے بھائی کا تھا نقصان پھونچا دے (تو بھن نصف دیت لینے کی حقدار ھے) اس کو ھم نے اس دلیل سے رد کر دیا کہ اگر کوئی بھن کو ھبہ کیا ھوا گھر خراب کر ڈالے تو اسے پورا خسارہ بھن کو دینا چاھیے اگرچہ وہ نصف گھر سے استفادہ کر رھی ھو -

۱۱) انھوں نے انسانوں کی آبادی اور تعداد سے متعلق دوبارہ استدلال کیا ھے کہ (کیا خدا کے علم کے سامکنے انسانی تعداد کی کوئی اھمیت ھے ؟)

جواب: کسی بھی قرآنی آیات میں اس کا ذکر نھیں ھوا ھے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ھے اور اگر یہ سورہ نساء کی آیت ۳ سے استدلال کریں تو ھم بھی جواب دیں گے اولاً : اس آیت نے عورتوں کو ۴ بیویوں میں محدود کیا ھے (کیونکہ آیت کے نزول سے پھلے کوئی محدودیت نھیں تھی) ؛ ثانیاً اس آیت میں جواز کا ذکر کیا ھے واجب نھیں کیا ھے : ثالثاً عدالت کی شرط کے ساتھ ھے اور عدالت نہ کرنے کے خوف کی صورت میں ایک عورت پر اکتفا کرنے کا حکم دیا ھے ، رابعاً : سورہ نساء کی ۱۲۹ ویں آیت میں ذکر ھوا ھے : (اور عورتوں کے درمیان عدالت برقرار کرنے کی استطاعت نھیں کرتے اگر حریص بھی ھو) اگر غیر جانبدارانہ نہ اس مرد کی نظر سے جو چار عورتوں کا نظریہ رکھتا ھے ؛ اس سے مربوط تمام آیتوں اور شرائط برقرار کریں تو ھمیں اندازہ ھوگا کہ یہ آیتیں (مومن مردوں کو گام بہ گام ایک عورت کی جانب ھدایت کرتی ھیں کہ ایسی صورت میں خدا کا حکم اور علمی تعداد و شمار بھی ایک دوسرے سے ھم آھنگ ھوا ھے اور ان کے درمیان معمولی بھی تضاد نھیں پایا جاتا -

۱۲) الف) پھر بھی جب ((الانثی بالانثی) ذکر ھوتی تو اس کا جواب بھی وھی دوسرے حصہ (۲- الف) کا ھوگا -

۱۲ ب) لکھا گیا ھے : (مقالہ میں مذکورہ تینوں آیتوں کے ترجمہ میں ان کی تصریح کے مطابق نفس واحد سے مراد حضرت آدم(ع) ھیں)

جواب : نهیں ! ناچیز نے مقاله میں کهیں بهی ایسی کوئی تصریح نهیں کی هے شاید آقا صادقی تهرانی کی مراد مقاله کے آغاز میں شاید تیسری آیت کا ترجمه هے جس کی ذمه داری مترجم محترم ڈاکٹر سید جلال الدین مجتبوی پر هے نه بنده پر – (اگر هم آیت کی عربی عبارتوں کی دقیق پابندی کریں جیسے نفس ، مونث اور واحده بهی مونث هے (اگرچه مترجمین اور مفسرین نے کسی قرآنی دلیل کے بغیر هی اس کو مذکر مانا هے) بهت احتمال هے که پهلا نفس، مونث هو جیسے حضرت مریم (ع) کے سلسله میں اور حضرت عیسی (ع) کے اعتبار سے مذکر تها ذکر کیا هے –

۱۲ – ج) (اس کا مطلب یه هے که اس سے ان کا جوڑا پیدا کیا) مقاله نگار کا مورد تا ئید رها هے -

۱۲ –د) سوال کیا هے : آپمقاله میں ذکر شده تینوں آیتوں کا (اس کی جنس سے اس کی بیوی کو خلق کیا) کس دلیل سے اس طرح سے معنی کیا هے ؟

جواب : اولاً ، تهران یونیورسٹی کے استاد ڈاکٹر سید جلال الدین کے ترجمه میں جو اداره نشر و اشاعت وزارت فرهنگ و ارشاد و اسلامی (خلق منها زوجها) کے ترجمه میں اس طرح آیا هے : اس کا جوڑا اس کی جنس سے خلق کیا) ثانیاً کلمه زوج عربی زبان میں (بیوی کے لئے بهی اور شوهر) دونوں کے لئے استعمال هوا هے اس بنا پر فارسی میں کلمه زوج کا دقیق ترجمه (همسر) هوگا نه (عورت) یا (شوهر)

خوش قسمتی سے ان تمام آیتوں میں جهان زوجیت کا ذکر هوا هے وهاں کفو هونے کا ذکر هوا هے –

۱۲ – ه) آخر کار انهوں نے شکوه کے عنوان سے ذکر کیا هے : (اگر خط کے آخر میں خدا سے طلب حاجت کے عنوان سے دعا هے تو خط میں لکهنے کی ضرورت نهیں هے کیونکه خداوند عالم سمیع و بصیر هے اور اگر مراد یه هے که بنده کو اشاره و کنایه میں خود غرض اور نقاد بتانا هے ...)

جواب : بنده تقریباً ناقدین کو خود غرضی سے عاری جانتا هوں (اصل برائت) منجمله آقا صادقی تهرانی کو اور اس وقت کافی خوش هوں که ان کے اعتراضات ناچیز کے مد نظر مطلب پر زیاده سے زیاده غور و فکر کرنے باعث هوئے اور اگر درباره جواب دیا گیا هے تو هم خدا کو گواه بناتے هیں که میرا مقصد فتنه و فساد اور تو هین سے دور نظریات کا تبادله تها اسی طرح دعا کا ایک دوسرا اثر ایک نظریه اور تفکر کا رواج جانتی هوں - اس بنا پر اس دعا کے انتخاب سے ناقدین حضرات کو مطمئن کرنا مقصد تها اگر ان کی تنقیدیں بے غرض هوں چونکه میں خود کو بهی بے غرض جانتی هوں تدریجاً حقیقت قرآنی کی سمت آگے بڑهوں گی تاکه انشا الله آیه کریمه (فبشر عباد الذین یستمعیون القول فیتبعون احسنه) پر عامل هو سکوں – اس بار بهی ایک دوسری دعا انتخاب کرکے خداوند عالم سے عاجزانه درخواست کرتی هوں که خدایا مجهے اس طرح کشاده دلی اور عقل سلیم عطا کر که تلخیوں کو قبول کر کے حقیقت کی شیرینی محسوس کروں –

آمین یا رب العالمین

ژیلا موحد شریعت پناهی ۱۳۷۵/۲/۷ش

خانم ژیلا موحد کے خط کا حضرت آیه الله صادقی نے تیسرا جواب دیا جس کے بعد کوئی جواب نهیں آیا-

بسم الله الرحمن الرحیم

خانم منیدس ژیلا موحد کے تیسرے خط کا جواب لکهنے سے پهلے (مورخه ۱۳۷۵/۲/۳۰ش) دریافت هوا) همیں عرض کرنا چاهیے که (جریده ایران فردا) کے کارندوں کی نظر میں قلم و بیان کی آزادی کا حیرت انگیز مطلب هے ؛ کیونکه ان کا مقاله مرداد ماه ۱۳۷۴ش کو مکمل طور پر شائع کرتے هیں (که اس کے مضمون میں جواب کی درخواست درج هوئی هے) لیکن اس کا جواب که کم از کم مذکوره مقاله کی سطروں کے بقدر شائع هونا چاهیے ؛ نه صرف وه لوگ شائع نهیں کرتے بلکه ایران فردا) جریده کے ص۷۹ شماره ۲۴، پر مورخه اسفند ماه ۱۳۷۴ ش کو اس بهانه سے که (بهت سے قارئین مجله جزئی مطالب پڑه کر استفاده نهیں کر سکتے - جواب شائع کرنے سے انکار کر دیتے هیں !! لیکن هم

یهیں پر عرض کریں گے : اولاً : کیونکه انهوں نے بحث کو طالب علم کے عنوان سے ذکر کیا هے لهذا جواب بهی اسی طرح هونا چاهیے اور جو بهی طالب علمی کے اعتراض کو سمجھ لے وه اس کا جواب بهی سمجھ لے گا ثانیاً همارا جواب طالب علمی اور حوزه والا نهیں هے – بلکه نص آیه قرآن سے استدلال کی بنیاد پر هے که هر عاقل انسان اسے سمجهتا هے : ثالثاً کیا یه درست هے که مجله میں اسلام کا حکم علنی طور پر زیر سوال جائے ، لیکن اس کا جواب (طالب علمی بحث) کے بهانه شائع نه کریں ؟ کیا اگر کوئی قرآن پر ایمان رکھتا هو اور جو هم قرآن کا دفاع واجب نه جانتا هو ؟ یقیناً اس طرح کی بحث اور ایسا رویه ایک دیندار اور شریعت کے پابند انسان کا نهیں هے چه جائیکه وه لوگ جو روشنفکری کا دعوی کرتے هیں ! کیا روشن فکری کا یهی مفهوم هے ؟ ! کیا انسانیت کا یهی مفهوم هے ؟ ! کیا آزادی کا یهی مفهوم هے ؟ لیکن اگرچه خانم ژیلا موحد نے ابهی بهی میرے جواب بالخصوص اس میں ذکر شده نحوی سوالات کا صحیح جواب نهیں دیا هے ، لیکن بعض قارئین کے زهنوں سے شکوک و شبهات دور کرنے کے لئے ان کے تیسرے مقاله کا جواب مندرجه ذیل صورت میں تحریر کر رهے هیں !

جواب (۱- الف) اولاً معلوم نهیں هے که ان کے دوسرے اور تیسرے مقاله میں قاعده (کلما حکم به ... فقهی هے یا فقه کی طرف منسوب هے – اگر فقهی هے تو پهر فقه کی منسوب کیوں لکهتی هیں اور اگر فقهی نهیں هے بلکه فقه کی طرف منسوب هے تو پهر بحث کرنے کی ضرورت هی نهیں هے لیکن اسلام میں موجود مختلف فرقوں کے در میان اختلاف کی علت یه هے که عملی طور پر نه لفظی کتاب و سنت کے اصلی محور میں یعنی تفسیر بالرائ نه هو؛ اتفاق نهیں رکهتے اور اگر قاعده (کلما...) درست هو تو شریعت کو بهی مختلف هونا چاهیے – لیکن شریعت میں یک نیت اور وحدت پائی جاتی هے اس لئے مختلف فرقے غلط هیں اور شریعت سے مختلف نتیجه گیری بهی شریعت کے سرچشمه میں اختلاف پر دلیل نهیں هے ؛ اس وقت شرح کا اصلی سر چشمه قرآن هے که وه بهی متروک هے اور آیه کریمه کے مطابق مسلمانوں پر (واعتصمو ا بحبل الله جمیعاً) قرآن اور حدیث سے تمسک کرنا واجب هے اور سارے کے سارے مسلمان (تفرقه کے بجائے) اتحاد اور یکجهتی کا مظاهره کریں اور در حقیقت تمام مسلمان حقیقی اتحاد کے سایه میں آجائیں تاکه تمام اسلامی سر زمین (دارالوحدۂ الاسلامیه) بن جائیں .

جواب (۱- ب) مندرجه ذیل لحاظ سے عقل دو پهلو کی حامل هے : یا انسان کسی چیز کو عقلاً محال جانتا هے یا ممکن اور ممکن کی بهی دو قسمیں هیں : یا انسان دوسروں کی ضرورت کے بغیر کسی چیز پر عقلی احاطه رکهتا هے یا نهیں رکهتا اور اس کو محال بهی نهیں جانتا ؛ نماز صبح کا دو رکعت هونا آخری قسم سے تعلق رکهتا هے که انسان کی مثل اسے محال نهیں جانتی لیکن دلیل کی محتاج هے لیکن افسوس که یهاں پر ڈاکٹر ژیلا موحد دوسری قسم کے امکان که پهلی قسم کی جگه پر رکھ دیا هے اور اس طرح مغالطه کیا هے که نماز صبح کے دو رکعت هونے کے حکم میں عقلاً کوئی ٹکراؤ نهیں هے ؛ هاں هم بهی کهتے هیں که اس میں کوئی ٹکراؤ نهیں ، لیکن میرا کهنا یه هے که (حکم به العقل) عقل کے ذریعه حکم کا حتمی هونا) کسی حکم کا عقل سے معارضه نه کرنا فرق کرتا هے – کیا عقل سنت قطعیه سے آگاهی کے بغیر دو رکعت کے یقینی هونے کی تشخیص دے سکتی هے ؟ ! پس هم دیکهتے هیں که یه شرعی حکم (حکم به العقل نهیں هے .

جواب (۲- الف) کا جواب : هاں اولاً خدا نے (الانثی بالانثی) حکم شریعت قرآنی کی بنیاد پر مرد اور عورت کے خون بها کے درمیان فرق کو مشخص فرمایا هے ؛ ثانیاً : پیغمبر اکرم (ص) کی سنت قطعیه کے مطابق که وحی قرآن کے ساتھ ساتھ هے مرد کا خون بها عورت کے دوگنا معین فرمایا هے که تمام مسلمانوں کے نزدیک مورد قبول هے – ثالثاً : آیه (النفس بالنفس) خواه مطلق هو خواه مبین دونوں هی صورتوں میں قرآنی حکم کو نقض نهیں کر سکتا ؛ کیونکه پهلی صورت میں (اطلاق) که مندرجه ذیل تمام حالات کو شامل هے یعنی (۱- عورت ، عورت کے مقابل – ۲- مرد ، مرد کے مقابل .

۳- عورت مرد کے - ۴ – مرد عورت کے مقابل هو تو ریتی حکم کے عنوان سے (الانثی بالانثی) قرآنی حکم کے توسط منسوخ هو جاتا هے دوسری صورت (مبین هونے) میں یه هوگا که ایک عورت ایک عورت کے مقابلے میں ایک مرد ایک مرد کے مقابلے میں نه چند عورتیں ایک عورت کے مقابله میں یا چند مرد ایک مرد کے مقابلے میں یهاں تک علامه طباطبائی (ره) نے بهی سوره بقره کی آیت ۱۷۸ کی توضیح میں اس طرح ذکر کیا هے : مذکوره آیت ، آیت شریفه (النفس بالنس) کی نسبت تفسیر کا حکم رکهتی هے) یعنی یه بهی اس کے مبین هونے کے قائل هیں (الانثی بالانثی) نتیجتاً مرد اور عورت کے خوں بها کے درمیان مساوات کو قبول نهیں کرتے ، بلکه سنتی فقه کے مطابق کهتے هیں (مرد کا عورت کے قتل کرنے کی صورت میں قصاص کیا جاسکتا هے بشرطیکه مقتوله کے اولیاء سے مرد کا باقی

مانده نصف دیا لے لیا جائے) که ناسخ ھے نه مبین ؛ اولاً پوری تاریخ میں موافق نھیں کسی مفسر کی نظر سے - ثانیاً : اگر ھم بھی مذکورہ قول کو مان لیں تو قرآن میں تناقض کے قائل ھوئے ھیں – جبکه قرآن کے شرعی احکام کے درمیان کسی صورت کوئی تناقض نھیں ھے کیونکه (النفس بالنفس) دونوں ھی صورتوں میں شریعت توریت کے حکم کا اطلاق یا تبیین ھے – اگرچه اطلاق کی صورت میں (الانثی بالانثی) کے ذریعه نسخ ھو جاتا ھے - بھر حال آپ مفسر سے گفتگو کر رھی ھیں اور مفسر قرآن کو صرف قرآن کا تابع ھو نه کسی دوسرے مفسر کا اگرچه گذشته دو جوابات میں نحوی اور منطقی استدلال کے ساتھ عربی ادب کی بنیاد پر ھم نے آپ کا جواب دیا ھے ، لیکن آپ استدلال پر توجه کرنے کے بجائے دربارہ گذشته مطالب کی تکرار کر رھی ھے که اس مورد میں عربی ادب کے ماھر علما فیصله کریں . ھم یھاں پر بھی اختصار سے عرض کریں گے : ھاں ! اس کے علاوہ ھے جو آپ نے بیان کیا ھے ، کیونکه (الانثی بالانثی) (النفس بالانفس) کا مبین یا ناسخ ھے

جواب (۲ – ب) کا جواب : اولاً یھاں پر آپ نے کھا ھے : (خلقکم من نفس واحدہ) پیغمبر(ص) اور سلمان (رض) کا نفس برابر ھے .

جواب : اولاً عربی ادب کے مطابق (نفس واحدۃ) ایک فرد انسان کی ھے ؛ ثانیاً انسانوں کا ایک فرد سے پیدا ھونا نفوس کا ایک دوسرے کے برابر ھونے پر دلیل نھیں ھے مثلا بجلی سنٹر میں جنیٹر کے ذریعه پانی سے بجلی تیار کرنا که پانی سے بجلی تیار ھونا پانی اور بجلی کے مساوی ھونے پر دلیل نھیں ھے ؛ ثانیاً : ھاں ! مرد کا مرد سے قصاص صحیح ھے لیکن کتاب و سنت کی قطعی دلیلوں کے مطابق عصمت غلط فھمی کا نشانه بنتا ھے –

جواب (۳ – الف) کا جواب : اگر اتفاق سے استثنائی طور پر عورت کی اقتصادی اھمیت زیادہ ھے تو یه اس کے کام کی اھمیت کے لحاظ سے ھے نه تولید مثل کےلحاظ سے اور تولید مثل کی اھمیت کام کی اھمیت سے کھیں زیادہ ھے آخر کار مرد حضرات نوعاً اھمیت کے لحاظ سے (تولید مثل (۲) تولید اقتصادی – ۳) خانوادہ کا ادارہ) کے لحاظ سے عورتوں پر برتری رکھتے ھیں اور یه جماعت بالخصوص تولید مثل کے مرد میں قابل استثنا ء بھی نھیں ھے اور دوسرے دو مورد میں اکثریت مطلق حاکم ھے متقابل سوال کا جواب : ھاں ! کوئی تبدیلی نھیں ھوگی کیونکه اصلی معیار تولید مثل ھے اور کبھی بھی مرد و عورت کی تولید مثل یکساں نھیں ھوگا .

اس وقت آپ کا(اگر) احاله محال ھے کیونکه مرد اور عورت کی زندگی کے دسیوں سال گذر رھے ھیں اور آج بھی یھی تصور ھے که مرد اور عورت دونوں ھی اقتصادی تولید میں یکساں اور برابر ھیں ، حقیقت کا روپ نه دھا ر سکا اور اگر واقع بھی ھو تو پھر بھی ھم یھی کھیں گے که تولید مثل میں مرد اور عورت برابر نھیں ھیں اور قانون قصاص میں کوئی تبدیلی واقع نھیں ھوگئی.

جواب (۴ – الف) کا جواب: آپ دلیلوں کے ساتھ ھمارا جواب دیجے حق قبول کرنے کے لئے حصه الف کی جانب رجوع کرنا تکرار ھے – اگر آپ کر سکتے ھیں تو (النفس بالنفس) کی سنخیت کا اثبات کریں ورنه (الانثی بالانثی) کا حکم واضح ھے اور یه ھماری تفسیر نھیں ھے بلکه خداوند عالم کا یھی فرمان ھے

جواب (ہ- الف) کا جواب : آپ ایک مسلمان عورت کے عنوان سے اگر واقعاً قرآنی حکم کے تابع ھیں تو اسی ایک چھوٹی سے آیت یعنی (الانثی بالانثی) که شریعت قرآن کا ایک حکم ھے آپ حکم خدا سے مطمئن ھو سکتے ھیں – اور خوب بھا کی مقدار بھی پیغمبر کی سنت قطعیه سے استخراج کیجئے بنا بر این اطمینان کرنے کی راہ بھت ھی آسان ھے اگر آنکھ کھلی رکھیں اور تعصب سے ھٹ کر قرآن اور سنت پر نظر ڈالیں –

۱۱رویں جواب کا جواب: آیه (ان خفتم الآ تعدلوا فواحدۃ) حکم ھے اور موضوع کے بغیر کسی حکم کا ھونا کوئی معنی نھیں رکھتا ؛ کیونکه مرد اور عورت دونوں کی تعداد برابر ھوتو تعداد ازدواج کی تجویز کا حکم سر سے غلط ھے اور سورہ نساء کی ۱۲۹ ویں آیت میں بھی تعداد ازدواج موضوع ھے وھی تعداد جو سابق الذکر آیت میں تجویز ھوا ھے – لیکن اگر عدالت ھر چیز میں ھے تو محال ھے اور دونوں آیت کے موضوع کے خلاف ھوگا - - اس بنا پر (لن تستطیعوا ...) سے وہ عدالت مراد ھے جو امکان پذیر نھیں ھے اور وہ عدالت محبت میں ھے که خود ھی اس بات کو بیان کر رھی ھے کیونکه فرمایا : (

فلا تمیلوا کل المیل) یعنی بعض بیویوں سے ساری محبت نہ چھین لو کہ (فتذروھا کالمعلقه) گویا کہ وہ شوھر رکھتی ھی نھیں بلکہ بعض تعلقات کہ باطنی تعلق اور محبت ھے اور اس میں مساوات کا امکان بھی نھیں ھے سلب ھو جاتے ھیں اور باقی تعلقات اپنی جگہ پر باقی رھتے ھیں -

آخر کار چونکہ آیت کا پوری تاریخ میں تمام مردوں سے خطاب ھے ، بنا برایں قرآن کی شمارش کے مطابق عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ھے ورنہ خداوند متعال کا قول (نعوذ باللہ) جھوٹا (ھوگا) – جبکہ قرآن خدا کے فرمان کے بارے میں کھتا ھے : (ومن اصدق من اللہ حدیثاً) سورہ نساء آیہ ۷۸) اس وقت اگر تمام مرد شرائط عدالت کی رعایت نہ کر سکے اور ان میں سے بعض عدالت کی رعایت کرنے کی صلاحیت رکھتے ھیں یھی بعض کافی ھے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ھے اور عدالت کا مسئلہ اس چیز میں کہ عورتوں کی نسبت محال نھیں ھے جیسے اور ھمبستری وغیرہ خود ایک اھم ورزشکار ھے خانوادہ میں عدالت کا استحکام بر قرار کرنے کے لئے کہ اجتماعی کی بنیاد ھے تاکہ عورت اور مرد میں سے عادل ترین افراد کی پھچان ھو نتیجتاً عدالت کی شرط سے تعداد ازدواج کی تجویز تمام اسلامی معاشرہ میں عدالت کی بنیاد کو مضبوط بنایا ھے جو حاکمیت اور سیاست اور اقتصاد سب میں عدالت کو شامل ھے . پس جیسا کہ ملاحظہ ھوا (ناقص تحقیق کی بنیاد پر انسانی مردم شماری) اور علم الھی سے ماخوذ تعداد کے درمیان تضاد پایا جاتا ھے

۱۲ویں جواب کا جواب: یھاں پر دو مطلب لکھا گیا ھے : پھلا یہ کہ سورہ زمر کی آیت ۶ کا ترجمہ جو ان کے مقالہ میں ذکر ھوا ھے وہ ایک دوسرے شخص سے مربوط ھے جبکہ دوسری آیت میں واضح الفاظ میں ذکر کیا ھے کہ (وہ ھے جس نے تم کو ایک مرد سے خلق کیا ھے) اور اس بات پر کوئی قرینہ بھی نھیں پایا جاتا کہ مذکورہ تینوں آیتوں کا ترجمہ خود ان کی طرف نہ ھو ؛ کیونکہ اس کے بعد اس طرح استدلال کیا ھے کہ (مجموعاً ان تینوں آیتوں سے نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ھے ... یھاں پر کھنا چاھیے کہ اگر تیسری آیت کا ترجمہ قبول نھیں کرتے تو پھر دوسری آیت کے بارے میں کیا کھیں گے ؟ اور اگر متن ترجمہ ان کا نھیں ھے تو پھر انھوں نے متن میں یا مقالہ کے حاشیہ میں اس کی طرح اشارہ کیوں نھیں کیا ؟ آخر کار ان کے مقالہ کے قارئین کی ذمھداری کیا؟ مقالہ کی عبارت ان کی سمجھیں یا کسی اور کی؟ کیا بحث کا یہ طریقہ روشن فکری کا غماز ھے کہ جب بھی کسی بحث میں غلطی کی جائے تو اس کو صحیح کرنے کے بجائے اپنے نوشتہ کو کسی قرینہ کے بغیر کسی دوسرے کی طرف نسبت دیدیں؛ البتہ ممکن ھے آیت کا ترجمہ کسی دوسرے شخص کا ھو لیکن مقالہ پڑھتے وقت کوئی اس بات کی طرف متوجہ نھیں ھوتا –

ثانیاً آیہ کریمہ (خلقکم من نفس واحدۃ) (نفس واحدۃ) مفرد اور مذکر ھے کیونکہ وہ آیات جو حضرت آدم(ع) کو انسانوں کی پیدائش کا سرچشمہ اور اصل بتاتی ھیں (نفس واحدۃ) مذکر ھوگا چونکہ آدم مذکر ھے چنانچہ قرآن کریم کی پانچ آیتوں میں خلقت بشر کی ابتداء مٹی بتائی گئی ھے اس کے بعد آیہ سورہ آل عمران کی ۵۹ ویں آیت میں ارشاد ھوتا ھے : (ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم خلقوہ من تراب) پس ھم ملاحظہ کرتے ھیں کہ (لانفس واحدۃ) آدم مذکر ھے : ثالثاً کسی صورت یہ احتمال نھیں دیا جائے گا کہ پھلا نفس مونث ھو کیونکہ (وقلنا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ) سورہ بقرہ . آیت ۳۵) یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ) سورہ اعراف ؛ آیت ۱۹ (زوجک) آدم کی زوجہ اور مونث ھے اور آیت (فقلنا یا آدم ان ھذا عدو لک و لزوجک) سورہ طہ ؛ آیت ۱۱۷) بھی کلمہ زوج کے مقارن ھونے کی وجہ سے زوجہ کے معنی میں ھے -

رابعاً اگر پھلا نفس مونث رھا ھو تو ان ھشتگانہ آیتوں کے بجائے جن میں لفظ (بنی آدم) ذکر ھوا ھے کے بجائے (بنی حوا) نازل ھونا چاھیے تھا .

(جواب ۱۲ – ج و د) کا جواب : اب ان سے ان کا جوڑا پیدا کیا) اس معنی کی تائید کرتا ھے ، اور قرآن کے مطابق ھے اور یھاں پر آپ کے دقیق عربی ادب کی جانب توجہ کی حکایت کرتا ھے (من) کو بیانیہ نھیں مانتے بلکہ اسے تبعیضیہ کھتے ھیں اور (ان کی ے) کے معنی کو غلط اور (اس کے) کو صحیح مانتے ھیں اور ساری بحث بھی اسی نکتہ پر ھے کہ آدم کی بیوی ان سے خلق ھوئی ھیں اور جو یہ کھا ھے کہ زوج عربی زبان میں مرد اور عورت دونوں کے لئے استعمال ھوتا ھے ، صحیح ھے لیکن جملہ میں اس کے استعمال کی نوعیت اھمیت رکھتی ھے کہ اگر اس سے پھلے لفظ مذکر ذکر ھوا تو زوج مونث ھوگا اور اس کے برعکس بھی زوج (مذکر) ھوگا ضمنی طور پر یہ بھی معلوم نھیں ھے کہ : اس

جملہ سے آپ کا مراد کیا ھے کہ آپ نے کہا ھے کہ خوش قسمتی سے وہ تمام آیات جن میں زوجیت کا ذکر ھوا ھے ان میں کفویت اور ھمسیری کا بھی ذکر ھوا ھے کیونکہ زوجیت کے دو پھلو ھیں :

١- زوجیت تکوینی (ومن کل شئ خلقنا زوجین) یعنی خدا نے جوڑوں کو کفو پیدا کیا -
٢- زوجیت تشریعی کہ مرد اور عورت دونوں کفو بھی ھوں اور مذکورہ دونوں پھلووں کے لحاظ سے کسی ایک میں بھی تساوی مطلق کا معنی نھیں نکلتا کہ مثلاً عورت ، مرد ھوں اور مرد عورت یا دونوں مرد ھوں یا دونوں عورت بلکہ کفو ھونا یعنی یہ کہ مرد اور عورت ازدواجی زندگی گذارنے کے لئے ایک دوسرے کے لئے مناسب ھوں اور یہ تناسب تمام ابعاد میں تساوی کا لازمہ نھیں ھے جیسا کہ زوج کی ھر کلید قفل ھے کیا آپس میں یکسا ں ھیں ؟

جواب (١٢ – ھ) کا جواب : اب میں آپ کو برادرنہ نصیحت کرتا ھوں کہ آپ نے اپنا خط تمام کرنے کے لئے مناسب طریقہ نھیں اپنایا ھے اور واضح طور پر (شکست) کی داستان اپنی دعا میں رکھ دی ھے کیا دو مسلمان کی قرآن کی آیتوں کے بارے میں بحث (جنگ) کے عنوان سے قلمداد ھو سکتی ھے یا یہ کہ اس سے مراد خداوند عالم کی رضا تک پھونچنا ھے ؟ کیا بھتر نھیں تھا کہ آپ اس طرح دعا کرتیں : خدایا ! مجھے اس طرح کشادہ دلی اور عقل میں وسعت عطا کر حقیقت کی شرینی محسوس کروں – بھر حال دعا میں آپ کا لحن معین قصد سے خالی نھیں ھے کہ آپ خود بھی اس سے آگاہ ھیں اور شاید علامہ طباطبائی جیسے عظیم الشان مفسر (تفسیر (الفرقان) کے سلسلہ میں آپ کے رویہ کو بدل ڈالے انھوں نے تفسیر الفرقان کی پھلی جلد کے آغاز میں اس طرح مرقوم فرمایا ھے : تفسیر شریف کا بیان فرقان کی نظر نواز ھوئی ایسی کتاب ھے جو نور چشم کا باعث اور اھمارے افتخار کا سبب ھے آخر میں ایک بار پھر اعلان کرتے ھیں کہ نا چیز قرآن ھجور اور سنت مظلوم کے سلسلہ میں تمام سوالات کے جوابات دینے کے لئے آمادہ ھے . البتہ ابتک کبھی بھی (گذشتہ نصف صدی کے دوران) علمائے شیعہ اور سنی سے جو میری گفتگو ھوئی ، شکست نھیں کھائی اور وہ لوگ بھی میری کسی کتاب کے بارے میں اور اس سے زیادہ بھی کوئی تنقید نہ کرسکے – خیر ایک مورد کے کہ نماز مسافر کے بارے میں تین صفحہ خطہ کے ساتھ ارسال کیا.

(مذکورہ بالا تنقید پے در پے تین خطوط پر مشتمل تھی جس کا ھم نے تحریری مناظرہ کی شکل میں جواب دیا ھے البتہ وھاں پر ملاحظ کریں گے کہ ناقد نے بحث کو ادھورا چھوڑا دیا ھے – قارئین محترم (نگرش جدید پر نماز و روزہ مسافران) نامی کتاب کی جانب رجوع کر کے مطبوعہ تھران، ناشر امید فردا، ٹیلیفون ٦٦٩١٣٥٦٨- مذکورہ تنقید کی عبارت اور نقاد کا جواب (نماز مسافران) سے متعلق تحریری مناظرہ کا مطالعہ فرمائیں -)

مذکورہ کتابوں میں فقہ، فلسفہ، اصول، منطق، رجال، حدیث، عرفان وغیرہ کی اساسی بنیادوں کو صرف کتاب اور سنت کی روشنی میں نقد و بررسی کی ھے – اس خصوصیت کے ساتھ (جیسا کہ ھم نے بارھا مختلف حلقوں میں اعلان کیا ھے) اس سے متعلق علمائے شیعہ اور سنی سے ایک ایک کر کے مناظرہ کرنے کی درخواست کی ھے اسلامی دلیلیں صرف اور صرف کتاب اور سنت میں منحصر ھیں – اور اجماع، عقل ، قیاس، استحسان، استصلاح وغیرہ کو کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ کسی عنوان سے فقھی دلیل قرار دینا میں شارع کے لئے جانتا ھوں آیہ کریمہ (ولا یشرک فی حکمہ احداً) کی نص کے مطابق ، کیونکہ احکام الھی یا قرآن میں ذکر ھوئے ھیں یا پیغمبر(ص) کی سنت میں لھذا علماء کبھی بھی اجماع ، عقل وغیرہ کے ذریعہ تشریع (قانون گذاری) یا حکم شرعی دریافت کرنے کا حق نھیں رکھتے بلکہ سب کو تابع بلکہ کتاب اور سنت قطعیہ کا ناقل ھونا چاھیے نہ یہ کہ اپنے درمیان مشھور نظریات کو شرع کی طرف منسوب کریں

قابل ذکر بات: اس کتاب کی طباعت کے وقت تک خانم مھندس ژیلا موحد شریعت پناھی یا دیگر ناقدین کا کوئی خط موصول نھیں ھوا کہ یہ خود ھی ان کے قبول کرنے یا ان کے لا جواب ھونے کی دلیل ھے .

خدا وند عالم آپ کو خالصانہ بندگی کی توفیق عطا فرمائے !

(وآخر دعوانا أنن الحمد اللہ رب العالمین)

قم المقدسه – جامعۂ علوم القرآن

محمد صادقی تهرانی – ۹-۳ ۱۳۷۵) ه ش)

عورتوں کے عدلیه مرکز تحقیقات کی درخواست پر اقوام متحده کے عموعی مجموع میں منظور شده عهد نامه سے متعلق آیۃ الله العظمی صادقی تهرانی کے جواب کی عبارت – (جوڈیشیل(عدالتی) مطالعاتی مرکز) اقوام متحده کے عمومی مجموع میں منظور شده معاهده سے متعلق عورتوں کے خلاف تفریق کو ختم کرنے کی غرض سے میں آپ کی خدمت میں پیش کر رها هوں –

مردوں اور عورتوں کے تمام حقوق جو ان کی عفت اور پاکدانی یا ان سے مخصوص حالتوں کے مخالف نه هو تو دونوں هی کتاب اور سنت کی روشنی میں مشترک انسانیت کا تقاضا هے که زندگی اور زندگی ساز عادلانه حقوق میں مشترک هوں البته ان حقوق کی تین قسمیں هیں :

۱- مردوں اور عورتوں کے درمیان حقوق ان کے کام ، فکر اور سر گرمی کی اهمیت کے اعتبار سے که مرکز حقوق انسانی اشتراک کے اعتبار سے هے .
۲- مردوں کے مخصوص حقوق جنسی اور مردانگی قوت کے لحاظ سے که عورتوں کے خلاف هر گز کوئی تبعیض نهیں هے .
۳- عورتوں سے مخصوص حقوق بهی اسی میزان پر هیں اور مردوں کے خلاف هر گز کوئی تبعیض نهیں هے – بنا بر اس مخصوص حقوق میں مرد اور عورت میں سے هر ایک اپنے انفرادی اور اجتماعی مصلحت کی بنیاد پر اپنے مناسب حقوق سے استفاده کرتے هیں – چنانچه مشترک حقوق میں بهی هر فرد صرف اپنی کوشش کے بقدر استفاده کرنے کا حق رکهتا هے .

ماده ۱ پر تنقید : جنسیت کے فرق کی بنیاد پر امتیازی وجه خود ایک عادلانه وجه هے که اس کا انکار طرفین کی نسبت نا انصافی هے ؛ یعنی عورتوں کے خصوصیات کو مردوں پر اور مردوں کے عورتوں پر حمل کرنا دونوں پر ظلم هے اور انسانی حیات بخش آزادی، عورتوں کے عفت کی رعایت کرنے میں مشترک هے که سیاسی، ثقافتی ، سماجی، اقتصادی ، شهری اور حقوقی میدانوں میں مشترک هیں .

ماده ۲ کی تنقید : یه ماده وه اپنے تمام موارد میں عورتوں کے خلاف ساری تبعیض کو نسخ کرنے کی بنیاد پر هے ؛ جبکه بعض تبعیضات که ان کے خلاف میں شمار هوتی هیں ، در حقیقت ان کے خلاف نهیں هے : اگرچه ان کے نفع میں نه هو جیسے سزائی قانون – جبکه عورت کا خون بها مرد سے کمتر هے البته روحی کمی کے لحاظ سے نهیں هے بلکه اس جهت سے هے که عورتوں کی تعداد مردوں سے زیاده هے اور مردوں کی تولید مثل کی صلاحیت اور اقتصادی امور میں اداری ذمه داری عورتوں سے زیاده هے بنا بر این عورتوں کی جسمانی اهمیت کم از کم مردوں کے نصف هے بالاخر مردوں اور عورتوں کے درمیان برابری قابل قبول نهیں هے جیسے عورتوں کی میراث که مردوں کے نصف هے البته تمام میراث سے اور ظاهری تبعیض هے در حقیقت واقعی تبعیض نهیں هے ؛ کیونکه هر گهر انے کے مرد همیشه نان و نفقه کا بندوبست کرتے هیں اور عورتیں نفقه لیتی هیں – بنا یریں اسلام میں عورتوں کے حقوق کی مردوں سے زیاده رعایت کی گئی هے اور بهت کم موارد میں عورتوں کی میراث کی ۳/۱ مال کی وصیت سے تلافی هوتی هے –

ماده ۱۰ کی تنقید – الف : کام اور حرفت سے متعلق مساوی شرائط اس صورت میں صحیح هے که عورتوں کی ازدواجی زندگی جسمانی پوزشن اور عفت و طهارت سے منافات نه رکهتے هوں ؛ جیسا که مرد کے شغل اور حرفت میں بهی ایسا هی هے ڈاکٹری عورت کے لئے اور اسی طرح مرد کے لئے کسی سے کوئی تناسب نهیں رکهتا بالخصوص مرد کا عورت کے لئے نرس کا پیشه یا مخالف جنس کا اپریشن کرنا –

عورت کو ایجوکیشن جو شهوانی اور جنسی رابط کا سبب هے شریعت حتی صحیح و سالم عرف کے نزدیک ممنوع هے -

ورزش میں ایک جیسے وسائل اس وقت صحیح ھیں جب اختلاط کی صورت میں انجام نہ پائیں اور ھر ایک کی بنیاد سے مناسبت رکھتے ھوں .

نقد مادہ ۱۱ (ب) دیگر اس کے مانند مواد کہ پھلے بیان ھوچکے ھیں اور تکرار کی ضرورت نھیں ھے

مادہ ۱۳ – ح کی تنقید : تفریحی سر گرمیوں اور مرزش کے مختلف شعبوں میں شریک ھونے کا اس وقت حق ھے جب مرد اور عورت کا اختلاط نہ ھو اور عورتوں کی عفت کا تحفظ ھو چنانچہ تمام مواد میں اس اصل کی مکمل رعایت ھونی چاھیے

مادہ ۱۶ – ب پر تنقید : مھر اور نان و نفقہ دینا صرف مردوں کی ذمہ داری ھے و(و) مشابہ اور حضانت کا حق تنھا اس صورت میں مشابہ کی صلاحیت میں ھے کہ اگر سر پرستی اور حضانت کا حق ماں اور باپ میں سے اس کو حاصل ھوگا جو فرزند کے لئے زیادہ مصلحت کا حامل ھوگا – اسے ... دی جائے گی اور اگر اصولی طور پر حضانت اور سر پرستی فرزندہ کے مصلحت میں کسی ایک سے مخصوص ھو تو پھر دوسرا حضانت اور سر پرستی کا حق نھیں رکھتا صرف فرزند سے ملنے جلنے کا مشابہ حق رکھتے ھیں اگر فرزند کو گمراہ کرنے والے نہ ھوں –

نقد مادہ ۱۶ – (۲) ثابت ازدواج اگرچہ رسمی اور قانونی دفاتر میں درج نہ ھو ، شرعی اور قانونی ھے اور دفاتر میں اندراج کرنا صرف طرفین کے حقوق کے تحفظ کے لئے اور صرف طرفین کا زوجیت کے سلسلہ میں اعتراف یا کسی ایک فریق کا زوجیت کے گواہ پیش اثبات میں کرنا کافی ھے . مگر مناسب قسم کے ذریعہ کہ اس گواھی کو رد کر دے

آخر کار مرد اور عورت کے بین الاقوامی حقوق کی دونوں کی حدود مصلحت میں کتاب اور سنت کی روشنی میں زیادہ رعایت ھوتی ھے اس علاوہ ھر ایک کے اختصاصی حقوق کی رعایت بھی کی گئی ھے کہ ھر ایک کے حق میں دوسرے کے خلاف نھیں ھے بلکہ اس کے نفع میں بھی ھے – چنانچہ مردوں اور عورتوں کے حقوق پر مشتمل کتاب قرآن مجید کا ارشاد ھوتا ھے : (ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف مذکورہ بحث کی مکمل وضاحت (تبصرۃ الفقھاء بین الکتاب والسنۃ) کتاب اور اس کتاب میں ملاحظہ کریں گے

والسلام علی عباد اللہ الصالحین

حوزہ علمیہ قم – جامعہ علوم القرآن

محمد صادقی تھرانی – ۱۳۷۶/۷/۷.